مجالسِ صدیق رحمۃ اللہ علیہ

جلد اول

افادات وارشادات

حبیب الامت حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

بانی جامعہ عربیہ ہتورا (ضلع باندہ)

خلیفہ مجاز

حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الہ آبادی

پسند فرمودہ

مفکرِ اسلام حضرت مولانا سید ابوالحسن علی الحسنی الندوی

مُحیُ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ ابرارالحق ہردوئی

حضرتِ اقدس عارف باللہ حضرت شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم

حضرتِ اقدس حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف غزنوی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا مفتی انعام الحق قاسمی صاحب دامت برکاتہم

حضرت مولانا محمد اسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم

جمع وترتیب

مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم

سوزِ دروں

مولانا مشکور ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

باہتمام

مولانا مشکور ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ، ناظم آباد کراچی، کراچی

فہرست

تقریظ

مفکرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی الحسنی الندوی رحمۃ اللہ علیہ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی

اَمَّا بَعْدُ!

اہل علم اور اہل نظر جانتے ہیں جن کی دعوت و اِصلاح کی تاریخ، اہل اللہ بزرگان دین، مشائخ و مصلحین اُمّت کے فیوض و برکات اور اُن کی اِصلاحی و تربیتی کارناموں پر نظر ہے کہ اُن کی اِصلاح و تربیت کے وسائل، اُن کے اِرشادات و رہنمائی، اور اُن کے فیوض و برکات کے شیوع و اِنتشار اور بقاء و حفاظت کا ایک بہت بڑا ذریعہ اُن کے وہ "اِفادات و ملفوظات" تھے جو اُنہوں نے اپنی مجالسِ عمومی و خصوصی میں اِرشاد فرمائے یا وہ مکتوبات تھے جو اُن حضرات نے بعض مخلص عقیدت مندوں اور طالبین حق و معرفت کے رسائل و عرائض کے جواب میں لکھے یا لکھوائے۔ "ملفوظات و مکتوبات" کے اُن مجموعوں کی فہرست اِتنی طویل ہے کہ ایک مختصر تعارفی و تمہیدی مقالہ میں پیش نہیں کی جاسکتی، یہاں پر صرف ایک مجموعہ کا نام لکھا جاتا ہے، جو حضرت محبوب اِلٰہی خواجہ نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات پر مشتمل ہے اور اُس کا بلیغ و معنی خیز نام "**فوائد الفواد**" ہے۔

اِن ملفوظات اور کسی حد تک اِن مکتوبات کی خصوصیت میں تنوع، حقیقت پسندی، اَمراض اور کمزوریوں کا تعین اور اُن کی تشخیص، اُن کے علاج اور اِزالہ کے طریقے کی طرف صحیح رہنمائی، کَلِّمُوا النَّاسَ عَلٰی قَدْرِ عُقُوْلِهِمْ "لوگوں کی فہم و دانش اور اُن کی ذہنی سطح کے مطابق تفہیم و موعظت کی کوشش" شامل ہے۔ اِن "ملفوظات و مکتوبات" کو سامنے رکھ کر ایک سلیقہ مند اِنسان اُس وقت کی زندگی اور معاشرہ کی صحیح تصویر پیش کرسکتا یا دیکھ سکتا ہے۔ اِسی طرح وہ "نفس، اَخلاق و معاملات اور اِنفرادی و اِجتماعی زندگی" کے بہت سے ایسے عیوب اور کمزوریوں سے واقف اور اُن کے اِزالہ و علاج کے اُن قابل عمل طریقوں سے آگاہ ہوسکتا ہے جن کو وہ اَخلاق اور تصوّف و سلوک کی دقیق و عمیق اور قابل قدر و اِحترام کتابوں کے صفحات و مضامین سے حاصل نہیں کرسکتا۔

ہمارے اِس عہدِ قرب و جوار اور علم و واقفیت کے دائرہ میں (بلا کسی تَمَلُّق وَ تَصَنُّع کے لکھا جاتا ہے) مولانا سیّد صدیق اَحمد صاحب مظاہری (رحمۃ اللہ علیہ) بانی جامعہ عربیہ، ہتورا، ضلع باندہ

کی ذات اُنہیں ربانی علماء اور مربی و مصلح شیوخ میں ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے اِخلاص وللّٰہیت، جذبۂ اِصلاح و تبلیغ، فہم سلیم، حقیقت شناس اور حقیقت بینی اور راہ خدا میں جفاکشی و بلند ہمتی کے اَوصاف سے متصف فرمایا ہے اور اظہارِ حق اور صحیح مشورہ کی جرأت بھی عطا فرمائی ہے۔

آپ (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجالس میں صحیح طریقے کی رہنمائی، نفسانی اور قلبی بیماریوں اور کمزوریوں کی نشان دہی، معاشرہ میں پھیلے ہوئے عیوب، خلافِ شرع اور خلافِ سنّت طریقوں اور رواجوں کی مذمت اور اُن کے اِزالہ کے عزم اور جدو جہد کی دعوت، بزرگانِ سلف اور عہد کے مستند اور جلیل القدر مشائخ و مصلحین کے اَقوال و حکایات اور طریق عمل کا بیان اور اُن کی شوق اَنگیز اور اِیمان خیز واقعات و مشاہدات ملتے ہیں۔ جن کو مولانا (رحمۃ اللہ علیہ) کی مجالس میں شرکت اور تعلیم و تربیت سے اِستفادہ کا موقع ملا اُن کو اِن مضامین و بیانات کی اِفادیت اور اَثر اَنگیزی کا اَندازہ ہے۔

خدا کا شکر ہے کہ فاضل عزیز مولوی محمد زید صاحب نے اُن "اِفادات و ملفوظات" کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، یہ ایک قابل قدر اصلاحی و تربیتی ذخیرہ تھا جو اُن کی مجالس کے "ملفوظات و مکتوبات" میں پھیلا ہوا تھا، اس کا اندیشہ تھا کہ یہ بیش قیمت ذخیرہ یا تو اِمتدادِ زمانہ کے نذر ہو جائے یا خطوط و مکاتیب کے صفحات میں محدود رہ جائے۔

مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب قارئین و معاصرین، مدارس کے فضلاء، طلباء، طالبین حق اور اپنی اِصلاح و تربیت کے خواہش مندوں کے شکریہ کے مستحق ہیں کہ اُنھوں نے ایک مجموعہ میں اِن کو جمع کر دیا ہے، جس کا نام "**علمی و اصلاحی ملفوظات و مکتوبات یعنی مجالس صدیق رحمۃ اللہ علیہ**" رکھا ہے۔ اِس قابل قدر ذخیرہ میں تنوع بھی ہے اور وحدت بھی، وسعت بھی اور مقصد و نتیجہ کی ترکیز بھی، اِس سے فضلاء و طلباء، مدارس دینیہ، مِلّت کے مختلف طبقات کے اَفراد اور اِنفرادی و اِجتماعی اِصلاح کا کام کرنے والے اور تزکیۂ نفس کے خواہش مند فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اِس سَعِی کو قبول فرمائے، جامع ملفوظات و مکتوبات کو جزائے خیر دے، اور قارئین کو اِس سے پورے اِستفادہ کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) وَاللّٰہُ لَا یُضِیْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِیْنَ۔

(حضرت مولانا) ابوالحسن علی ندوی (صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

۲۴/ صفر ۱۴۱۷ھ

مُحیُ السُّنّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرارالحق ہرؔدوئی رحمۃ اللہ علیہ

کامکتوب گرامی

حَامِدًا وَ مُصَلِّیًا وَ مُسْلِمًا

اَمَّا بَعْدُ!

علمی دینی حلقوں میں حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ بلاشبہ! مولانا رحمۃ اللہ علیہ کے قابل قدر کارناموں کے پیش نظر اِس کی ضرورت تھی کہ اُن کی تبلیغی و تعلیمی اور اِصلاحی خدمات، قرآن پاک کی تعلیم کے لیے مکاتیب کے قیام کی مساعی، ضعف بیماری کے باوجود دین حق کی اِشاعت وحفاظت کے لیے مسلسل شبانہ روز جدوجہد اوراُن کی زندگی کی نمایاں خصوصیات واَوصاف سے موجودہ آنے والی نسلوں کوواقف کرایا جائے تاکہ وہ اپنی اپنی زندگیوں میں اِس سے روشنی حاصل کرسکیں، جس کے لیے یہ بہترین ذریعہ ہے، اللہ تعالیٰ اِس کوقبول فرمائے اور اُمّتِ مسلمہ کے لیے مفیدونافع بنائے۔ (آمِین)

والسلام

(حضرت مولانا) اَبرارالحق (ہرؔدوئی صاحب رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ عالی و دعائیہ کلمات

حضرتِ اَقدس عارف باللہ حضرت شاہ فیروز عبد اللہ میمن صاحب دامت برکاتہم
خلیفہ مجاز بیعت
شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؀

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ

احقر کے دوست و اِجازت یافتہ مولانا مشکور ہاشمی صاحب مدظلہ نے مجھے "**مجالسِ صدیق** رحمۃ اللہ علیہ" (جلد اوّل) کا مسودہ دیا، جو حبیب الامت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ عربیہ ہتھورا، ضلع باندہ) کے ملفوظات ہیں۔ حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مجاز بیعت ہیں اور یہ ملفوظات مفکرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور احقر کے دادا شیخ محی السنہ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ کے پسند فرمودہ ہیں اور ان کو حضرت مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم نے جمع و ترتیب دیا ہے۔

جب حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات احقر کے سامنے آئے تو احقر نے عرض کیا کہ: ظاہر بات ہے کہ "تقریظ" اللہ والے اور بڑے لوگ لکھتے ہیں، احقر تو تقریظ نہیں لکھ سکتا۔ اپنے وقت کے مہتاب و آفتاب حضرت ابوالحسن علی میاں ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور احقر کے دادا شیخ حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقریظات کے سامنے احقر کیا لکھا سکتا ہے۔

احقر کے شیخِ اوّل، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ جن کا غلام، جن کے قدموں کی خاک، جن کے اِحسان تلے احقر کا بال بال دبا ہوا ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہ مشورہ ہوتا تھا کہ بڑوں کی بات تو بڑے ہیں سمجھ سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ اپنے شیخ کی نقل کراتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایک دن اصل بھی عطا فرمادیں۔

توشیخ العرب والعجم حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی "مجالس" میں حبیب الامّت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی بہت زیادہ تعریف فرمایا کرتے تھے کہ کس طرح مَیں "ہندوستان" جاتا ہوں تو مولانا صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اسباق مختصر کر کے ساتھ ساتھ ہوتے ہیں اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے فرماتے تھے کہ اگر آپ "ہندوستان" تین (۳) مہینے کے لیے آجائیں، مَیں آپ کے ساتھ ساتھ رہوں گا۔ مجھے اللہ کی ذات سے اُمید ہے کہ اِنْ شَآءَ اللّٰہُ تَعَالٰی اللہ تعالیٰ آپ کی برکت سے "یُزَکِّیۡہِمۡ" "تزکیۂ نفس کا شعبہ اور تصوف کو پورے "ہندوستان" میں دوبارہ سے زندہ فرمادیں گے، لیکن! ہر جگہ کام تو ہو رہا ہے۔

بہر حال! تو پھر مجھے کئی بار مشکور ہاشمی صاحب نے کہا کہ: اِس کے لیے کچھ لکھیں، اب احقر لکھے تو کیا لکھے، سمجھ میں نہیں آرہا تھا۔ آخر کئی دنوں کے بعد احقر نے پڑھنے کی کوشش کی تو طلباء کرام کے لیے ایسے ایسے ملفوظات جن کے لیے میرے پاس الفاظ بھی نہیں ہیں۔ مَاشَآءَ اللّٰہ! ایسے ملفوظات حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے تھے۔

احقر رات کو "خانقاہ" میں آکر بیٹھا تو ان ملفوظات کو پڑھتا ہی چلا گیا۔ احقر کے شیخ اوّل حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت اور حکم پر "فجر" بعد مجلس ہوتی ہے، اُس مجلس میں تخصص کے دوست زیادہ تھے اور دوسرے بھی تھے، تو سب حضرت مولانا صدیق صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات سن کر عش عش کر رہے تھے۔ ایسا لگتا تھا کہ حضرت حکیم الامّت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی طرف سے فیض آرہا ہے۔ جب ملفوظات کے سرورق پر دیکھا تو حضرت مولانا اسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ دونوں حضرات کے مجاز بیعت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات واِرشادات جمع کیے گئے ہیں، تو احقر سمجھ گیا کہ وہیں سے فیض چلا آرہا ہے۔ ہمارے دوست مولانا مشکور ہاشمی صاحب سے احقر نے کہا کہ: بھائی! مَیں کیا اِس پر "تقریظ" لکھوں، البتہ دعائیہ بات لکھ سکتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ کی ایسی مدد آئی کہ شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پرانے بیان کی ریکارڈنگ "خانقاہ غرفۃ السالکین، گلستان جوہر، بلاک ۱۲، کراچی" میں سنے جاتے ہیں، تو جنوری ۱۹۹۷ء سفر "حرمین شریفین" کا بیان چل رہا تھا، جس میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا

قاری سیّد صدیق احمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں کچھ باتیں فرمائی تو اس پر اللہ تعالیٰ کا جتنا شکرادا کروں کم ہے۔

احقر کے شیخ اوّل، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُس بیان میں فرمایا:

"قاری سیّد صدیق احمد باندوی صاحب "جنوبی افریقہ" تشریف لائے اور مَیں بھی وہیں تھا، بڑے بڑے جلسوں میں اُن کا اشتہار چھپا تھا، لیکن! حضرت نے مجھ سے بیان کرایا، تھوڑا سا بیان کیا اور فرمایا کہ مَیں بیان تو کر رہا ہوں، مگر اِس وقت اِن (حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ) کا بیان نہ کروانا نعمت کی ناشکری ہوگی، اور پھر ہر جگہ حضرت میرا بیان کرواکر اتنا خوش ہوئے اور فرمایا کہ مَیں تمہارے لیے "ہندوستان" میں کسی وزیر سے بات کروں گا کہ تین (۳) مہینے کا ویزا ملے، ویزا لے کر آؤ، مَیں ایک دن مدرسہ میں نہیں رہوں گا، مَیں پورے تین (۳) مہینے تک تمہارے ساتھ پورے "ہندوستان" کا دورہ کروں گا اور مجھے امید ہے کہ تمہارے بیانات سے تصوف زندہ ہوجائے گا اور تزکیۂ نفس کا شعبہ گرم ہوجائے گا۔

قاری صدیق صاحب جن کی اِس وقت پورے "ہندوستان" میں اتنی مقبولیت ہے جہاں وہ پاؤں رکھتے ہیں وہاں سر برستے ہیں، ہندو بھی کھڑا رہتا ہے، مَیں نے خود آنکھوں سے دیکھا، یہ واقعہ خود میرا چشم دید ہوا۔

مجھے خبر تھی کہ ہوگی مری مسیحائی | میں اپنے شیخ سے یونہی نہیں مرید ہوا
نظر سے مردہ دلوں کو ملی حیاتِ ابد | یہ واقعہ مرا خود اپنا چشم دید ہوا

مجھے اتنی خوشی ہوئی کہ وہاں کے علماء حیران رہ گئے، کیونکہ اُنہوں نے قاری صاحب کو اپنا بہت بڑا بنا کر بلایا تھا اور اُنہوں نے کہا کہ: یہ کیا بات ہے جس کو ہم معمولی سمجھتے تھے اُن کا بیان ہمارا بڑا کروا رہا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اِس طرح عزّت دینی تھی اپنی رحمت سے دونوں کو جمع کروا دیا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ: مَیں تقریریں بیت سنتا ہوں، لیکن! یہ باتیں مجھے سننے کو نہیں ملتی جو اختر بیان کرتا ہے۔"

احقر کے شیخِ اوّل، شیخ العرب والعجم عارف باللہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے کس کس نے محبت نہیں کی، اور کون کون محبت نہیں کر رہا ہے۔

"سعودی عرب" میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے عرب جڑے ہوئے، "پاکستان وہندوستان" اور "بنگلہ دیش" میں بھی ڈنکا پٹا ہوا ہے۔ "ساؤتھ افریقہ" کے بڑے بڑے علماء کرام حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ پر بیعت اور اجازت یافتہ، "بنگلہ دیش" کا بھی یہی معاملہ ہے، "ری یونین" جو "فرانس" کا جزیرہ ہے اور "ماریشس" میں بھی حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جو فیض جاری ہے، دنیا کے اکثر ممالک میں حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے فیوض وبرکات ہیں۔

احقر نے درمیان میں سے "**مجالسِ صدیق** رحمۃ اللہ علیہ" (جلد اوّل) کے ملفوظات پڑھے اور کچھ بیان بھی کیا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ۔ اَبھی بھی اِس وقت میرے سامنے موجود ہیں اور اُس میں سے ابھی بھی کچھ سنانے کا ارادہ ہے۔ احقر کا یکم/نومبر ۲۰۲۳ء کو "ماریشس" کا سفر بھی ہے، احقر کا ارادہ ہے اِس کو ساتھ ہی لے جائے تاکہ سفر میں یہ عجیب وغریب ملفوظات اللہ تعالیٰ پڑھنے کی توفیق عطاء فرمائے۔

اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے حبیب الامّت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی قبر کو نور سے بھر دیں۔ جنّت کے پھولوں سے بھر دے، اور اُن کے فیوض وبرکات کو اللہ تعالیٰ پوری دنیا میں پھیلائیں۔

احقر کو حضرت مولانا مفتی زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم سے بے پناہ محبت ہے، حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم کاش کہ!! اُن سے دعا کرانے کے بہانے مجھے اُن کا نمبر ملے، اُن سے بہت حد سے زیادہ محبت ہے کہ رات دن ایک کر کے حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کو عجیب عجیب انداز سے بنام "اِسلامی شادی، اِصلاحِ خواتین، بدنگاہی کا وبال اور اُس کا علاج، غصہ کا وبال اور اُس کا علاج، نصیحۃ العلماء، ریا ونمود کا مرض" وغیرہ الگ الگ عنوان کے تحت جمع کر دیے ہیں۔ یہ حضرت مفتی صاحب کے لیے قیامت تک کے لیے عظیم صدقۂ جاریہ ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اُن کی کئی کتابوں کی برقی نقل (PDF) کی صورت میں تو احقر کو مل بھی گئی ہیں۔ خصوصاً "اِسلامی شادی" کتاب میں حکیم الامّت مجدد الملت حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی جو باتیں لکھی ہیں اُنہیں اگر سونے

کے پانی سے بھی لکھا جائے تو بھی اُن کا حق کسی صورت ادا نہیں ہوسکتا۔ بہر حال اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے، اپنے کرم سے حضرت مفتی زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم کو اپنی شان کے مطابق جزائے عظیم عطا فرمائے، اُن کے درجات کو اللہ بلند فرمائے، اُن پر اللہ تعالیٰ خاص رحمتیں نازل فرمائے، اُن کی عمر میں اللہ تعالیٰ برکت عطا فرمائے، صحتِ کاملہ عاجلہ مستمرہ عطا فرمائے۔

ابھی احقر نے پڑھا کہ مفتی زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم نے اب حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ (بانی جامعہ عربیہ ہتورا، ضلع باندہ) کی مجالس پر کام شروع کیا ہے اور بہت زبردست کام شروع ہوا ہے۔ خاص کر اُن ملفوظات پر جو طلباء کرام اور علماء کرام کے بارے میں ہیں۔ کاش! اللہ تعالیٰ پوری دنیا کے "بنین وبنات" کے مدرسے اور ہر جگہ یہ کتاب پہنچائے اور یہ ملفوظات عام ہوں، اِن میں بہت ہی قیمتی نصیحتیں ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے ہر مدرسے، ہر مسجد اور ہر گھر میں اِس کی تعلیم شروع کرادیں۔ طلباء کرام اور اَساتذۂ کرام کے لیے بے شمار ملفوظات ہیں، اللہ تعالیٰ نے کئی مہینے تک بیان کرنے کا خزانہ عطا فرمادیا۔

جو کوئی بھی یہ کتاب پڑھے اُن سے میں درخواست کرتا ہوں کہ وہ احقر کے لیے بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ احقر کو معاف فرمائے، خاتمہ اِیمان پر نصیب فرمائے، مغفرت بے حساب فرمائے اور اللہ تعالیٰ دینی خدمات اور شرفِ قبولیت کے ساتھ صحت بھی عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ عمر میں بھی برکت عطا فرمائے۔

عزیزم مولانا مشکور ہاشمی صاحب احقر کے اجازت یافتہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں یہ توفیق دی کہ اُنہوں نے یہ سب چھپوانے کا اِنتظام کیا ہے۔

احقر کے شیخ اوّل، شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِس طرح دعا کرتے تھے کہ: اے اللہ! جو اسبابِ مالیہ، دعائیہ وبدنیہ ہیں، اُن سب پر خاص مہربانی فرمادیجیے۔ جو لوگ اپنا مال لگاتے ہیں، جو کوئی محنت کرتے ہیں، جو دعائیں دیتے ہیں، اور جو جسمانی طریقے سے مدد کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ سب کو اپنے شان کے مطابق جزائے عظیم عطا فرمائے اور قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ صدقہ جاریہ بنادے۔

ظاہری بات ہے کہ احقر "تقریظ" کو لکھ ہی نہیں سکتا اور دعاؤں میں بھی کمزور ہوں، احقر خود دوسروں کی دعاؤں کا محتاج ہے، پھر بھی اللہ تعالیٰ نے جو دعائیں کرائی ہیں اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی برکت سے قبول فرمائے، ظہور فرمائے اور سب حضرات کو اللہ تعالیٰ اپنی شان کے مطابق جزائے عظیم عطا فرمائے۔

اِس کتاب کے ملفوظات پڑھ کر شیخ العرب والعجم عارف باللہ مجدد زمانہ حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی بات یاد آتی ہے کہ: صاحبِ نسبت اور اللہ والا اگر دنیا سے چلا بھی جائے تو بعد میں اُن کے ملفوظات اور اُن کی باتیں پڑھ کر اور سن کر ایسا لگتا ہے کہ ابھی کہیں حیات ہیں، ہم اُن کی صحبت میں جا کر بیٹھیں۔

احقر کے پاس الفاظ نہیں ہیں، ایسا نہ ہو کہ "تقریظ" بیس (۲۰) صفحات پر ہو جائے، اِس لیے سب سے دعاؤں کی گزارش کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ احقر کو معاف فرمائے، اِس کی زیادہ دعا کریں۔

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ، سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِيْنَ

احقر فیروز عبداللہ میمن عفا اللہ عنہ

۱۴/ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ

مطابق ۳۰/اکتوبر ۲۰۲۳ء

بروز پیر

تقریظ سامی

از خامۂ محدث جلیل یادگارِ اسلاف محقق العصر

حضرتِ اَقدس حضرت مولانا مفتی عبدالروٴف غزنوی صاحب دامت برکاتہم

سابق امام مسجد دارالعلوم دیوبند و مدرّس دارالعلوم دیوبند، اِنڈیا

حال اُستاذ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ یوسف بنوری ٹاؤن، مدیر "ماہنامہ بینات" (عربی)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ وَحۡدَہٗ، وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنۡ لَّا نَبِیَّ بَعۡدَہٗ، وَبَعۡدُ!

حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ بانی "جامعہ عربیہ ہتورا، ضلع باندہ، اِنڈیا" سابق رُکنِ مجلسِ شوریٰ "دارالعلوم دیوبند" کی زیارت سے بہرہ مند ہونے کی سعادت احقر کو ملی ہے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ ایک طرف تو مجلسِ شوریٰ "دارالعلوم، دیوبند" کے رکنِ رکین تھے اور پابندی کے ساتھ مجلسِ شوریٰ کے ہر اجلاس میں شرکت کرنے کے لیے "دارالعلوم دیوبند" تشریف لایا کرتے تھے، اور دوسری طرف میرے اُستاذ و مرشد حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی قُدِّسَ سِرُّہٗ "صدر مفتی دارالعلوم دیوبند" کے شاگرد ہونے کی وجہ سے اُن کی خدمت میں وقتاً فوقتاً حاضری دیا کرتے تھے، اِس لیے جب تک اَحقر کا قیام "دارالعلوم دیوبند" میں رہا اُس دَوران اُن کی زیارت سے بار بار فیض یاب ہونے کا موقع ملتا رہا۔

مَیں براہِ راست اِس واقفیت کی روشنی میں بلا مبالغہ یہ کہہ سکتا ہوں کہ: حضرت مولانا باندوی رحمہ اللہ تعالیٰ کے اُن برگزیدہ بندوں میں سے تھے جنہیں دیکھ کر "اللہ تعالیٰ یاد آتا تھا"، اُن کے ملفوظات کو سننے والوں کی زندگیاں بدل جاتی تھیں اور اُن کی مجالس میں شریک ہوکر لوگوں کو غفلتوں سے نجات ملتی تھی۔ جناب مولانا مشکور ہاشمی صاحب زِیۡدَ مَجۡدُھُمۡ قابلِ مبارک باد ہیں جنہوں نے حضرت مولانا باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِفادات و اِرشادات پر مشتمل کتاب "**مجالسِ صدیق**" کو پاکستان میں شائع کرنے کا اِرادہ کیا ہے، اللہ تعالیٰ اُن کی اِس محنت کو قبول فرمائے اور قارئین کو اِس سے فیض حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمِین)

عبدالروٴف غزنوی عفا اللہ عنہ

۵/۳/۱۴۴۵ھ

تقریظ

حضرت مولانا مفتی اِنعام الحق قاسمی صاحب دامت برکاتہم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مفتی محمد انعام الحق قاسمی
استاذ حدیث و مفتی دار الافتاء
جامعۃ العلوم الاسلامیۃ
علامہ محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی

Mufti Mohammad Inamul-haq Qasmy
Ustaze-Hadees & Mufti Darul-Ifta
Jamiat-ul-Uloom-il-Islamiyyah
Allama Banuri Town Karachi
Pakistan - 74800

Ref. No: ____________ Date: ____________

الحمد لولیه و الصلاة والسلام علی نبیه و بعد!

اس دنیائے فانی میں اللہ پاک کے کچھ نیک بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جو سچے اور کھرے ہوتے ہیں، اللہ کے خاص دوست ہوتے ہیں، وہ خشیت الٰہی اور عشق خداوندی میں ایسے ڈوبے ہوتے ہیں کہ "الذین اذا رءوا ذکر اللہ" کے مصداق بن جاتے ہیں، ان کے ساتھ چند لمحات گذارنا بھی عبادت ہوتا ہے، بقول مولانا روم:

؎ یک زمانہ صحبت با اولیاء بہتر از صد سالہ طاعت بے ریاء

ایسے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم "کونوا مع الصادقین" کی صورت میں خود اللہ پاک نے قرآن کریم میں نازل فرمایا ہے، ان لوگوں کی باتیں ایسی مشک بار ہوتی ہیں کہ ایک زمانہ ان سے معطر ہوتا ہے، اور بندگان خدا انہیں سن کر اپنے رب کے قریب تر ہوجاتے ہیں، ان کے الفاظ میں ان کے ملکات وجذبات سموئے ہوئے ہوتے ہیں، وہ جو کہتے ہیں دل سے کہتے ہیں، اس لئے ان کی گفتگو ان کی پند ونصائح، ان کی وعظ وتذکیر دلوں کی کایا پلٹ دیتی ہے۔

؎ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پَر نہیں، طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

ایسے عظیم لوگ واقعی اس لائق ہوتے ہیں کہ ان کی زبان سے نکلے ہوئے نصیحت وخیر خواہی کے جذبات سے بھرے ہوئے جملے، ان کے دل سے نکلی ہوئی درد بھری باتیں، عشق حقیقی سے سرشار ان کے کلمات، اور حب رسول میں ڈوبے ہوئے ان کے الفاظ نہایت سلیقے سے موتیوں کی طرح محفوظ کرلئے جائیں، اور دیر تک اللہ کے بندے ان سے فائدہ حاصل کریں۔

ایسی ہی بااثر شخصیات میں سے ایک، اور اسی سلسلۃ الذہب کی ایک روشن کڑی اور اللہ کے ایک نیک بندے: ہندوستان کے شہر اتر پردیش کے ضلع باندہ کے گاؤں ہتھورا کے مایہ ناز، مرد مجاہد، جامعہ عربیہ ہتھورا کے بانی ومؤسس، شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی اور قاری عبد الرحمن پانی پتی رحمہا اللہ کے تلمیذ رشید، حضرت مولانا اسعد اللہ اور حضرت مولانا شاہ ابرار الحق ہردوئی رحمہا اللہ کے متوسل خاص، یادگار اسلاف، پیکر زہد وتقویٰ قاری القراء حضرت مولانا قاری سید صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ بھی تھے!

اللہ تعالیٰ نے حضرت کو علم وعمل کا بحر ذخار اور "النصح لکل مسلم" کا حقیقی نمونہ بنایا تھا، آپ جب کسی مجلس میں گفتگو فرماتے تو جذبہ نصیحت سے معمور ہوکر علم وحکمت کی موتی بکھیرتے، آپ کی گفتگو میں قرآن وحدیث کی تشریحات بھی ہوتیں اور تصوف وتزکیہ کی توضیحات بھی، اس میں تجربات ومعلومات کے خزانے بھی بکھیرے جاتے اور لطائف ونکات کے چشمے بھی بہائے جاتے، اولیاء کرام اور اسلاف کے حالات بھی بتائے جاتے اور اصلاح معاشرہ کے رہنما اصول بھی سکھائے جاتے، علماء وطلباء کی تربیت بھی کی جاتی اور انہیں علماء ربانی بننے کے گر بھی سکھائے اور بتلائے جاتے!

بسم اللہ الرحمن الرحیم

Mufti Mohammad Inamul-haq Qasmy
Ustaze-Hadees & Mufti Darul-Ifta
Jamiat-ul-Uloom-il-Islamiyyah
Allama Banuri Town Karachi
Pakistan - 74800

مفتی محمد انعام الحق قاسمی

Ref. No: ____________ Date: ____________

غرض راہ حق کے اس مجاہد اور امت مسلمہ کی اصلاح کی فکر سے سرشار اس اللہ والے کے دل سے نکلا ہوا ہر ہر فقرہ حقائق و معانی کے عطر سے معطر ہوتا۔ ہر لفظ صبغۃ اللہ سے رنگا ہوا اور ہر جملہ عشق حقیقی میں ڈوبا ہوا ہوتا تھا۔

ایسے میں ضروری تھا کہ کوئی قدر شناس جوہری اس نایاب جوہر کی پہچان کرتے ہوئے ان کی مجالس کی گفتگو کو لکھ کر محفوظ کر لیتا، اور ان کا درد دل اور ان کی جواہر سے قیمتی باتیں اگلی نسل تک منتقل کرتا!

جناب مولانا محمد زید مظاہری ندوی صاحب (استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ) انہی جوہر شناسوں میں سے ہیں، یہ حضرت کے خاص شاگرد ہونے کے ساتھ ساتھ ان کے محب صادق بھی ہیں، یہ حضرت کے رفیق سفر و حضر اور ایک لمبے عرصے تک ان کے مجلس نشین بھی رہے ہیں، انہوں نے حضرت کے ملفوظات اور مختلف مجالس میں کی گئی گفتگو کو نہ صرف یہ کہ قلم بند کیا، بلکہ خوب محنت اور نہایت سلیقے سے ترتیب دے کر "مجالس صدیق" کے نام سے اسے منصۂ شہود پر بھی لے آئے، اس پر مولانا زید صاحب قابل صد مبارک باد اور لائق ستائش ہیں!

آپ کے ہاتھوں میں موجود اس وقت یہ "مجالس صدیق" پڑھنے اور دیکھنے کو تو ملفوظات ہیں، لیکن حقیقت یہ ہے کہ اس میں پند و نصیحت اور علم و حکمت کے وبیش قیمت جواہر ہیں جو طالبین صادقین کے لئے واقعی مشعل راہ ہیں!

ہم دعا گو ہیں کہ اللہ تعالی ہمیں اور تمام قارئین کو اپنے اکابر کے ان ارشادات پر عمل کرنے، اور امت مسلمہ کے لئے عموما اور علماء و طلباء کی رہنمائی کے لئے خصوصا ان کی تعلیمات کو عام کرنے کی توفیق عطا فرمائیں، حضرت مولانا سید صدیق احمد باندوی رحمہ اللہ کے درجات کو اللہ تعالی بلند سے بلند تر فرمائیں، ان کے فیوض سے مستفید ہونے کی ہمیں توفیق نصیب فرمائیں، اور ان کے ان ملفوظات کے جامع اور ضبط کرنے والوں کو خاص طور پر مولانا زید مظاہری صاحب کو اجر عظیم عطا فرمائیں۔

آمین۔ بجاہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وعلی آلہ و صحبہ اجمعین، وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

کتبہ

محمد انعام الحق

(مفتی) محمد انعام الحق قاسمی

استاذ حدیث و مفتی دار الافتاء

جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

۱۸/۳/۱۴۴۵ھ ـ ۵/۱۰/۲۰۲۳ء

تاثرات بر کتاب مستطاب "مجالس صدیق"

عصر حاضر کے عظیم مورخ اِسلام اور نامور مصنف و کالم نگار ممتاز عالم دین

حضرت مولانا محمد اِسماعیل ریحان صاحب دامت برکاتہم

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

حَامِدًا وَّ مُصَلِّیًا وَّ مُسَلِّمًا!

چند دن قبل محترم و مکرم حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب نے فون پر خوش خبری سنائی کہ وہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی قُدِّسَ سِرُّہٗ کی مجالس اور اِرشادات پر مشتمل ایک نئی کتاب "**مجالسِ صدیق**" شایع کرنے کی تیاری کر رہے ہیں۔ راقم کی فرمائش پر اُنہوں نے کتاب کا مسودہ بھیج دیا۔ اِس سے قبل وہ "**اِفاداتِ صدیق**" کے نام سے اِس قِسم کا ایک مفید مجموعہ شائع کر چکے ہیں جس کی اِفادیت شک وشبہے سے بالاتر ہے۔ حضرت قاری صاحب قُدِّسَ سِرُّہٗ کے اِرشادات میں اکابرِ خانقاہ تھانہ بھون کا اَثر بخوبی نظر آتا ہے اور اُسی نور کی کرنیں چمکتی دمکتی ہیں جو "مواعظِ حکیم الامّت" اور "ملفوظاتِ حکیم الامت" کا مایۂ اِمتیاز ہے۔

بندہ آج کل "تاریخ اُمّتِ مسلمہ" کے چھٹے حصے کی ترتیب وتدوین میں پوری طرح منہمک ہے۔ اِس لیے فی الحال "مجالس صدیق" کو پوری طرح پڑھنے کی نوبت نہیں آسکی۔ ویسے بھی بزرگوں کے "ملفوظات" کی کتب کے بارے میں راقم کا ذوق یہ ہے کہ اُنہیں عمل کی نیت سے تھوڑا تھوڑا پڑھنا اور دوا کی طرح قطرہ قطرہ جذب کرنا چاہیے۔ پس! اب تک اپنی اِصلاح کی نیت سے حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے "ملفوظات" سے جس قدر اِستفادہ کیا ہے، اُس کے بعد جامع و مرتب حضرت مفتی محمد زید مظاہری دامت برکاتہم اور ناشر حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب مدظلہ کے لیے بے ساختہ دل سے دعائیں نکل رہی ہیں۔ اَکابر کے کلمات و اِفادات کو محفوظ کرنا اور اُنہیں دوسروں تک پہنچانا بلاشبہ! اُن حضرات کے مشن کو آگے بڑھانے کا اَہم ذریعہ ہے۔ حضرت مفتی محمد زید مظاہری دامت برکاتہم اور حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب مدظلہ نے ہم جیسے لوگوں کو جو حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت اور صحبت سے محروم رہے، "**مجالسِ صدیق**" کے ذریعہ گویا اُن نورانی محافل میں جا بٹھایا ہے۔ یہ کتاب جمیع مسلمین کے لیے بالعموم، جب کہ

مدارس دینیہ، تبلیغ اور خانقاہوں سے تعلّق رکھنے والوں کے لیے بالخصوص اِنتہائی مفید ہے۔ بہت سے روگ اور فتنے جو دینی کاموں میں پیدا ہو گئے ہیں اُن کا تریاق اِن مجالس میں موجود ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت قاری صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی روح پر بے شمار و بے حساب رحمتیں نازل فرمائے اور جامع و ناشر کی اِس کاوش کو اَعلیٰ سے اَعلیٰ طور پر قبول فرمائے۔

آمِین بِجَاہِ سَیِّدِ الْمُرْسَلِینَ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

(حضرت مولانا) محمد اِسماعیل ریحان (صاحب دامت برکاتہم)

ادارہ علوم القرآن، خالقداد

جمعہ ۱۹ / ربیع الاوّل ۱۴۴۵ھ مطابق ۶ / اکتوبر ۲۰۲۳ء

عرضِ مُرتّب

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: إِنَّ الْعُلَمَآءَ وَرَثَةُ الْأَنْبِيَاءِ ۔ ❶ کہ علماء انبیاء علیہم السلام کے وارث ہیں اور جانشین ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے وارث اور جانشین ہونے کا مطلب یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں دینی نقطۂ نظر سے وہ اُمّت کی پوری رہنمائی کرتے ہیں، علمی میدان ہو یا عملی، علماء ربانیین کا طرزِ عمل اور اُن کی ہدایات اُمّت کے لیے اُسوہ اور لائحۂ عمل کا درجہ رکھتی ہیں۔ اِسی وجہ سے ایک حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: عُلَمَآءُ أُمَّتِيْ كَأَنْبِيَآءِ بَنِيْ إِسْرَآئِيْلَ ۔ ❷ میری اُمّت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کے مثل ہیں۔ نیز ایک حدیث پاک میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اُمّت کو حکم دیا: اَكْرِمُوا الْعُلَمَآءَ ۔ ❸ علماء کا اِکرام کرو۔ ایک حدیثِ پاک میں یہاں تک فرمایا: لَيْسَ مِنَّا مَنْ لَّمْ يَعْرِفْ حَقَّ عَالِمِنَا ۔ ❹ جو علماء کا اِکرام نہ کرے وہ ہمارا آدمی نہیں، ہمارے طریقے پر نہیں، ہم اُس سے بے زار ہیں۔ ایک حدیث پاک میں یہاں تک فرمادیا کہ اللہ فرماتا ہے کہ: جو میرے ولی کو ستائے اُس کے لیے میری طرف سے اِعلانِ جنگ ہے۔ ❺

اِن اَحادیث کی روشنی میں فقہاء و محدثین نے علماء ربانیین اور مشائخ کے بہت سے حقوق بیان فرمائے ہیں، چناں چہ دینی کاموں میں اُن کی نصرت و حمایت اور اَعانت کرنے کو حسبِ اِستطاعت ضروری قرار دیا ہے، ضرورت پڑنے پر حسبِ حیثیت اِکرام کے ساتھ اُن کی مالی خدمت کرنے کو بھی اُن کے حقوق میں بیان فرمایا ہے۔ لیکن! یہ سارے حقوق و فضائل اُنہی علماء کے لیے ہیں جنہیں علماء ربانیین کہا جاتا ہے، جن کی عملی زندگی واقعی اُسوہ بنانے کے قابل ہوتی ہے، جو واقعۃً علمی و عملی اور اَخلاقی میدان میں نبی کے وارث اور اُن کے نقشِ قدم پر ہوتے ہیں، جن کا عمل علم کے موافق اور اُس کے ساتھ ساتھ چلتا ہے، جو نبی کے طریقوں اور سنتوں کے عاشق اور اُس کی

---

❶ (سنن ابی داؤد، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، ج ۲، ص ۱۵۷، طبع مکتبۃ الحسن، لاہور)

❷ (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب المناقب والفضائل، باب مناقب علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ، ج ۹، ص ۳۹۳۲، طبع دار الفکر، بیروت)

❸ (الفردوس بماثور الخطاب المعروف مسند الفردوس دیلمی، باب الف، ج ۲، ص ۷۶، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

❹ (الفردوس بماثور الخطاب المعروف مسند الفردوس دیلمی، باب اللام، ج ۳، ص ۴۱۴، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

❺ (صحیح البخاری، کتاب الرقاق، باب التواضع، ج ۲، ص ۹۶۳، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اِشاعت کا جذبہ رکھتے ہیں اور اُس کی کوشش کرتے ہیں، جن کا ظاہر شرع کے مطابق اور باطن عشقِ خدا اور عشقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے سے منوّر ہوتا ہے، وہ یہود و نصاریٰ اور غیروں کے طور طریق سے بالکل بے زار و نفور رہتے ہیں، جن کی شان یہ ہوتی ہے کہ وقت آنے پر اِظہارِ حق بھی کر دیتے ہیں گو تلخ ہی کیوں نہ ہو۔ لَا یَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ۔۔۔ الآیۃ [1] کا وہ پورا مصداق ہوتے ہیں۔ فرائض سے آگے نوافل اور ذکرِ خداوندی اور تلاوت اُن کے معمولات میں شامل ہوتی ہے، وہ "کینہ، بغض، حسد، عداوت، غیبت، چغلی، اور فضولیات" سے کلیۃً پرہیز کرتے ہیں اور اَخلاقِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اُن کا شعار ہوتا ہے، وہ کفایت شعار اور قانع بن کر دنیا میں زاہدانہ زندگی گزارنے کو پسند کرتے ہیں اور حرص و لالچ اور مداہنت سے کوسوں دور بھاگتے ہیں، وہ فحش و بے حیائی و بے پردگی کے قریب بھی نہیں پھٹکتے، وہ طرح طرح کی خرافات و رسومات اور بدعات سے اپنے دامن کو بچاتے ہیں، اُمّت میں جب ایسے علماء پائے جاتے ہیں تو رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں، اور اُمّت میں صلاح و فلاح کے آثار پائے جاتے ہیں۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! ہمارے اَکابر و مشائخ جن کو ہم نے قریب سے دیکھا ہے: حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مُحِیُّ السُّنَّۃ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، مفکرِ اِسلام حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ اور اِن کے علاوہ ہمارے اکابر میں سے حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اِنہی مذکورہ بالا صفات سے متصف تھے اور اِن حضرات کی پوری کوشش ہوتی تھی کہ دینی مدارس میں پڑھنے والے طلباء اور فارغ ہونے والے علماء بھی اِنہی اَوصاف سے متصف ہوں، اِس کے لیے ہمارے اَکابر نے مختلف کوششیں کیں، مدارس کے طلباء کی، اَعمال و اَخلاق کی اِصلاح کی طرف خصوصی توجہ کی، مواعظ و خطبات اور اِصلاحی مجالس میں خاص طور اِس کو پیشِ نظر رکھا اور اَہمیت سے بیان فرمایا۔ چناں چہ حکیم الامّت حضرت مولانا اشرف تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے "مواعظ" اور شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی "آپ بیتی" اور بعض تصانیف میں اِس نوع کے اِصلاحی مضامین بکھرے پڑے ہیں جن میں علماء و طلباء کی اِصلاح کی طرف خصوصی توجہ دلائی گئی ہے۔

حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ وَنَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ بھی دینی مدارس کے اَساتذہ اور فارغ ہونے والے طلباء کی طرف سے بڑے فکرمند رہتے تھے، اُن کے اَعمال و

---

[1] (سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ: ۵۴)

اَخلاق کی نگرانی اور اِصلاح وتربیت کی مختلف کوششیں بھی فرمایا کرتے تھے، اِس مقصد کے لیے کبھی اہل اللہ کے مواعظ سناتے، کبھی اِصلاحی مجالس کا اہتمام فرماتے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کا ہمیشہ کا یہ معمول رہا کہ بعد عشاء مسجد میں (جس میں طلباء کی حاضری لازمی تھی) کوئی اِصلاحی کتاب سناتے، کبھی وعظ فرماتے، کبھی نصیحت کرتے، کبھی ڈانٹ ڈپٹ کرتے، عجیب وغریب اِصلاح کا اَنداز ہوتا تھا جو بڑا مؤثر اور دل میں اُترتا چلا جاتا تھا۔

احقر ناکارہ کو تقریباً بیس (۲۰) سال حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں رہنے کی سعادت حاصل رہی، اور اللہ کی توفیق سے اِس نوع کی حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی تمام اِصلاحی باتیں، نصیحتیں جمع کرتا رہا، جس کے کچھ حصے "**اِفاداتِ صدیق** رحمۃ اللہ علیہ" اور "**اِصلاحِ نفس**" کے نام سے شائع ہوچکے ہیں، یہ حصہ "**مجالسِ صدیق** رحمۃ اللہ علیہ" کے نام سے موسوم ہے، جو ایسے ہی "نصائح وملفوظات" کا مجموعہ ہے، پندرہ، بیس (۱۵، ۲۰) سال کے عرصہ میں حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی اِس نوع کی اِصلاحی مجالس کا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کافی ذخیرہ اور مواد موجود ہے، لیکن! اَفسوس کہ! احقر اپنے دیگر مشاغل ومصروفیات کی بنا پر اِس کو جلد منظرِ عام پر لانے سے قاصر رہا، ایک عرصہ کے بعد "**مجالسِ صدیق** رحمۃ اللہ علیہ" کی یہ پہلی جلد آپ کے ہاتھوں پہنچ رہی ہے، اَبھی اِسی اَنداز کی متعدد جلدیں اِنْ شَآءَ اللّٰہ آئیں گی۔ قارئین کرام سے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ پاک محض اپنے فضل وکرم سے اِس کو قبول فرمائے، اور جلد اَز جلد اِس سلسلہ کی تکمیل فرمائے۔

بلا شبہ! ہمارے اَکابر کا یہ قیمتی سرمایہ ہے، جس میں اَصاغر کی اِصلاح کا سامان موجود ہے، اللہ تعالیٰ ہم کو اپنی اِصلاح کی فکر اور اپنے بڑوں کے قیمتی اِرشادات کی قدردانی اور اُس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین) ضرورت اِس بات کی ہے کہ: اَکابر کے یہ اِرشادات اہل مدارس، علماء وطلباء تک زائد سے زائد پہنچائے جائیں اور اُن کو پڑھ کر سنائے جائیں۔ اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے برادر عزیز مفتی اقبال سَلَّمَہٗ کو کہ اُنھوں نے اِس کے مسودہ پر نظرِ ثانی کرکے میرے بوجھ کو ہلکا کردیا اور کتاب جلد منظرِ عام پر آگئی۔

(حضرت مولانا مفتی) محمد زید مظاہری ندوی (صاحب دامت برکاتہم)

اُستاذ کلیۃ الشریعۃ، دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

۱۴/ ربیع اول ۱۴۲۸ھ

سوز دروں

صریر قلم یکے از اہل میخانہ

ناشر (حضرت مولانا) مشکور ہاشمی (صاحب دامت برکاتہم)

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ وَ کَفٰی وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی!

مَا مِنْ مَیِّتٍ إِلَّا یُعْرَضُ عَلَیْهِ أَهْلُ مُجَالَسَتِهِ الَّذِینَ کَانَ یُجَالِسُ إِنْ کَانُوْا أَهْلَ اللَّهْوِ فَأَهْلُ اللَّهْوِ، وَإِنْ کَانُوْا أَهْلَ الذِّکْرِ فَأَهْلُ الذِّکْرِ۔ [1]

ترجمہ: "جب آدمی موت کے قریب ہوتا ہے اُس وقت اُس کے ہم مجلسوں کی صورت اُس کے سامنے کی جاتی ہے، اگر اُس کا اُٹھنا بیٹھنا فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ہو تو وہ سامنے لائے جاتے ہیں اور اگر اُس کا اٹھنا بیٹھنا نیک لوگوں کے پاس ہو تو وہ سامنے لائے جاتے ہیں"۔

دوڑ پیچھے کی طرف اے گردش ایام تو ہاں دکھادے اے تصور وہی صبح شام تو

"**مجالسِ صدیق**" جو کہ میرے محبوب اُستاذ، مشفق مربی، میرے روحانی والد، سیّدی و سندی، مَاْوَائِیْ وَ مَلْجَائِیْ، حبیب الامّت، عارف باللہ، قطب زمانہ حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ کی پُرنور اِصلاحی مجالس، جو کَیْفَ مَا اتَّفَقَ ہوا کرتی تھیں، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کے جو بیانات اُس میں ہوا کرتے تھے اُن بیانات وتقاریر کا مجموعہ اِس گلدستہ میں موجود ہے، ایک عرصہ سے یہ تمنا تھی کہ "ہندستان" کی طرح "پاکستان" کے عوام وخواص بھی اِن گلہائے رنگارنگ سے لطف اندوز ہوسکیں۔

اِس کی اِشاعت کا قصد مجھے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی مجالس میں لے گیا، جو بجا طور پر "حَفَّتْهُمُ الْمَلَائِکَةُ وَغَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَنَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِینَةُ"۔ [2] کا مصداق ہوا کرتی تھیں۔

---

[1] (شعب الایمان، تحریم الملاعب والملاھی، ج ۸، ص ۸۴، طبع مکتبہ الرشد، ریاض)

[2] (صحیح لمسلم، کتاب الذکر والدعاء والتوبۃ والاستغفار، باب فضل الاجتماع علی تلاوت القرآن وعلی الذکر، ج ۲، ص ۳۴۵، طبع یادگار شیخ، کراچی)

اک زمانہ گذر گیا مگر آج بھی اُن مجالس کا نقشہ قلب وذہن میں اُسی طرح تر وتازہ ہے جیسے کل ہی کی بات ہو، اور حضرت اَقدس ﷫ کے اَنفاسِ طیبہ کی مہک گرد وپیش ایسی ہی محسوس ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ﷫ کی حیاتِ طیبہ میں حضرت نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کے وجود مسعود سے پھوٹتی تھی۔

مجھے نہ اِس میں تردد ہے، نہ مبالغہ کہ آج بھی کسی پریشانی یا تنگی کے عالم میں حضرت والا ﷫ کے دستِ شفقت کو اپنے کندھے پر عیاناً محسوس کرتا ہوں۔ حضرت والا ﷫ کی اِس تقویت وتسلی سے بِحَمْدِ اللّٰہ! جہاں قلبی تشویش رفع ہو جاتی ہے وہاں یہ بے پایاں اِحساسِ مسرت بھی دل کو خوشی سے نہال کر دیتا ہے کہ حضرت والا ﷫ کی روحانیت اِس ناکارہ کی جانب بھرپور اَنداز میں متوجہ ہے، خداوندِ قدوس اِس اِحساس کو ہمیشہ زندہ وتابندہ رکھے۔ (آمین)

حقیقت یہ ہے کہ: حیاتِ مستعار کے وہ لمحاتِ گراں مایہ جو اُس شجرِ سایہ دار کی گھنی چھاؤں میں بسر ہوئے، مُرُوْرِ اَیَّام اگر اُن کے فانی ہونے کو نہ بتاتا تو دل ضرور اُس کے جاودانی ہونے کی گواہی دیتا کہ وہ اَیام کبھی دل ونگاہ سے رخصت ہوئے ہی نہیں، وہ تو میری روح میں سما گئے، اُن کی یاد صبح ومَسَاء، لَیْل ونَہَار کے کسی پہر میرے قلب سے محو ہوتی ہی نہیں کہ اُنہیں عام اَیام کی مانند اَیامِ گذشتہ قرار دے دیا جائے، بل کہ وہ حسین لمحات جو حضرت والا ﷫ کی رفاقت وصحبت میں بسر ہوئے رگ وپے میں اِس طرح پیوست ہیں گویا روح جسم میں، اور اُن کا تصور بھی اُس وقت محو ہوگا جب میری روح میرے جسم سے جدا ہو جائے گی، اِس سے قبل اُن کا جدا ہونا مجھ سے ایسا ہی ناممکن ہے جیسے پھول سے خوشبو کا جدا ہونا یا قوسِ قزح سے رنگ کی جدائی یا رگوں سے بہنے والے خون کی جدائی۔ جس طرح مذکورہ بالا چیزیں ایک دوسرے سے پیوستہ ہیں اِسی طرح میرے حضرت ﷫ کی ایک ایک اَدا، بات اور یاد میرے قلب ودماغ میں وابستہ وپیوستہ ہیں۔

اللہ اللہ!! کیا مجالس ہوا کرتی تھیں!!! میرے شیخ نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کی جن کا تذکرہ اِس کتاب میں ہے۔ اے کاش! قلم وقرطاس کی مانند کوئی اِیسا پیمانہ بھی ہوتا جو الفاظ کے ساتھ ساتھ اُس تڑپ وکڑھن کو، لب ولہجہ کو، اُس سوز وگداز کو، کام ودہن کی اُس حلاوت وشیرینی کو نقل کر سکتا جس سے میرے قلب ومسامع آج بھی محظوظ ہوتے ہیں۔

نہ کوئی شاعرانہ تخیل، نہ خطیبانہ جاہ وجلال، نہ مُقَفّٰع مُسَجَّع عبارات، نہ قصہ گوئی، نہ اَفسانوں سے مُرَصَّع پیشہ ورواعظین کی طرز پر تقاریر۔قرآن وحدیث پر مشتمل انتہائی سادہ پُر مغز شستہ الفاظ جو پند ونصائح سے معمور قلب کی گیرائی اور گہرائی سے کہے جاتے تھے، جاذبیت اور چاشنی اِیسی کہ بڑے بڑے مشائخ بھی ہمہ تن گوش ہوا کرتے تھے اور دیہاتی کسان اور مزدور بھی نفع اَندوز ہوتے۔

آپ رحمۃ اللہ علیہ کی مثال ایک ایسی بارش کی سی تھی جو عالم وجاہل سب پر یکساں برستی ہو اور سب کو برابر سیراب کرتی ہو۔ پسِ مرگ حیاتِ اَبدی کی آب یاری اُن ہی لمحاتِ عدیدہ کی مرہونِ منت ہے۔ اللہ پاک حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں بیتے اُن اَیام کی بدولت حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی جوتیوں کے صدقے اِس نابکار کی اَدنیٰ مساعی کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت بخش کر خاتمہ بالخیر فرمادے اور مغفرت فرمادے۔(آمِین)

خاکپائے صدیق

مشکور ہاشمی عفی عنہ

مختصر سوانح نقوش

حبیب الامّت حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ

ولادت وسلسلۂ نسب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی ولادت بروز جمعہ ۱۱ شوال ۱۳۴۱ھ بمطابق ۲۹ اپریل ۱۹۲۳ء اپنے گاؤں "ہتھورا، ضلع باندہ، اُتر پردیش" میں ہوئی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد کا نام "سیّد اَحمد" ہے اور دادا کا نام سیّد عبدالرحمٰن ہے۔ سلسلۂ نسب "سیّد قاضی محمد داوٗد" کے واسطے سے "امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ" تک پہنچتا ہے۔

تعلیم وفراغت

جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عمر ۶ سال کے لگ بھگ تھی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے والد ماجد اِس جہانِ فانی سے حیاتِ جاویدانی کی طرف کوچ کر گئے اور دَاعی اَجل کو لَبَّیْك کہہ گئے۔ والد کے اِنتقال کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ کی اِبتدائی تعلیم اور ناظرہ قرآن مجید آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دادا "سیّد عبدالرحمٰن رحمۃ اللہ علیہ" نے مکمل کروایا۔ ابھی حفظِ قرآن مجید کا آغاز کیا تھا کہ دادا نے بھی داعی اَجل کو لَبَّیْك کہا۔ دادا کی وفات کے بعد حفظِ قرآن کی تکمیل اپنے ماموں "مولانا سیّد امین الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ" سے کی اور اُنہی سے فارسی کی ابتدائی کتابیں پڑھیں۔ پھر "کانپور" تشریف لے گئے اور وہاں مختلف اساتذہ سے عربی و فارسی مبادیات کی تعلیم حاصل کی۔ پھر "کانپور" سے "پانی پت" تشریف لے گئے وہاں "شرح جامی" تک مختلف کتابیں پڑھیں اور قرأتِ سبعہ کی تعلیم حاصل کی۔ شوال ۱۳۵۸ھ بمطابق ۱۹۳۹ء میں مشہور تعلیم گاہ "مظاہر العلوم سہارن پور" میں داخلہ لیا اور پھر شرح جامی کے درجہ سے لے کر "دورۂ حدیث" تک وہیں تعلیم حاصل کی اور ۱۳۶۳ھ بمطابق ۱۹۴۴ء کو "مظاہر العلوم سہارن پور" سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کی فراغت ہوئی۔

اَساتذہ دورۂ حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم

"دورۂ حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم" میں مندرجہ ذیل اَساتذہ سے حدیثِ نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کا فیض حاصل کیا:

- "بخاری (اوّل) اور ابوداوٗد" شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔
- "بخاری (ثانی)" مولانا عبداللطیف صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔
- "مسلم شریف" مولانا منظور احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔
- "ترمذی، شمائل ترمذی اور طحاوی" مولانا عبدالرحمٰن صاحب کامل پوری رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں۔
- "نسائی" مولانا اَسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھی۔

تدریسی زندگی

فراغت کے بعد چند ماہ "گونڈہ مدرسہ فرقانیہ" میں اور پھر چند سال "فتح پور مدرسہ اسلامیہ" میں تدریسی خدمات اَنجام دیں، اُس کے بعد فتنۂ اِرتداد کا دل جمعی اور دلیری سے مقابلہ کیا۔

بیعت وسلوک

حضرت رحمۃ اللہ علیہ "مظاہر العلوم" میں زمانۂ طالبِ علمی میں ہمیشہ حضرت مولانا اَسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ مولانا اَسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہوئے اُنہوں نے ۱۳۷۶ھ میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو خلافت اور اِجازت دی۔

خلافت واِستفادہ

خلافت واِجازت تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دو (۲) حضرات نے عطا کی:

① حضرت مولانا اَسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔
② حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ۔

البتہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مولانا اَسعداللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے وِصال کے بعد وقت کے نامور علماء ومشائخ سے سلسلۂ زیارت واِستفادہ جاری رکھا۔ جن میں حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلفاء مولانا شاہ وصی اللہ الٰہ آبادی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ عبدالغنی پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ، مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کیا۔ اِسی طرح شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مولانا محمد اَحمد پرتاب گڑھی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اِستفادہ کیا۔

اَزدواجی زندگی

۱۹۴۶ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ رشتہ اَزدواج میں منسلک ہوئے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے دس بچے تھے۔ چھ (۶) بیٹیاں اور چار (۴) بیٹے۔ دو بیٹیاں اور ایک بیٹا تو بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے۔ باقی تین صاحب زادے مولانا سیّد حبیب مظاہری، مولانا قاری سیّد نجیب اَحمد قاسمی اور مولانا قاری سیّد حسیب اَحمد مظاہری اپنی علمی خدمات اَنجام دینے کے ساتھ اپنے عظیم والد کی جانشینی فرما رہے ہیں۔

تصانیف

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چند تصانیف درجہ ذیل ہیں:

1. تسہیل التجوید۔
2. احکامِ میّت۔
3. آداب معلّمین و متعلّمین۔
4. تسہیل المنطق۔
5. حق نما۔
6. فضائل نکاح۔
7. تسہیل الصرف۔
8. فضائل علم۔
9. تسہیل النحو۔
10. منظوم مجموعہ کلام۔
11. قواعدِ فارسی۔
12. تسہیل السامی شرح شرح ملا جامی۔
13. اِسعاد الفہوم شرح سُلّم العلوم۔
14. سیرت النبوی صلی اللہ علیہ وسلم پر سنن کی ترتیب سے واقعات کا بیان۔

وفات

۲۲ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۷ اگست ۱۹۹۷ء بروز بدھ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے دماغ پر فالج کا حملہ ہوا اور دماغی رگ پھٹ گئی۔ جس کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو "لکھنؤ" کے ایک پرائیوٹ نرسنگ ہوم لے جایا گیا۔ جہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۳ ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۸ اگست ۱۹۹۷ء بروز جمعرات بوقت چاشت داعیٔ اَجل کو لَبَّیک کہہ کر اِس جہان فانی کو خیر باد کہہ گئے۔ (اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ)

جنازہ و تدفین

شبِ جمعہ رات ۹ بجے بعد نماز عشاء حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی نمازِ جنازہ ادا کی گئی۔ نماز جنازہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے فرزند حضرت مولانا سیّد حبیب مظاہری صاحب نے پڑھائی۔ [1]

---

[1] (ماخوذ: پس مرگ زندہ از مولانا نور عالم خلیل امینی صاحب، دار العلوم دیوبند) (ماخوذ: حیات صدیق رحمۃ اللہ علیہ از مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی، ہتھورا، انڈیا)

بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ○

مُرتِّب کا مختصر تعارف ①

حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم

اُستاذ الحدیث دار العلوم ندوۃ العلماء، لکھنؤ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ۔

نام: محمد زید۔ والد ماجد: حکیم مختار احمد صاحب۔

تاریخ پیدائش: ۱۶ فروری ۱۹۶۳ء بروز دوشنبہ (پیر)

آبائی وطن: قصبہ اُمرودہا، ضلع کانپور، یوپی (انڈیا)

موجودہ وطن: دوبگا، ہردُوئی روڈ، لکھنؤ، یوپی (انڈیا)

اِبتدائی تعلیم: ۱۹۶۷ء گھر اور مکتب (ناظرہ قرآن پاک ودینیات)

حفظ وقرأت کی تکمیل: ۱۹۷۱ء "مدرسہ عربیہ حیات العلوم" قصبہ خانپور، اوریا، ضلع اٹاوہ (یوپی)

عالمیت: ۱۹۷۲ء "جامعہ عربیہ ہتھورا" ضلع باندہ (یوپی) (از اِبتداء تا مشکوٰۃ شریف، بیضاوی شریف، ہدایہ رابع وغیرہ) تا ۱۹۷۹ء۔

دورۂ حدیث شریف: ۱۹۸۰ء "جامعہ مظاہر علوم" سہارنپور (صحاح ستہ) "بخاری شریف" کا اِفتتاح از شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

تکمیل اِفتاء: ۱۹۸۲ء "جامعہ مظاہر علوم" سہارنپور (حضرت مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے اِفتاء کی کتابیں پڑھیں اور مشق کی۔)

تکمیل عربی اَدب: ۱۹۸۳ء "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں عربی اَدب میں داخلہ لیا اور دُوسالہ کورس مکمل کیا۔

---

① حضرت مولانا مفتی محمد زید مظاہری ندوی صاحب دامت برکاتہم نے یہ مختصر تعارف حضرت مولانا ابن الحسن عباسی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِرسال کیا تھا اُن کے توسط اور اِجازت سے ہم نے نقل کیا ہے۔

تکمیل قرأتِ سبعہ: ۱۹۸۵ء میں "جامعہ عربیہ ہتھورا" ضلع باندہ میں قرأتِ سبعہ کی تکمیل کی۔

تصوّف وسُلوک: ۱۹۷۸ء میں زمانۂ طالبِ علمی میں حضرت مولانا سیّد صدیق احمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واِسترشاد کا تعلّق قائم ہو چکا تھا۔ اُن کے بعد ۱۹۹۷ء میں مُحیُ السُّنَّہ حضرت مولانا شاہ اَبرارالحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق قائم رہا۔ اُن کی وفات کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ سے تعلّق رہا۔

اِجازت وخلافت: ۱۹۹۰ء میں حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے خلافت (مُجازِصحبت) سے سرفراز فرمایا اور اِرشاد وتلقین کی اِجازت دی۔

علمی اِنہماک وخارجی مطالعہ: ۱۹۸۵ء میں قرأتِ سبعہ کی تکمیل اور اپنے شیخ کی خدمت کے ساتھ فقہ وفتوے اور خارجی کتابوں خصوصاً مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ، مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ شاطبی رحمۃ اللہ علیہ، علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ وابن قیم رحمۃ اللہ علیہ کی کتابوں کا مطالعہ کیا۔

فتوٰی نویسی: ۱۹۸۵ء ہی سے اپنے اَساتذہ کی ماتحتی وزیرِنگرانی "جامعہ عربیہ ہتھورا" میں تدریس کے ساتھ فتوٰی نویسی کا بھی مشغلہ رہا جو ۱۹۹۹ء تک جاری رہا۔ اُس مدّت میں سیکڑوں اِستفتاء کے جوابات اور فقہی مقالے لکھے۔

اَہم اَساتذہ ومشائخ: حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ، مُحیُ السُّنَّہ حضرت مولانا شاہ اَبرارالحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا مفتی محمود حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی مظفر حسین صاحب (سابق ناظم مظاہر علوم سہارنپور) قاری اَمیر حسن رحمۃ اللہ علیہ، (خلیفہ شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا رحمۃ اللہ علیہ) مولانا سیّد محمد رابع حسنی دامت برکاتہم، مولانا محمد عارف سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ۔

نکاح: ۱۹۸۵ء/۲۸ اکتوبر کو ضلع "رائے بریلی" میں نکاح ہوا۔

تدریس: ۱۹۸۵ء میں "جامعہ عربیہ ہتھورا" باندہ میں شعبہ حفظ میں تقرر ہوا اور ایک

سال درجہ حفظ میں خدمت اَنجام دی۔ ۱۹۸۷ء میں شعبۂ عالمیت میں منتقل ہوئے اور اِبتدائی کتابوں سے لے کر "موقوف علیہ" تک کی کتابیں زیرِ دَرس رہیں۔ ۲۰۰۰ء میں "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ میں حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی ﷫ کے مشورہ و اِیماء سے شعبۂ تدریس میں تقرر ہوا، جو سلسلہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اب تک جاری ہے۔ فی الوقت کتبِ حدیث "مسلم شریف و ترمذی شریف" وغیرہ زیرِ درس ہیں۔

سفرِ حج: ۱۹۹۸ء میں پہلا سفرِ حج کیا، اُسی سال حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی ﷫، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس جونپوری ﷫ اور حضرت قاری اَمیر حسن ﷫ کا بھی سفرِ حج تھا۔ اِن حضراتِ مشائخ سے خوب اِستفادہ کے مواقع ملے۔ ۲۰۱۲ء میں عمرہ اور کچھ وقفے سے دوسرے سفرِ حج کی سعادت نصیب ہوئی، اِن دونوں مبارک سفروں میں وہاں کی علمی شخصیات اور "حرم پاک" میں (تفسیر و حدیث و دیگر علومِ شرعیہ کے) قائم علمی حلقوں میں شرکت اور اِستفادہ کے مواقع نصیب ہوئے، وہاں کے طریقۂ تعلیم، نصابِ تعلیم کو بغور قریب سے دیکھنے اور جائزہ لینے کا موقع ملا، وہاں کی علمی مجالس میں شرکت ہوئی اور بعض مسائل میں علمی مذاکرہ اور تبادلۂ خیال ہوا۔

دعوت و تبلیغ: "دار العلوم ندوۃ العلماء" لکھنؤ کی زمانۂ طالبِ علمی سے دعوتی و تبلیغی اور اِصلاحی مختلف تنظیموں و تحریکوں سے دلچسپی اور حسبِ گنجائش وابستگی رہی، خصوصاً تبلیغی جماعت سے۔ حالات کی تحقیق کے لیے مختلف باطل فرقوں اور تنظیموں کو بھی قریب سے دیکھنے اور جائزہ لینے کی کوششیں کیں۔ اُسی وقت اپنے طور پر لب سڑک جھوپڑیوں میں آباد غریب مسلمانوں کو اپنی دعوت و تبلیغ کا میدان بنایا، مختلف اَوقات خصوصاً "جمعرات" کو بعد نمازِ مغرب یہ کام ہوتا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اِس کے اَچھے اور نمایاں اَثرات ظاہر ہوئے، "باندہ ہتھورا" کے قیام کے زمانہ میں مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی ﷫

کے مشورہ کے بعد جمعہ کے دن شہر" باندہ" کے تبلیغی مرکز اور مسجد میں دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم رہا۔ "لکھنؤ" کے قیام کے زمانہ میں "دوبگا" (منڈی، بازار) میں ہفتہ وار "درسِ قرآن و اِصلاحی بیان" کا سلسلہ قائم رہا۔ اِس کے بعد حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ وحکم سے علاقہ واَطراف کی مختلف مساجد میں جمعہ کے دن دَعوتی و اِصلاحی پروگرام کا سلسلہ قائم کیا اور ہر جمعہ کو تقریباً چار اور کبھی پانچ مساجد میں اِصلاحی بیانات کا سلسلہ قائم ہوا جو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَب تک جاری ہے۔

تصنیف و تالیف: تصنیف و تالیف اور مضمون نگاری کا ذَوق بچپن سے رہا، زمانۂ طالبِ علمی میں اِس کی اِبتداء اور مشق حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا محمد عارف سنبھلی رحمۃ اللہ علیہ سے کی، اُنہیں کی نگرانی میں چند مضامین لکھے۔

پہلی تصنیف: ۱۹۸۳ء میں "اَرکانِ الدین" نامی پہلی کتاب جو تقریباً ۱۳۰ صفحات پر مشتمل ہے، تصنیف کی جو غیر مطبوعہ ہے۔

تصنیفی کام کا میدان: حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے علوم ومعارف اور اُن کی اِصلاحی و دعوتی اور تجدیدی کاوشیں جو اُن کی تصنیفات و تالیفات، فتاوٰی، ملفوظات و مواعظ میں منتشر ہیں، اُن کی فن اور موضوع وار جدید اُسلوب کے مطابق ترتیب وتجدید اور تبلیغ، اِس سلسلے کی سب سے پہلی شائع ہونے والی کتاب "العلم والعلماء" ہے۔ اِس کے علاوہ سَو (۱۰۰) سے زائد کتابیں مُرتَّب ہو چکی ہیں۔ اکثر مطبوعہ ہیں، مزید سلسلہ جاری ہے۔ تصنیف و تالیف کا دوسرا میدان مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے "علمی و اصلاحی اِفادات" کی جمع و ترتیب ہے جس میں "درسِ قرآن و درسِ بخاری اور اِصلاحی ملفوظات و اِرشادات" بھی شامل ہیں۔ مجموعی تصانیف کی تعداد ۱۵۰ تک پہنچ چکی ہے۔

آگے کے پروگرام: مذکورۃ الصدر (حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ کے) جو سلسلے جاری ہیں اُن میں ابھی کافی کام باقی ہے،

اُن کی تکمیل، اُس کے علاوہ اُمّت کے مختلف طبقات "تجار حکام، معالجین، مبلغین" وغیرہ میں سے ہر طبقہ سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایات کو اِس طبقہ تک قرآن وحدیث کی رُوشنی میں پہنچانا، نیز دِین کے تمام شعبوں "تبلیغ، تعلیم، خانقاہ" وغیرہ کو زندہ کرنا اور جس شعبہ میں منکرات ومفاسد شامل ہوگئے ہیں اُن کی اِصلاح کی کوشش کرنا، مختلف رُسومات وبدعات، منکرات اور باطل اَفکار ونظریات کی تردید کرنا اور ضرورت کے مطابق قرآن وحدیث کی رُوشنی میں علمی وفقہی اور اِصلاحی رَسائل تصنیف کرنا۔

اَحقر نے اپنے بزرگ حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ سے اِن خیالات وعزائم کا اِظہار کرنے کے بعد اپنی نا اِہلی وکم علمی کی شکایت کی۔ تو حضرت مولانا شاہ اَبرار الحق ہردُوئی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: "کام کے لیے جتنی صلاحیت کی ضرورت ہے آپ کے اَندر اُتنی صلاحیت ہے، آپ کام شروع کیجیے"۔ اور حضرت مولانا سیّد صدیق اَحمد باندوی رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت مسرت اور نیک دعاؤں کے ساتھ اللہ کا شکر ادا کرنے کی ہدایت فرمائی۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیْۤ اِلَّا بِاللّٰهِ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ اُنِیْبُ ○ [1]

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ۔

---

[1] (سُورۃُ ھُود ۸۸)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

ناشر کا مختصر تعارف

حضرت مولانا مشکور ہاشمی صاحب دامت برکاتہم

مہتمم مدرسہ جامعہ صدیقہ، نارتھ کراچی، کراچی

خلیفہ مجازِ بیعت

حضرتِ اقدس عارف باللہ حضرت شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعَالَمِیۡنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡمُرۡسَلِیۡنَ مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِہٖ وَاَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ۔

نام: مشکور ہاشمی۔ والد ماجد: سیّد فیاض الحق۔

تاریخ پیدائش: ۱۹۵۸ء آبائی وطن: دربھنگا، صوبہ بہار

موجودہ وطن: کراچی، پاکستان

تعلیم: تعلیم از ابتداء تا انتہاء جامعہ عربیہ ہتھورا، باندہ، یوپی سے حاصل کی اور جامعہ ہی سے قرآءتِ سبعہ عشرہ کی تکمیل بھی فرمائی۔

اِکتسابِ فیضِ علمی: حضرت مولانا قاری سیّد صدیق احمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مفتی عبید اللہ بستوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا نفیس اکبر صاحب فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا انتظام الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا فرید احمد باقری فتح پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا شمس الدین صاحب باندوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا حبیب احمد صاحب صاحب زادہ مولانا صدیق احمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ، شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔

اِکتسابِ فیضِ روحانی: سب سے پہلے اِصلاحی تعلق حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے قائم فرمایا اور وہیں سے راہِ سلوک کے اِبتدائی منازل طے کیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد حضرت قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت واِرشاد کا تعلّق قائم فرمایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سانحۂ اِرتحال کے بعد حضرت مولانا شاہ حکیم محمد اَختر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اِصلاحی تعلق قائم فرمایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد ۲۰۲۳ء کے عمرے کے سفر میں حضرت صوفی شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم سے ملاقات ہوئی، اور وہیں سے حضرت دامت برکاتہم سے اِصلاحی تعلّق کا جذبہ پیدا ہوا، "پاکستان" آنے کے بعد حضرت دامت برکاتہم کی مجلس میں حاضر ہوئے اور وہیں حضرت دامت برکاتہم سے بیعت واِرشاد کا تعلّق قائم فرمایا۔

اِجازت وخلافت: ۵ / ربیع الثانی ۱۴۴۵ھ بمطابق ۲۱ / اکتوبر ۲۰۲۳ء کو حضرتِ اقدس عارف باللہ حضرت صوفی شاہ فیروز عبداللہ میمن صاحب دامت برکاتہم نے خلافت (مُجازِ بیعت) سے سرفراز فرمایا اور اِرشاد وتلقین کی اِجازت دی۔

علمی خدمات: حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں جامعہ صدیقیہ للبنین والبنات حضرت ہی کے نام سے قائم فرمایا، اور تاحال اُسی جامعہ میں بحیثیتِ مہتمم اور بحیثیتِ اُستاذ الحدیث خدمات اَنجام دے رہے ہیں۔

شیخ کی تصانیف کی اِشاعت: "پاکستان" میں حضرت مولانا قاری سیّد صدیق اَحمد باندوی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصانیف کی طباعت کا اِنتظام بھی فرمایا، جن میں مندرجہ ذیل تصانیف شامل ہیں:

① حیاتِ صدیق۔ ② مجالسِ صدیق۔ ③ اِفاداتِ صدیق۔
④ علمی واصلاحی ملفوظات ومکتوبات۔

تصنیف وتالیف: مولانا موصوف کی مندرجہ ذیل تصانیف ہیں:

① پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیاری دعائیں۔ ② کامل مسنون نماز۔
③ فضائلِ رمضان واعتکاف۔ ④ فضائلِ قربانی اور اُس کے شرعی مسائل۔
⑤ اِسلام میں عورت کا مقام

وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ وَصَلَّى اللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى خَيْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ۔

پہلا باب

(اَسلاف اور بزرگوں کے حالات وواقعات پڑھنے کی ترغیب)

ایک کتاب کا دَرس دیتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فارسی کے کچھ اَشعار پڑھے، پھر اُن کا ترجمہ ومطلب بیان فرمایا، جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

"اگر تم چاہتے ہو کہ تمہارے سینے کا داغ ہرا بھرا اور سبز وشاداب رہے تو پہلے لوگوں کے یعنی اَسلاف کے حالات پڑھا کرو۔ بزرگوں کے حالات پڑھنے سے دل پر ایک چوٹ لگے گی کہ وہ کیا تھے اور ہم کیا ہیں؟!! جب وہ داغ ہرا اور تازہ ہوگا تو پھر دل بھی ہرا بھرا ہوگا، کیوں کہ جب دل میں داغ ہوتا ہے (چوٹ لگتی ہے) تو اُس کا اَثر ضرور ہوتا ہے، جیسا داغ ہوگا ویسا ہی اَثر ہوگا، اَسلاف کے حالات پڑھوگے کہ اُنہوں نے دین کے واسطے کیسی کیسی قربانیاں دیں؟!! فلاں بزگ نے یہ کیا!! تو دل میں چوٹ لگے گی اور کام کرنے کی ہمت ہوگی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ اِمام النحو
حضرت مولانا صدیق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا: میرے اُستاد حضرت مولانا صدیق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ "نحو" کے اِمام سمجھے جاتے تھے، "مظاہر العلوم، سہارنپور" میں معمولی تنخواہ پر مدرّس تھے۔ حالت یہ تھی کہ فاقہ پر فاقہ ہوتے تھے، پیوند دار کپڑے پہنتے تھے، بڑی بڑی تنخواہوں کی جگہیں آئیں، لیکن! مولانا رحمۃ اللہ علیہ کہیں نہیں گئے۔ "دار العلوم، دیو بند" والوں نے بھی دعوت دی اور کہتے تھے کہ: بس! مولانا صدیق صاحب کی کمی ہے، کیوں کہ اُس زمانہ میں "دیو بند" میں ہر فن کے ماہر مدرّسین موجود تھے اور مولانا صدیق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ "اِمام النحو" تھے، اِس لیے "دیو بند" والے مولانا رحمۃ اللہ علیہ کو دعوت دیتے تھے۔ لیکن! مولانا رحمۃ اللہ علیہ گئے نہیں اور فقر وفاقہ کی زندگی گذار کر (اِس دنیا سے) چلے گئے۔ ارے! زندگی تو جیسی تیسی گذر ہی جاتی ہے جو مقدّر کا تھا کھایا پیا، لیکن! نمونہ بن کر رہے، بعد والوں کے لیے اَچھا نمونہ چھوڑ کر گئے، بعد والے دیکھیں کہ ایسا بھی ہوتا ہے، اور ایسے بھی زندگی گزاری جاتی ہے۔ جب کسی پر کوئی

حالت، کوئی مصیبت آتی ہے تو دوسروں کے حالات دیکھ کر، اُن کے واقعات کو پڑھ کر بڑی تقویت ہوتی ہے کہ مجھ سے پہلے بھی اِس طرح کے حالات لوگوں پر آچکے ہیں، یہ کوئی نئی بات نہیں، ایسے موقع پر اور اِس قِسم کے حالات میں اُنہوں نے کیا کیا؟!! وہی ہمیں بھی کرنا چاہیے، بزرگوں کے حالات پڑھنے سے بڑی تقویت ملتی ہے۔

حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا حال

فرمایا: ہمارے اَسلاف ایسے گذرے ہیں کہ علم حاصل کرنے کے لیے جب نکلے تو برسہا برس تک گھر لوٹ کر واپس نہیں آئے۔ حضرت اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ علم حاصل کرنے کے لیے گئے تو تیرہ (۱۳) سال کے بعد واپس آئے، اُن کی والدہ تنہا تھیں، لیکن! محض علم کی وجہ سے صبر کرتی رہیں، البتہ! اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اُس مدت میں اپنی خیریت والدہ کو پہنچاتے رہتے تھے، جب کوئی قافلہ جاتا تو اُس سے خیریت پہنچا دیتے۔

خود اِس علاقہ میں بھی ایسے لوگ گزرے ہیں۔ ایک صاحب کے متعلّق فرمایا کہ: وہ علم حاصل کرنے کے لیے گئے تو کئی برس کے بعد لوٹ کر آئے، بڑے دین دار متقی پرہیز گار تھے، اُن کو کشف بہت ہوتا تھا، اِس علاقے کہ وہی سب سے پہلے عالم ہیں۔ اور افسوس کرتے ہوئے فرمایا کہ: عجیب بات ہے کہ!! اب اُنہی کے گھرانے کے لوگ، اُن کے رشتہ دار لوگوں کے بال بناتے ہیں۔

اپنے بڑوں اور بزرگوں سے ربط رکھنے کی اَہمیت

فرمایا: آدمی اپنے بڑوں سے تعلّق نہیں رکھتا اور خود کو اُن سے بڑا سمجھتا ہے، ہر کام اپنی مرضی سے کرتا ہے، نہ بڑوں سے رہنمائی حاصل کرتا ہے، نہ کسی سے مشورہ لیتا ہے، نہ بزرگوں اور اللہ والوں سے ملاقات کرتا ہے، اِسی لیے آج کل ہمارے کاموں میں برکت نہیں ہے اور جو فیض ہونا چاہیے وہ فیض نہیں ہو رہا۔ مشورہ میں اللہ تعالیٰ نے خیر و برکت رکھی ہے، جو کام بھی مشورہ کے بعد کیا جاتا ہے اُس میں خیر و برکت ہوتی ہے۔ اِس لیے جو کام کرنا ہو پہلے اپنے بڑوں سے ضرور پوچھ لیا کرے، اُن سے مشورہ لے لیا کرے، خود رائی سے کبھی نہ کام کرے، پھر اِنْ شَآءَ اللہ

خیر و برکت ہوگی۔ آج کل لوگ مدرسہ چلاتے ہیں، خود ہی مدرسہ کھول لیا اور بن گئے مہتمم اور ناظم، سب کچھ اپنے اِختیار میں ہے، اب نہ کسی سے پوچھنا ہے، نہ مشورہ کرنا ہے، جس کو چاہا رکھا، جس کو چاہا نکال دیا، اِسی لیے آج کل مدارس میں خیر نہیں اور نہ ہی اِصلاحی کام ہو پاتا ہے، اور نہ ہی وہ فیض ہوتا ہے جو ہونا چاہیے۔

بزرگوں سے ربط رکھنے کا طریقہ

فرمایا: حضرت عبدالرحمٰن بن قاسم ﷫ حضرت اِمام مالک ﷫ کی خدمت میں بیس (۲۰) سال رہے ہیں، اٹھارہ (۱۸) سال تک "علم ادب واَخلاق" (اِصلاح نفس) سیکھا اور دو (۲) سال تعلیم حاصل کی۔ اور آج کل ہمارے یہاں "علم ادب واَخلاق اور اِصلاح نفس" کا کوئی خانہ ہی نہیں، آج یہاں ہیں تو کل وہاں، ایک سال اِس مدرسہ میں، ایک سال دوسرے مدرسہ میں، اِسی طرح ناچا کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ: نہ تو علمی صلاحیت اور پختہ اِستعداد پیدا ہوتی ہے اور نہ ہی باطن کی اِصلاح ہوتی ہے، کیوں کہ اِصلاح نفس اور باطنی فیوض جو بزرگوں سے حاصل ہوتے ہیں وہ محبت اور عقیدت کے بعد ہوتے ہیں اور محبت وعقیدت فوراً پیدا نہیں ہوجاتی بل کہ رفتہ رفتہ ہوتی ہے۔ جب محبت ہوجاتی ہے تو آہستہ آہستہ اُس کے اَخلاق کا اُس پر اَثر پڑتا ہے۔ اب اگر ایک سال کسی بزرگ کے پاس رہے اور تھوڑی بہت مناسبت پیدا ہوئی پھر وہاں سے چھوڑ کر دوسری جگہ چلے گئے، پھر ایک سال بعد وہاں سے بھی چلے گئے، نہ اِدھر کے رہے اور نہ اُدھر کے رہے، کسی سے بھی مناسبت نہیں پیدا ہوئی، اور کسی مربی کا رنگ نہیں چڑھا۔ اِس لیے اگر کہیں رہے تو مستقل رہے، تعلّق قائم رکھے تو مستقل، جبھی رفتہ رفتہ فائدہ ہوتا ہے۔ ایک دم سے فیض نہیں ہوتا بل کہ جس طرح مناسبت بڑھتی جاتی ہے اُسی طرح فیض میں اِضافہ ہوتا رہتا ہے، اور آج کل ہماری اِصلاح نہ ہونے کا سبب یہی ہے کہ کسی سے مناسبت نہیں ہوتی، اِس لیے ہم کسی سے پورے طور پر فائدہ نہیں اُٹھا پاتے۔

بزرگوں کی آمد اور اُن سے ملاقات وزیارت بھی اللہ کا اِنعام ہے

فرمایا: بندوں پر اللہ تعالیٰ کی بے شمار نعمتیں ہیں، اگر اُن نعمتوں کا شکریہ اَدا کیا جائے تو اللہ تعالیٰ

نعمتوں میں اِضافہ فرماتا ہے، ناقدری کی جائے تو اللہ تعالیٰ نعمتوں سے محروم کر دیتا ہے، نعمتیں تو اللہ تعالیٰ کی بہت ہیں، لیکن! بعض نعمتیں بہت اَہم ہیں اور وہ ہے اللہ کے نیک بندوں کی صحبت، اُن کی زیارت اور اُن کی معیت، اُن کی خدمت میں حاضری اور اُن سے ملاقات، یہ سب اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں۔

مدرسہ کی برکت سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ! یہاں بہت سے اللہ کے بندے آتے رہے ہیں، اُن کی زیارت اور ملاقات کو غنیمت سمجھنا چاہیے، اُن کی تشریف آوری کے وقت اُن سے فائدہ اُٹھانا چاہیے، اُن کی بات کو غور سے سننا چاہیے۔

آج جو مہمان آئے ہوئے ہیں (مولانا مفتی محمد سلمان صاحب منصور پوری، استاذ مدرسہ شاہی، مرادآباد) وہ حضرت مولانا حسین اَحمد مدنی ﷫ کے نواسے ہیں، مَاشَآءَاللہ علم وعمل کی دولت سے اللہ نے نوازا ہے، جیسے کچھ ہیں آپ خود دیکھ لیں گے۔ پھر حضرت والا ﷫ نے طلباء کے مجمع میں بیان کرایا۔

بڑوں کی باتیں اور تربیت کا ایک انداز

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ﷫ ایک جگہ خود تحریر فرماتے ہیں کہ: مجھے یاد نہیں کہ بچپن میں کبھی اَچھے کپڑے پہنے ہوں اور نہ اِس کا شوق ہوا۔ ایک مرتبہ گھر کی عورتوں نے اَچھا لباس (پُر تکلف) بنادیا تو والد صاحب ﷫ نے بہت مارا۔ اُس کے بعد فرماتے ہیں کہ: اب تو یہ حال ہے کہ دوسروں کے بدن پر بھی اَچھا (پُر تکلف) لباس دیکھنا پسند نہیں۔

ایک جگہ تحریر فرماتے ہیں کہ: ایک مرتبہ والد صاحب ﷫ نے تکیہ مانگا۔ مَیں نے کہا کہ: اپنا لے آؤں؟ اِس پر والد صاحب ﷫ نے مارا اور فرمایا کہ: اَبھی سے باپ کے مال پر یوں کہتا ہے کہ اپنا لاؤں!!! کچھ کما کر ہی کہتا کہ اپنا لاؤں۔ اِس کے بعد حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب ﷫ تحریر فرماتے ہیں کہ: اللہ کا فضل وکرم ہے اور محض اُسی کا لطف واِحسان ہے کہ اُس کے بعد سے جب بھی یہ واقعہ یاد آجاتا ہے تو دل میں یہ مضمون پختہ ہوتا جاتا ہے کہ: "اپنا اِس دنیا میں کوئی مال نہیں"۔ اور اللہ کا شکر ہے کہ دن بہ دن یہ مضمون پختہ ہی ہوتا جارہا ہے۔

فرمایا: والد صاحب نَوَّرَ اللّٰہُ مَرْقَدَہٗ کو اِس کا بھی بہت اِہتمام تھا کہ میرے پاس پیسہ نہ رہے، کسی سے کھانے پینے کی چیز کا لینا بھی ناممکن تھا، اِس کے شبہ پر بھی سخت تحقیقات ہوتی تھیں۔ ایک مرتبہ ایک دوسرے صاحب نے اپنے لیے کباب خریدے تھے، حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو شبہ ہوگیا کہ مَیں نے خریدے ہیں۔ مجھ سے بلا کر کہا: منہ کھولو!! چوں کہ نہ مَیں نے خریدے تھے، نہ کھایا تھا اِس لیے کباب کی خوشبو بالکل نہ آئی۔ لیکن! مطالبہ کیا کہ: کباب کس نے خریدے ہیں؟ مَیں نے لاعلمی کا اِظہار کیا، اِس پر بڑی تحقیق فرمائی، بعد میں معلوم ہوا کہ: حضرت مولانا ظفر اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ایک طالبِ علم سے منگائے تھے، تب والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اِطمینان ہوا۔ تربیت اِس طرح کی جاتی ہے اور جب بچپن ہی سے اِس طرح نگرانی کی جاتی ہے تو وہی لڑکا عالم کی اِصلاح کرتا ہے۔ [1]

اَساتذہ کے ادب سے علم میں ترقی ہوتی ہے

فرمایا: اَساتذہ کا ادب بہت ضروری ہے، اِس سے علم میں برکت ہوتی ہے۔ علم حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، اُن میں ایک ادب بھی ہے، ادب سے علم حاصل ہوتا ہے۔ حضرت اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: مَیں نے پڑھنے سے زیادہ ادب سے علم حاصل کیا ہے، جب ادب کیا جاتا ہے تو اُستاذ کے دل میں قدر ہوتی ہے، قلب منشرح ہوتا ہے، دل سے دعا نکلتی ہے۔ اُستاد کی دعا بھی اَثر کرتی ہے اور بددعا بھی، اُستاد کی دعا سے علم میں برکت اور ترقی ہوتی ہے، اُن کو کبھی ناراض نہ کرے، اگر وہ کبھی ناحق بھی ناراض ہوجائیں یا مار بھی دیں تب بھی برا نہ مانے اور اُن سے ناخوش نہ ہو، پیٹھ پیچھے اُن کی برائی نہ کرے، دل میں بھی اُن کا اِحترام ہونا چاہیے۔ علم حاصل کرنے کے اَسباب اِختیار کرو، پھر دیکھو!! علم میں برکت ہوتی ہے یا نہیں!!!۔

آج ہمارے اَندر اَساتذہ کا آدب نہیں، اُستاد کے سامنے اُس کے آگے تیزی سے بھاگے چلے جارہے ہیں، اُس کے سامنے زور سے چیخ رہے ہیں، معلوم ہوتا ہے اُستاد کوئی چیز ہی نہیں، اِسی لیے علم میں برکت نہیں، اور جس طرح اُستاد کا ادب و اِحترام کرنا چاہیے اِسی طرح اپنے بڑوں کا اور درجہ میں بڑے ساتھیوں کا بھی ادب کرنا چاہیے۔

---

[1] (بیاض صدیقی)

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو اِتنا بلند مقام کیسے نصیب ہوا؟

فرمایا: حضرت مولانا (سیّد ابوالحسن) علی میاں صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) اِس وقت دنیا کے اِمام ہیں، شام جاتے ہیں تو بڑے بڑے لوگ اُن کی جوتیاں سیدھی کرتے ہیں، اُن کو اپنے یہاں بڑے اِہتمام سے بلاتے ہیں، یہاں تک فرمائش کرتے ہیں کہ: آپ ہمارے یہاں آکر رہیے۔

"دمشق" کی مسجد میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو مدعو کیا گیا اور یہاں تک کہا گیا کہ: آپ سال میں صرف تین (۳) ماہ کے لیے آجایا کریں، آپ کی رہائش کے لیے عمدہ بلڈنگ ہوگی، سفر کے لیے ہوائی جہاز کا اِنتظام ہوگا، آپ کو کسی قِسم کی کوئی دشواری نہ ہوگی، کام بھی کچھ نہ ہوگا، صرف مہینہ میں طلباء کے سامنے چار (۴) تقریریں کردیا کیجئے گا، اور کافی تنخواہ مقرر کی تھی۔ لیکن! حضرت مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے صاف جواب دے دیا اور فرمایا کہ: جہاں مَیں رہتا ہوں وہاں خود کام کی ضرورت ہے اِس لیے پابندی نہ ہوسکے گی، باقی خدمت کے لیے مَیں حاضر ہوں، جب موقع ہوا کرے گا فرصت نکال کر مَیں خود حاضر ہوجایا کروں گا، لیکن! نہ کرایہ لوں گا، نہ سفر خرچ، اپنے ہی کرایہ سے آؤں گا۔

حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کو جو یہ مقبولیت حاصل ہوئی ہے تو کیوں؟ اِس کی کیا وجہ ہے؟ حضرت مولانا سیّد ابوالحسن علی ندوی رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی تو ساتھی ہوں گے!! جو اُن کے ساتھ پڑھتے ہوں گے!! وہ کیوں ایسے نہ بنے؟!! اِس کی وجہ یہی ہے کہ وہ اپنے اَساتذہ کا ادب بہت کرتے تھے، اُن سے محبت کرتے، اُن کی خدمت میں حاضر ہوتے، ہر کام اپنے بڑوں سے پوچھ کر کرتے تھے۔ تم لوگ بھی ایسا ہی کیا کرو۔

حضرت اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا حال

فرمایا: حضرت اِمام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کتنے بڑے اِمام اور محدّث ہیں، علم کے پہاڑ ہیں، اپنے اَساتذہ سے بھی بڑھے ہوئے ہیں، لیکن! وہ اِتنے بڑے ہونے کے بعد بھی فرماتے ہیں کہ: اَفسوس! اب ہمارے اَساتذہ موجود نہیں ہیں، اگر وہ ہوتے تو تھوڑی دیر اُن کے پاس جاکر بیٹھتا۔ واقعی!! ہے بھی یہی بات، آدمی کا اپنے اُستاد سے تعلّق اور لگاؤ ہونا چاہیے، اُن سے ملتے جلتے

رہنا چاہیے، اُن کے پاس جا کر بیٹھنا چاہیے، ان ہی سب باتوں سے برکت ہوتی ہے، فیض ہوتا ہے، ترقی ہوتی ہے۔ آج کل طالب علموں کو ہوٹل میں بیٹھنے، چائے اور پان کی دکان میں بیٹھنے میں تو اچھا لگتا ہے، سینما حال میں بیٹھنے میں اچھا لگتا ہے، لیکن! اُستادوں اور بزرگوں کے پاس جانے اور اُن کے پاس بیٹھنے میں اچھا نہیں لگتا، وہاں بیٹھنے کی اُن کی طبیعت نہیں چاہتی۔ یہ طبیعت کا فساد ہی تو ہے!!! اسی وجہ سے تنزلی ہی تنزلی ہے۔

اَصل قصور ہمارا ہے

آج کل اُساتذہ اور بڑے بھی تو ایسے نہیں ہوتے کہ چھوٹے اُن کے پاس آ کر بیٹھیں، اَصل قصور تو ہمارا ہے، ہم خود ایسے نہیں، ہماری ایسی اِستعداد نہیں، ہمارے ایسے اَخلاق نہیں، اور طلباء کے ساتھ ہم وہ معاملہ نہیں کرتے جو کرنا چاہیے، تو لوگ ہمارے پاس کیوں آئیں؟!! اور کیوں بیٹھیں؟!! اصل قصور تو ہمارا ہی ہے، پہلے ہم کو اپنی اِصلاح کرنی چاہیے۔

لیکن! جس کے اَندر طلبِ صادق ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کو محروم نہیں کرتا، اِنسان کو چاہیے کہ اپنے قصور کو دیکھے، اور دوسروں کا قصور نہ دیکھے۔ اگر ہم اپنے بڑوں کے پاس سچی طلب لے کر جائیں گے، تو یقیناً ہم کو کامیابی ہوگی،، ترقی ہوگی، فیض ہوگا، اگر اُس کے اَندر اہلیت نہ ہوگی تو اللہ تعالیٰ اہلیت پیدا فرما دے گا، اللہ تعالیٰ تو سوکھے درختوں سے کام لیتا ہے، چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے کام لیتا ہے، اللہ تعالیٰ تو غیب سے آواز بھی سنا سکتا ہے، لیکن! اِنسان کے اَندر طلبِ صادق تو ہونی چاہیے۔

ہمارے اَساتذہ ایسے تھے

فرمایا: ہم نے ایسے اُساتذہ دیکھے جن کی دُور دُور تک نظیر نہیں ملتی۔ مَیں جب "پانی پت" پڑھنے گیا تو میرے اُستاد مولانا عبد الحلیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کے دادا "ہتورا" میں رہے ہیں اور "ہتورا" سے اُن کا کافی تعلق رہا ہے، اِسی نسبت کی وجہ سے مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے، اور اِتنی محنت سے پڑھاتے تھے کہ ایسا مَیں نے کسی کو دیکھا نہیں، سردی کی راتوں میں ڈھائی (۰۲:۳۰) بجے رات سے سبق شروع ہو جاتا تھا، طلباء وہیں سوتے تھے اور اُن کی وجہ سے مولانا رحمۃ اللہ علیہ بھی وہیں سوتے تھے، ہمیشہ کا یہی معمول تھا، یہ معمولی بات نہیں ہے!!! کہہ دینا آسان ہے، لڑکوں کو

پڑھانے کی وجہ سے گھر نہیں جاتے تھے، وہیں سوتے تھے، ڈھائی (۰۲:۳۰) بجے رات سے پڑھانا شروع کرتے تو فجر تک پڑھاتے رہتے، اور فجر کے بعد گیارہ، بارہ (۱۱، ۱۲) شاخوں میں "تفسیر" پڑھانے جاتے تھے، وہ شاخیں بھی کافی کافی فاصلہ پر تھیں، لیکن! سب جگہ پابندی سے جاتے تھے، سب شاخوں میں پڑھا کر ظہر تک واپس آجاتے، ظہر بعد قاری فتح محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اُن سے "ہدایہ" پڑھتے تھے، حال آں کہ عمر میں برابر ہی ہوں گے بل کہ بڑے ہوں گے، لیکن! اُن سے پڑھتے تھے، پورا دن پڑھانے میں گزرتا، کبھی ناشتا آیا تو کرلیا ورنہ یوں ہی رہتے۔ مجھ کو کئی کتابیں پڑھاتے تھے، "ہدایہ" وغیرہ جب تک پڑھاتے اُس وقت تک مَیں "قرأت سبعہ" کا اِجراء لکھا کرتا تھا، "کنز الدقائق" کی تقریر بھی لکھتا تھا، اِجراء مَیں جتنا لکھ لیتا اُتنا ہی سبق ہوتا تھا، شام تک میں لکھتا ہی رہتا تھا، جو لکھتا عشاء کے بعد اُسی کو پڑھتا تھا، اور پڑھنے کے بعد سب طلباء وہیں سو جاتے، ڈھائی (۰۲:۳۰) بجے رات پھر سبق شروع ہوجاتا تھا، روز کا یہی معمول تھا، آسان نہیں!!! سنا دینا تو آسان ہے!! لیکن! عمل کرنا مشکل ہے۔ مَیں نے ایسے اَساتذہ کو دیکھا ہے اور ایسے اَساتذہ سے پڑھا ہے، اِسی لیے مجھ کو کسی کی محنت بھاتی نہیں، کوئی کتنی ہی محنت کرے اُن جیسی کون کرے گا!!! اُسی وقت سے میری بھی وہی عادت پڑی ہوئی ہے، فجر سے پہلے اُٹھنے کا معمول ہے، اُس وقت دن رات میں صرف دو، ڈھائی گھنٹہ مشکل سے سونے کو ملتا تھا، اور اِدھر اُدھر ٹہلنے کا اور فضول باتوں کا تو وقت ہی نہ ملتا تھا، اِسی لیے آج بھی مجھے اِدھر اُدھر کی باتوں سے وحشت ہوتی ہے، جی گھبراتا ہے، باتوں میں میرا جی نہیں لگتا۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: اُسی کا اَثر تھا کہ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ بھی فجر سے پہلے اَسباق پڑھا دیا کرتے تھے۔ خصوصاً جب دن میں سفر کرنا ہوتا رات ہی کو طلباء کو اِطلاع کردی جاتی کہ فجر سے قبل سبق ہوگا، عبارت تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ عشاء کے بعد ہی سن لیتے تھے اور سبق فجر سے قبل پڑھا دیا کرتے تھے تاکہ سفر کی وجہ سے طلباء کے اَسباق کا ناغہ نہ ہو اور بعض کتابیں مستقلاً فجر سے قبل ہی پڑھایا کرتے تھے۔ احقر راقم الحروف نے "ہدایہ ثالث" حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے فجر سے قبل ہی پڑھی ہے، حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ مکان میں سوتے تھے، احقر مدرسہ سے مکان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو لینے جاتا تھا، اور کبھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود تشریف لے آتے تھے، جب اَسباق نہ ہوتے تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ فجر سے پہلے ڈاک وغیرہ لکھایا کرتے تھے۔

طلباء پر اگر محنت کی جائے تو آج بھی کام کے بن سکتے ہیں

فرمایا: کارخانوں میں عمدہ سے عمدہ سامان تیار ہوتے ہیں، کپڑے ایک سے ایک ڈزائن دار بنتے ہیں، لیکن! مدارس سے طلباء ایک سے ایک اچھے کیوں نہیں نکلتے؟ اِس لیے کہ کپڑا بنانے میں محنت کی جاتی ہے، اُس کی نگرانی کی جاتی ہے، خرابی ہو تو اُس کی اِصلاح کی جاتی ہے، یہ نہیں! کہ دھاگہ ٹوٹ رہا ہے تو ٹوٹتا رہے اور کپڑا بنتا رہے، کپڑے میں چیر آ رہی ہے تو آتی رہے، اور اِسی طرح کپڑا تیار ہوتا رہے، لیپ پوت کر نہیں رکھ دیتے، بل کہ جو خرابی ہوتی ہے اُس کو فوراً درست کیا جاتا ہے تب جا کر عمدہ کپڑا تیار ہوتا ہے، اوپر سے محض پالش نہیں کر دی جاتی کہ اُس کا لیبل تو بڑا خوشنما اور اَندر خراب مال، بل کہ خرابی کو فوراً دور کیا جاتا ہے، محنت کی جاتی ہے، نگرانی کی جاتی ہے، اپنے کو کھپایا جاتا ہے، تب جا کر عمدہ مال تیار ہوتا ہے۔ طلباء میں بھی اگر اِسی طرح محنت کی جائے، اُن کی نگہداشت کی جائے، اُن کو بنانے کی فکر اور کوشش کی جائے، اپنے کو کھپایا جائے، تو اُن کی اِصلاح کیوں نہیں ہو سکتی اور وہ کیوں نہیں بن سکتے؟!! جب لوہے پر محنت کی جاتی ہے تو لوہا بن جاتا ہے، مٹی پر محنت کی جائے تو وہ بن جاتی ہے، یہ کیسے ممکن ہے کہ اِنسان پر محنت کی جائے اور وہ نہ بنے؟!! اُس کو بنانے کی کوشش تو کی جائے، محض پالش کر دینے سے کام نہیں چلے گا۔ آج کل مدارس میں طلباء کی اِصلاح کی طرف توجہ تو ہوتی نہیں، بس! اوپر سے پالش چپڑ دی جاتی ہے کہ اِتنے لڑکے فارغ ہوئے، سالانہ جلسہ ہوا اِشتہار چھاپ دیا کہ: فارغ ہونے والے طلباء کی تعداد ڈیڑھ سو (۱۵۰) ہے، اُن کی دستار بندی ہو رہی ہے، پگڑھی باندھی جا رہی ہے، سند دی جا رہی ہے، اور آتا جاتا خاک نہیں، عمل کے میدان میں بالکل کورے، یہ پالش نہیں تو اور کیا ہے؟!! اِشتہار چھپا ہوا ہے کہ مدرسہ میں بہت ترقی ہو رہی ہے، دو ہزار (۲۰۰۰) طلباء ہیں، "دورۂ حدیث" تک تعلیم ہے، اتنے کمرے ہیں، مدرسہ ترقی پر ہے مَاشَآءَاللہ، مَاشَآءَاللہ بس! یہ پالش ہو گئی، اِس سے کچھ نہیں ہوتا، طلباء کو بنانے کی کوشش کی جائے کہ طلباء کچھ کام کے نکلیں، یہ ہے ترقی۔ اگر واقعی طلباء پر محنت کی جائے تو کیسے نہ بنیں گے؟!!

ایسے شاگردوں اور مریدوں کو فیض نہیں ہوسکتا

فرمایا: کہ اَبھی تو غنیمت ہے کہ طلباء کو ڈانٹا جاسکتا ہے، تنبیہ کی جاسکتی ہے، اُن کو "بے حیاو بے شرم" کہا جاسکتا ہے، ایک زمانہ ایسا بھی آنے والا ہے کہ طالبِ علم کو "بے حیاو بے شرم" بھی نہیں کہہ سکتے، اور بعض مدرسوں میں ایسا زمانہ آ بھی گیا ہے کہ محض ڈانٹنے اور "بے حیاو بے شرم" کہنے کی وجہ سے فساد اور اسٹرائک کی نوبت آگئی ہے۔ جو شاگرد ایسا ہو کہ اُستاد اُس کو ڈانٹ نہ سکے، تنبیہ نہ کرسکے، ایسے شاگرد کو فیض نہیں پہنچ سکتا، جب تک شاگرد اُستاد کے سامنے، اپنے آپ کو اِس طرح نہ پیش کردے کہ اُستاد اُس کو جس طرح چاہے ڈانٹے، اُستاد کی طرف سے خیر خواہی کا اِعتقاد نہ ہو، ایسے شاگرد کو فیض نہیں ہوتا۔

جو ڈاکٹر ایسا ہو کہ مریض کا علاج کرتے ہوئے، آپریشن کرتے ہوئے ڈرتا ہو، نشتر لگاتے ہوئے ڈرتا ہو کہ مریض کہیں ناراض نہ ہو جائے!!! تو ایسے مریض کو فائدہ نہیں ہوسکتا، فائدہ تو اُسی مریض کو ہوگا جو اپنے کو بالکل حوالے کردے کہ آپریشن کرے یا نہ کرے، آپریشن جہاں چاہے کرے، جتنا کاٹنا ہو کاٹے تب تو مریض کا صحیح علاج ہوگا، اُس کو واقعی فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔ اِسی طرح مرید اور شاگرد کا بھی حال ہے، جب استاد شاگرد سے، پیر مرید سے ڈر رہا ہو ایسی صورت میں مرید اور شاگرد کو کیا فائدہ ہوسکتا ہے؟!!

آج کل اُستادوں اور مشائخ سے فیض کیوں نہیں ہوتا؟

فرمایا: اب تو یہ صورتِ حال ہے کہ اُستاد شاگرد کا منہ دیکھتا ہے، پیر مرید کا منہ دیکھتا ہے، اُستاد ڈرتا ہے کہ کہیں شاگرد ناراض نہ ہو جائے، پیر سوچتا ہے کہ مرید کہیں خفا نہ ہو جائے، شاگرد اور مرید کی رعایت کرنا پڑتی ہے کہ کہیں روٹھ کر نہ چلے جائیں، بھلا ایسے شاگردوں اور ایسے مریدوں کو کہیں نفع ہوگا؟!! اُن سے فیض ہوگا؟!! پہلے کے لوگ ہوتے تھے کہ سب کچھ برداشت کرتے تھے، اُستاد شاگرد کو، پیر مرید کو خواہ کتنا ہی ڈانٹے مارے سب برداشت کرتے تھے، پھر کچھ بن کر نکلتے تھے، اور پورا علاقہ کا علاقہ اُن سے فیضیاب ہوتا تھا۔ اب کہاں وہ چیزیں رہیں؟!! لیکن سلسلہ اَبھی بند نہیں ہوا، اب بھی اگر کوئی مجاہدہ کرے، سب کچھ برداشت کرے، بڑوں کی

مان کر چلے تو آج بھی بن سکتے ہیں، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، اِمام رازی رحمۃ اللہ علیہ، اِمام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کہیں آسمان سے نہیں اُترے تھے، اِسی زمین میں بنے، کسی ایک کے تابع بن کر رہے، مجاہدہ کیا، سب کچھ برداشت کیا، پھر اللہ نے چمکایا اور اُن سے کام لیا ہے۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

فرمایا: حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور بیعت ہونے کی درخواست کی۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ ہیں، اُس وقت حیات تھے۔ حضرت شاہ عبد الرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: میرے شیخ حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ موجود ہیں اُن کے پاس جاؤ وہاں زیادہ فائدہ ہوگا، اُن کا فضل وکمال مسلّم اور اُن کی نظر بہت اُونچی ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: سب کچھ ٹھیک ہے!! ساری باتیں صحیح ہیں!! لیکن! مَیں تو آپ کے پاس حاضر ہوا ہوں، مجھے تو اِسی دَر سے لینا ہے، مجھ کو تو آپ ہی سے ملنا ہے، ہمارے لیے تو سب کچھ آپ ہی ہیں۔ بس! اُن کے دَر پر گئے پھر ہٹنے کا نام نہیں لیا، پھر دیکھو! اللہ نے کیسا نوازا ہے، انڈیلا اُنڈیل دیا ہے، چھپر پھاڑ کر دیا ہے، کتنوں کو اُن سے فیض پہنچا ہے؟!! تقریباً ایک لاکھ (۱۰۰۰۰۰) تو اُن کے مرید ہیں۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کچھ اَشعار پڑھے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چند اَشعار

جنید و شبلی ہوا کرے کوئی ۔۔۔ غزالی و رازی ہوا کرے کوئی
مسیحا تو آپ ہیں مرے ۔۔۔ مسیحا کسی کا ہوا کرے کوئی
نہیں چھوڑوں گا آپ کا دامن ۔۔۔ مجھے کچھ بھی کہا کرے کوئی
درد کا نہیں ہے اب کچھ ڈر ۔۔۔ لاکھ میری دوا کرے کوئی
وہی ہونا ہے جو مقدّر ہے ۔۔۔ کیوں کسی کا گلہ کرے کوئی
خدا ہی حاکم جب کہ اے ثاقبؔ ۔۔۔ کیوں کسی کا کہا کرے کوئی

فرمایا: یہ میرے ہی اشعار ہیں، پیر سے تو ایسی محبت ہونی چاہیے کہ اُس کے علاوہ کسی کی طرف نگاہ ہی نہ اُٹھے۔ لیلیٰ سے مجنوں کو محبت تھی تو لیلیٰ کے کتے سے بھی محبت تھی، آدمی کو جس چیز سے محبت ہوتی ہے اُس کی ہر چیز سے محبت ہوتی ہے، جب اُس کو معلوم ہوا کہ یہ لیلیٰ کی گلی کا کتا ہے تو وہ اُس کو بھی پیار کرنے لگا۔ جب واقعی محبت ہوتی ہے اُس کا یہی حال ہوتا ہے۔

بننے یا بگڑنے کا زمانہ طالب علمی ہی کا زمانہ ہے

فرمایا: طالبِ علم اگر زمانۂ طالبِ علمی میں بن گیا تو بن گیا اور اگر بگڑ گیا تو پھر بگڑ ہی گیا، بعد میں پھر نہیں بن سکتا، بہت مشکل ہے۔ اِس کی مثال تو سونے کے ہار جیسی ہے، اگر ہار بنتے وقت سونے کو خوب جلایا گیا، تپایا گیا اور سونا خوب کھرا ہو گیا تو ہار اچھا بنے گا، اور اگر بنتے ہی وقت سونا کھرا نہیں ہوا تھا اُس میں کچھ کھوٹ رہ گیا تو اب اُس ہار میں کھوٹ ہی رہے گا، وہ کہیں بھی جائے گا، بادشاہ اور بادشاہ کی بیٹی کے پاس بھی جا کر اُس میں کھوٹ وہی رہے گا۔ ایسا نہیں ہوگا کہ فلاں حسین وجمیل اور مال دار ہے تو اُس کے لیے کھوٹا سونا کھرا ہو جائے۔ اِسی طریقے سے طالبِ علم اگر زمانۂ طالبِ علمی میں نہیں بنا تو اُس کے اندر یہ کھوٹ برابر باقی رہے گا، وہ پڑھ لکھ کر فارغ ہو جائے گا لیکن! اُس کے اندر کھوٹ باقی رہے گا، کیوں کہ بننے کے وقت اُس میں کھوٹ رہ گیا تھا۔

البتہ! ایک صورت ہے بننے کی کہ سونا اگر کھوٹا رہ گیا ہو تو اُس کو دوبارہ تپایا جائے، جلایا جائے، اُس پر محنت کی جائے، تو پھر اُس کا کھوٹ دور ہو سکتا ہے۔ اِسی طرح طالبِ علم اگر فراغت کے بعد جلنے، پسنے اور مجاہدہ کرنے کے لیے تیار ہو تو اُس کی بھی اِصلاح ہو سکتی ہے، لیکن! ایسا بہت مشکل ہے، مدرّس اور ناظم اور شیخ الحدیث بننے کے بعد پھر کہاں چھوٹا بننا آتا ہے؟!! اور پھر کہاں کسی کی جوتی سیدھی کرنے کی توفیق ہوتی ہے؟!! پھر تو اپنا کام خود کرنے میں بھی عار آتی ہے، اِس لیے ایسے شخص میں ہمیشہ کھوٹ باقی رہتا ہے، اُس کا مرض کبھی ختم نہیں ہوتا، وہ کہیں بھی جائے گا اُس کے اندر وہ مرض رہے گا، کسی بزرگ کے پاس جائے گا، کسی خانقاہ میں رہے گا، تو بھی اُس کا کھوٹ باقی رہے گا، کیوں کہ بننے کے وقت ہی اُس میں کھوٹ باقی رہ گیا تھا۔ اِس لیے سن لو! یہ زمانہ ہے بننے کا یا بگڑنے کا، اللہ تعالیٰ نے آج تم لوگوں کو اچھے ماحول اور بننے کی جگہ بھیج دیا ہے، یہاں قرآن شریف پڑھنے کا ماحول ہے، دین کی باتیں کہنے سننے اور بری باتوں پر روک ٹوک کرنے کا

ماحول ہے، اگر اِس ماحول کا شکر اور قدر دانی کروگے تو اور ترقی ہوگی۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ ۔۔۔ الآیۃ ❶ ،اگر ناشکری کروگے تو اُس کا اَنجام بہت خراب ہوگا وَلَئِنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ○ ❷ ناشکری کروگے تو میرا عذاب بھی سخت ہے۔بس! یہی زمانہ ہے بننے کا، اِنسان کے حالات یکساں نہیں رہتے، کچھ دنوں کے بعد تمہارے حالات کچھ اور ہوں گے، گھر میں تمہارے حالات کچھ اور ہوں گے، بعد میں اگر تم کچھ کرنا بھی چاہو گے تو بہت مشکل ہوگا، اِس لیے جو کچھ کرنا ہوا ُبھی کرلو، اپنے کو بنانا ہو تو اُبھی بنالو، آج ہی سے اِس کی فکر شروع کردو۔اللہ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔(آمین)

اگر مدرسہ میں رہ کر نہ بنو گے تو کہاں بنو گے؟!!

طلباء سے فرمایا: اِیمان داری سے بتاؤ! اِتنے سال سے تم لوگ مدرسہ میں ہو، ایک عمل بھی تمہارے اَندر ایسا پایا جاتا ہے جس میں پختگی اور پابندی پائی جاتی ہو؟!! کوئی ایک عمل بھی تم بتاؤ جس کو پابندی سے تم کرتے ہو؟!! مدرسہ میں رہتے ہوئے تم کو اِتنے سال ہوگئے، اور اب تک ایک عمل میں بھی پختگی نہ آسکی، "تَكْبِيْرِ اُوْلٰی" کا اِہتمام اب تک تمہارے اَندر نہ آیا۔

دوسرے لوگ تم کو خیر کی بات بتلا سکتے ہیں، زبان سے کہہ سکتے ہیں، ترغیب دے سکتے ہیں، اِس کے علاوہ اور کیا کرسکتے ہیں؟!! کرنا تو تم کو ہے، دوسرے کے کرنے سے تم تھوڑی دین دار بن جاؤ گے، ڈاکٹر دوا دے سکتا ہے، سمجھا سکتا ہے، لیکن! دوا تو خود اُسی کو کھانا پڑے گی۔ مدرسہ بننے کی جگہ ہے، اگر بننے کی جگہ تم نہ بنو گے تو کب اور کہاں بنو گے؟!! منڈیوں میں، دکانوں میں اور کارخانوں میں سامان فرخت ہوتا ہے، لوگ وہاں سے خرید کرلاتے ہیں، کارخانوں میں طرح طرح کی چیزیں بنتی اور تیار ہوتی ہیں، ہر چیز کارخانے میں بنتی ہے اور ہر ایک شے کا کارخانا الگ الگ ہے، آخر اِنسانوں کے بننے کا بھی تو کوئی کارخانہ ہونا چاہیے، اِنسانوں کے بننے اور اُن کی اِصلاح وتربیت کے کارخانے یہی دینی مدارس ہیں، اگر یہاں آکر اِنسان نہ بنیں گے تو پھر کہاں بنیں گے؟!! ہمارا کام تو بتانا اور سمجھانا ہے اِس کے آگے ہم کچھ نہیں کرسکتے۔

❶❷ (سُوْرَۃُ اِبْرٰهِيْم،۷)

طلباء کو تنبیہ

کسی کے پیچھے کوئی کب تک پڑا رہے گا، اور سختی کب تک کرے گا؟!! محض سختی مقصود نہیں ہے، باپ بیٹے کو سزا دیتا ہے، مارتا ہے اِس لیے تاکہ آئندہ ایسی حرکت نہ کرے، اور جو کرنے والے کام ہیں اُن کو پابندی سے کرے، اُس کے سر پر جوتے اِسی لیے لگائے جاتے ہیں کہ اُبھی تو مار کھا کر کام کرے گا، بعد میں عادت پڑ جائے گی تو بغیر سختی کے خود بہ خود کام کرے گا، لیکن! جو عادی ہو گیا ہو سزا پانے کا اور جس کی عادت پڑ گئی ہو جوتا کھانے کی کہ جب تک جوتا نہیں کھاتا کام ہی نہیں کرتا تو اِیسے جوتے اور اِیسی سختی سے کیا فائدہ؟!! جوتے لگانا اور سختی کرنا مقصود نہیں تھا، سختی کرنے کا مقصد تو یہ تھا کہ کام کرنے کی اُس کو عادت پڑ جائے اور آئندہ بغیر سختی کے کام کرنے لگے، لیکن! تم نے سختی کرنے اور جوتا لگانے ہی کو اَصل سمجھ لیا ہے کہ جب تک سختی نہ کی جائے اُس وقت تک کام ہی نہیں کرتے، آخر! سختی کوئی کب تک کرے؟!! کب تک پیچھے پڑا رہے؟!!

ارے! کوئی سختی کرے یا نہ کرے، تم کو کوئی دیکھے یا نہ دیکھے تم خود اپنے کو دیکھو، مدرسہ میں رہ کر کیا حاصل کر رہے ہو؟!! تم اپنے والدین کو چھوڑ کر یہاں آئے ہو، آخر! کس لیے پڑے ہو؟!! یہاں رہ کر تم کیا حاصل کر رہے ہو؟!! تم کیا کرتے ہو؟!! خود دیکھ لو!! تمہارا تو ہر کام خدا کے واسطے ہونا چاہیے، کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تم کو دیکھ رہا ہے، ہر کام شروع کرنے سے پہلے سوچو کہ یہ کام اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے والا ہے یا نہیں؟!! تمہارے اُس کام سے اللہ خوش ہوگا یا نہیں؟!! کتنے اَفسوس کی بات ہے کہ!! اب تک تمہارے اَندر یہ جذبہ اور یہ کیفیت نہیں پیدا ہوئی کہ اللہ ہم کو دیکھ رہا ہے۔

گناہ چھوڑنے کا نسخہ

عشاء کے بعد طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: جب تک آدمی کے اَندر کسی چیز کی طلب نہیں ہوتی وہ چیز اُس کو حاصل نہیں ہوتی، اور کسی چیز کے طلب کے یہ معنی ہیں کہ: اُس چیز کے حاصل کرنے کے اَسباب اِختیار کرے، اگر اُس کے اَسباب اِختیار نہ کرے تو سمجھو اُس کے اَندر طلب نہیں، کسی کو کھانے کی طلب ہے تو اُس کے اَسباب اِختیار کرتا ہے اور اگر اَسباب اِختیار نہ کرے تو

سمجھو کہ اُسے کھانے کی خواہش نہیں، بیمار آدمی اگر صحت کا طالب ہے تو اُس کے اَسباب اِختیار کرتا ہے، ڈاکٹر کے پاس جاتا ہے، دوالاتا ہے، نسخہ اِستعمال کرتا ہے، جن چیزوں سے ڈاکٹر نے پرہیز بتلایا ہے اُس سے بچتا ہے، اور اگر یہ اَسباب اِختیار نہیں کرتا تو اِس کا مطلب یہ ہے کہ: یہ شفاء کا طالب نہیں۔

اِسی طرح اِنسان کی اِصلاح کا مسئلہ ہے، اگر کوئی شخص اپنی اِصلاح کرانا چاہتا ہے اُس کے لیے اُس کے اَسباب اِختیار کرنا ضروری ہے، اِصلاح کے لیے گناہوں کا چھوڑنا ضروری ہے، اگر کوئی گناہ نہیں چھوڑتا تو سمجھو کہ وہ خود اپنی اِصلاح نہیں چاہتا، جس طرح جسمانی بیماریاں ہوا کرتی ہیں جو آدمی کو لگ جاتی ہیں اور اُس کے جسم کو نقصان پہنچاتی ہیں، اِسی طرح روحانی بیماریاں بھی ہوتی ہیں جو آدمی کے اَندر پیدا ہو جاتی ہیں اور اُس کے اِیمان کو غارت کر دیتی ہیں۔ اِس کا علاج اور اِس کی اِصلاح کا طریقہ یہی ہے کہ تمام گناہوں کو چھوڑ دے دل میں اللہ کا خوف ہو، قباحت کا اِستحضار ہو کہ اللہ میری ہر حرکت کو دیکھ رہا ہے، مر کر جانا ہے، خدا کو منہ دکھانا ہے، اِس اِستحضار کے بعد کیسے کوئی گناہ کرے گا؟!!

جب مدرسوں اور خانقاہوں میں رہ کر، اَچھے اور نیک لوگوں کے پاس رہ کر، اَچھے ماحول میں رہ کر گناہوں سے نفرت نہ ہوگی تو پھر کہاں جا کر گناہوں سے نفرت ہوگی؟!! مدارس میں رہ کر ہر شخص کو اپنی اِصلاح کی فکر کرنی چاہیے، مدارس بنائے اِسی واسطے گئے ہیں تاکہ مدارس میں رہ کر اللہ تعالیٰ سے تعلّق درست ہو، اَمراض کا علاج ہو۔ اسپتال میں اگر کوئی جاتا ہے تو کیا سیر وتفریح کے لیے جاتا ہے؟!! اور اگر واقعی کوئی سیر وتفریح ہی کے لیے جاتا ہے تو ایسے شخص کا بھی علاج نہیں ہو سکتا، اگر کوئی گناہوں سے بچنا چاہے تو ہزاروں شکلیں ہیں اور کچھ نہیں تو صرف یہ اِستحضار کر لے کہ میرا خدا مجھے دیکھ رہا ہے، اِسی مراقبہ سے اِنْ شَآءَ اللہ گناہ چھوٹ جائیں گے۔

طلباء کو اَہم نصیحتیں اور سمجھانے کا عجیب اَنداز

فرمایا: کچھ کام کرنے کے ہوتے ہیں جن کو کرنا چاہیے، اور کچھ کام نہ کرنے کے ہوتے ہیں جن سے بچنا چاہیے، جو کام کرنے کے لیے ہیں اگر اُن کو کوئی نہ کرے اور جو کام نہ کرنے کے ہیں

اُن سے نہ بچے تو اِس میں اُسی کا نقصان ہوتا ہے۔ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِىْ لِنَفْسِهٖ وَ مَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۔۔۔ الآية ① یعنی ہدایت والے کام کرنے میں اپنا فائدہ ہے اور گمراہی والے کام کرنے میں اپنا ہی نقصان ہے۔ جو بھی کام کرنا ہو پہلے سوچ لو یہ کام کرنے کا ہے یا نہیں؟!! مثلاً: نماز پڑھنے کا جی نہیں چاہتا، سستی سوار ہے یہ سوچ لو! اِس کام کے کرنے سے نفع ہے یا نقصان؟!! آدمی جس چیز میں اپنا نفع سمجھتا ہے اُس کو کرتا ہے، جی چاہے یا نہ چاہے، کھانا کھانے میں آدمی سستی نہیں کرتا کیوں کہ اُس میں نفع سمجھتا ہے اور جتنے بھی مفید کام ہیں ہر کام وقت پر کرتا ہے، اور جن کاموں کا وقت متعین نہیں اُن کا بھی ایک وقت ہوتا ہے، یعنی مطلق وقت۔ مثلاً: کھانا کھانے کا وقت ہوتا ہے، پاخانہ کرنے کا وقت ہوتا ہے کہ جب بھی تقاضا ہوتا ہے بس! وہی اُس کا وقت ہے، اور یہ سارے کام وقت پر کیے جاتے ہیں، اِس میں نگرانی کی ضرورت نہیں پڑتی، ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی ایک مہینہ میں اکٹھا صرف تین (٣) بار کھانا کھالے پھر چھٹی بل کہ وقت پر کھانا کھاتا ہے، اِسی طرح نماز پڑھنا، اَسباق کی پابندی کرنا یہ بھی ہمارا کام ہے، اِس کو بھی پابندی سے وقت پر کرنا چاہیے، نہ کرنے سے اپنا ہی نقصان ہے۔ اِس بات کو سوچ لیں کہ! اِس کام کے کرنے یا نہ کرنے میں ہمارا فائدہ ہے یا نقصان؟!! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ مدرسوں میں حاضری وغیرہ کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے؟!! آدمی اپنا نفع نقصان خود سوچ لے، لیکن! مدارس میں بھی اب وہ بات نہیں رہی، تم لوگ خود ہی بتاؤ! اگر کرنے والے کام کوئی نہ کرے اور نہ کرنے والے کام کرے تو اِس میں اُس کا نقصان ہے یا نہیں؟!! کھانا نہ کھائے، پانی نہ پیئے اِس میں اُس کا نقصان ہے یا نہیں؟!! کیوں کہ یہ کام کرنے کے ہیں اور یہ نہیں کرتا۔ اِسی طرح تمام کاموں میں سوچ لو! نماز پڑھنا یہ کام کرنے کا ہے یا نہیں؟!! اَسباق کی پابندی، مطالعہ کرنا یہ کرنے والے کام ہیں یا نہیں؟!! اگر ہیں!! تو پھر اِن کو کیوں نہیں کرتے؟!! اِن کو نہ کرنے سے نقصان ہوگا یا نہیں؟!! اَبھی تم ہی نے تو کہا ہے کہ: کرنے والے کاموں کے نہ کرنے سے نقصان ہوتا ہے۔ تو جب یہ کام کرنے والے ہیں تو پر کیوں نہیں کرتے؟!! آدمی اپنا نفع نقصان خود سوچ لے، ہمت کرے اور کام میں لگے۔

---

① (سُوْرَۃُ ھُوْد: ١٠٨)

علم بغیر محنت وکوشش کے حاصل نہیں ہوتا

فرمایا: کسی کام میں کوشش کا مقصد مطلوب کا حاصل ہوجانا ہوتا ہے، جب تک مطلوب حاصل نہ ہو برابر کوشش میں لگا رہنا چاہیے،کوشش کی کوئی حد نہیں ہے، اِس کی حد بس یہی ہے کہ جب تک مطلوب حاصل نہ ہو برابر کوشش میں لگا رہے۔ مثلاً: جب تک سبق سمجھ میں نہ آجائے کوشش میں لگا رہے، ایک نہیں تو دوسرے سے، دوسرے سے نہیں تو تیسرے سے سمجھے، جب تک سمجھ نہ لے برابر کوشش میں لگا رہے۔ لیکن! لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی چیز میں ایک بار دو بار کوشش کرلی تو کافی ہے، بغیر مجاہدہ ومحنت اور بغیر کوشش کے کوئی چیز نہیں ملتی، مال حاصل کرنے کے لیے آدمی کوشش کرتا ہے، کماتا ہے، بڑی کوشش کے بعد اُس کو چند پیسے ملتے ہیں اور علم بغیر محنت وکوشش کے کیسے مل جائے گا؟!! طلباء تو بغیر محنت وکوشش کے بس سند حاصل کرلیتے ہیں اور اِسی کو کافی سمجھتے ہیں، آدمی جب تک علم کا غلام نہ بن جائے تب تک علم حاصل نہیں ہوتا، علم بہت خوشامد کراتا ہے تب کہیں جاکر علم آتا ہے، اگر تم واقعی محنت کرو تو علم کیسے نہ آئے گا؟!! اصل وجہ یہ ہے کہ آج علم کا ذوق نہیں ورنہ اگر اِستعداد بنانا چاہیں تو کیسے نہیں بن سکتی؟!! لیکن! محنت ہی نہیں کرتے اور بغیر محنت کے تو کچھ بھی حاصل نہیں ہوتا۔

طلباء کو چند اہم نصیحتیں

طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: "تکبر" کبھی نہ کرنا چاہیے، "تکبر" آدمی کو ہلاک و برباد کر دیتا ہے، اپنے ساتھیوں اور ہم عصروں سے بھی "تکبر" نہیں ہونا چاہیے۔ مثلاً: کسی ساتھی کو کچھ نہیں آتا، عبارت نہیں آتی، ترجمہ نہیں آتا اور ہم کو آتا ہے تو اِس پر "تکبر" نہیں ہونا چاہیے، کیوں کہ جو کچھ ہے سب کچھ اُنہی کا دیا ہوا ہے، بندہ کا اِس میں کیا کمال ہے؟!! وہ جب چاہیں چھین لیں کوئی کیا کرسکتا ہے؟!! ایک منٹ میں کچھ سے کچھ ہوسکتا ہے، جس خدا نے مجھ کو پیدا کیا ہے اُسی خدا نے اُس کو بھی پیدا کیا ہے پھر "تکبر" کیسا؟!! وہ مجھ کو بھی اُس جیسا پیدا کرسکتا تھا، میرا ذہن اُس کو اور اُس کا ذہن مجھ کو دے سکتا ہے، یہ تو محض اللہ کا فضل ہے اِس پر شکر کرتے رہنا چاہیے اور ڈرتے رہنا چاہیے۔

اللہ نے جس کو کوئی نعمت دی ہو اُس پر "تکبر" کبھی نہ کرے، اترائے نہیں، فخر نہ کرے، اللہ کا فضل اور اُس کا اِنعام سمجھے، اللہ نے جو نعمت دی ہے دوسروں کو فائدہ پہنچائے، دوسروں کو سکھلا دے، بتلا دے، جن ساتھیوں کو مثلاً: عبارت نہیں آتی، مطلب نہیں آتا اُن کو سکھلا دے، بتلا دے۔ خَيْرُ النَّاسِ مَن يَّنْفَعُ النَّاسَ۔ ❶ بہتر شخص وہ ہے جو لوگوں کو نفع پہنچائے۔ تم دوسروں کو نفع پہنچاؤ واللہ تم کو نفع پہنچائے گا، ترقی ہوگی اور ترقی ایسے ہی ہوتی ہے۔ دو، چار (۲، ۴) لڑکوں کو لے کر بیٹھ جاؤ، جن کا قرآن پاک صحیح نہیں ہے اُن کا قرآن پاک صحیح کراؤ، یہ تو قرآن پاک کے متعلّق ہے۔ اور عربی کی عبارت جن طلباء کو نہیں آتی، دو، چار (۲، ۴) لڑکوں کو لے کر بیٹھ جاؤ کہ لاؤ! ہم تمہاری عبارت صحیح کرا دیں، "صرف، نحو، صیغہ اور تعلیل" کی مشق کرا دو، چند "تعلیلیں" ہیں گھوم پھر کر وہی آتی ہیں، اُن کو بتا دو، اِس طرح اُن کی عبارت صحیح کرا دو، اِتنا کر کے دیکھو! ترقی ہوتی ہے یا نہیں؟!! مجھے بھی جو کچھ آتا ہے یہ سب اِسی طریقہ کی برکت ہے۔ میرے ایک ساتھی تھے اَبھی وہ موجود ہیں، اِس وقت "شیخ الحدیث" ہیں، وہ عبارت تو صحیح پڑھتے تھے، لیکن! اگر وجہ پوچھی جاتی تو نہ بتلا پاتے تھے کہ یہ اِعراب کیوں پڑھا ہے؟!! مجھ سے کہنے لگے کہ: مَیں نے "شرح مائۃ عامل" اَچھی طرح محنت سے نہیں پڑھی۔ مَیں نے کہا: اِس میں کیا حرج ہے!! مَیں تکرار کرا دوں گا! "ہدایہ" کے سال مَیں نے اُن کو "شرح مائۃ عامل" کا تکرار کرایا، اِس وقت وہ "شیخ الحدیث" ہیں، کئی بار اُن سے کہا کہ: یہاں تشریف لائیے، آتے نہیں۔ کبھی آئے تو بتلاؤں گا اور دیکھاؤں گا کہ یہ کیسے سیدھے بزرگ اور شریف آدمی ہیں۔

اگر کچھ کرنا اور بننا ہے تو اپنے کو مٹا دو

فرمایا: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی ﷫ نے اپنے آپ کو بہت چھپایا اور اپنے آپ کو بالکل مٹا دیا تھا، اِسی کا اَثر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اِتنی مقبولیت اور محبوبیت عطا فرمائی تھی، جب تک آدمی اپنے آپ کو فنا نہیں کرتا اُس وقت تک اُس میں کمال نہیں پیدا ہوتا، ہرا بھرا کھیت کب لہراتا ہے؟!! جب بیج خاک میں ملتا ہے، چمبیلی اور گلاب کی خوشبو کب پھیلتی ہے؟!!

---

❶ (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف المیم، کتاب المواعظ والرقاق والخطب، فصل فی جامع المواعظ والخطب، خطب النبی ﷺ ومواعظ، ج ۱۶، ص ۱۲۸، طبع مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت)

جب وہ اپنی حقیقت کو فنا کر دیتا ہے، خاک میں ملا دیتا ہے، اور آج یہی چیز نہیں ہے، کمال پیدا ہو تو کس طرح ؟!! ہر ایک کو اپنی ناک کی فکر ہے، ہر شخص چاہتا ہے کہ ہماری ناک اونچی ہو جائے، ہماری عزّت ہو، ہمارا نام ہو، ہماری شہرت ہو، اِسی میں جھگڑا کرتے ہیں ہم کو فلاں کتاب پڑھانے کو نہیں ملی، ہم کو یہ کتاب ملنی چاہیے، "بخاری شریف" پڑھانے کا تو ہمارا حق تھا فلاں کو کیوں دے دی گئی ؟!! فلاں جونیئر ہے، فلاں سینئر ہے، یہ سب اُسی وقت ہوتا ہے جب ناک اُونچی کرنے کی فکر ہوتی ہے، اِسی لیے آج علماء سے فیض نہیں ہو رہا ہے، اور اُن کے وجود سے جو اَنوار و برکات ہونے چاہئیں وہ نہیں ہو رہے ہیں، اِس کی اصل وجہ یہی ہے کہ آج کل کے علماء نے اپنے آپ کو فنا نہیں کیا، اپنے نفس کی اِصلاح نہیں کرائی، ایسا شخص جہاں بھی جائے گا، جس مدرسہ میں بھی جائے گا اُس کی ذات سے فساد ہی فساد ہوگا، اگر کچھ کام کرنا ہو تو اپنے کو مٹا دے فنا کر دے، کسی اللہ والے سے تعلّق قائم کرے، اُس کی جوتیاں سیدھی کرے، اور اپنی ذات کو فنا کر دے، اِس کے بغیر کامیابی نہیں ہوتی۔

جو طلباء واقعی پڑھنے والے ہوتے ہیں، محنت کرتے ہیں، ذی اِستعداد ہوتے ہیں، لیکن ! اِصلاحِ نفس کی فکر نہیں ہوتی، اِیسے لوگوں کے بارے میں کہہ رہا ہوں کہ: "شیخ الحدیث، شیخ الادب، اور مفتی" کے نام سے مشہور ہو جانے کی فکر میں رہتے ہیں، اور اُن کے اَندر صلاحیت بھی ہوتی ہے، محنت بھی کرتے ہیں، لیکن ! اپنے آپ کو فنا نہیں کرتے، اپنے کو چھوٹا نہیں سمجھتے، "تکبر" میں مبتلاء ہوتے ہیں، ایسے لوگوں سے اِصلاح کا کام نہیں ہوتا، اور جو فیض اُن کی ذات سے ہونا چاہیے وہ نہیں ہوتا، اور جو لوگ مدرسہ میں آ کر یوں ہی نام کے لیے پڑھتے ہیں، کسی بورڈ کے اسکول میں اِمتحان دے کر ڈگری حاصل کر لیتے ہیں، ایسے لوگوں کی بابت تو کچھ کہنا ہی بیکار ہے، ایسے لوگوں میں کہاں اِخلاص ہوگا ؟!! اُن کا مقصد تو صرف دنیا کمانا ہے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کی اِصلاح فرمائے۔ (آمین)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طالب عِلمی اور اِمتحان کا عجیب واقعہ

"منطق" کی کتاب "شرح تہذیب" کا سبق پڑھاتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ:

یہ سبق بہت اَہم اور مشکل مقامات میں سمجھا جاتا ہے، جب مَیں "پانی پت" میں پڑھتا تھا میرے ایک ساتھی جو میرے گہرے دوست بھی تھے وہ بھی پڑھتے تھے، لیکن! ہم لوگوں کی دوستی صرف پڑھنے پڑھانے والی ہوتی تھی، پڑھنے کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ کوشش کرتے تھے کہ یہ مجھ سے آگے نہ بڑھنے پائے، مَیں ہمیشہ اِن سے آگے رہوں، شروع شروع میں "منطق وفلسفہ" کی طرف میری رَغبت بہت کم تھی، اُس کی طرف زیادہ توجہ نہیں کرتا تھا، بس! دَرس میں کتابیں پڑھ لیتا زیادہ محنت نہ کرتا تھا، "منطق وفلسفہ" میں تو بعد میں محنت کی ہے، "مرادآباد" جاکر "منطق وفلسفہ" پڑھا ہے، اُس زمانہ میں وہاں "منطق وفلسفہ" کا بڑا زور تھا اور مجھے چوں کہ ہر فن پڑھانا تھا، اِس لیے ہر فن کو محنت سے پڑھا تھا، "منطق وفلسفہ" کی تمام اَہم کتابیں "شرح چغمینی" وغیرہ سب وہیں پڑھی ہیں، اب تو اُن کتابوں کا لوگ نام تک نہیں جانتے اور بہت سی کتابوں کی واقعی اب ضرورت بھی نہیں ہے۔

"پانی پت" میں جب مَیں پڑھتا تھا اُس وقت "منطق وفلسفہ" میں مہارت تو تھی نہیں، میرے ساتھی مولانا اِسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو "بہار" کے رہنے والے تھے وہ بڑے تیز تھے، اور اُس وقت "منطق اور فلسفہ" کا اِمتحان لینے کے لیے جو ممتحن آتے تھے بڑا سخت اِمتحان لیتے تھے۔ مولانا شبیر اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا نصیر اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ جیسے لوگ اِمتحان لیا کرتے تھے۔ چناں چہ مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ اِمتحان لینے کے لیے تشریف لائے، اُن کا معمول تھا کہ طالب عِلم سے کہتے کہ: جہاں سے جی چاہے کتاب کھولو! طالبِ علم کو اِختیار دے دیتے تھے، لیکن! پوچھتے تھے اَچھی طرح، اِتفاق سے اِمتحان کے وقت مَیں مولانا اِسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بغل میں بیٹھ گیا، جب اُن سے کتاب کھولنے کو کہا گیا تو اُنہوں نے یہی مشکل مقام کھول کر دے دیا، (جو آج تم لوگوں کو پڑھنا ہے) مولانا اِسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو تو پوری کتاب پختہ یاد تھی، میرے لیے مشکل تھی، اُن کو معلوم تھا کہ یہ مشکل مقام ہے اور اِس کو یاد نہیں ہے۔ مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا بھی کہ: یہی مقام ملا تھا کھولنے کے لیے؟!! بہ ہر حال اِمتحان ہوا، اُس کے بعد میرا نمبر تھا، مَیں ڈر رہا تھا، لیکن! اللہ کا کرنا جب میرا نمبر آیا تو مولانا نے ایک ورق اُلٹ دیا، وہ آسان تھا اور مجھے خوب یاد تھا، اِس لیے خوب بتلایا اور اَچھے نمبروں سے پاس ہوا۔

اِس کے بعد" قدوری، کافیہ" کا اِمتحان ہونا تھا، مولوی اِسلام الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ ذہین آدمی تھے، اُنہوں نے" کافیہ" کا زبانی اِمتحان دیا، جب میرا نمبر آیا تو مَیں نے پہلے سے کتاب کھول کر دے دی، کیوں کہ اُن کا معمول یہی تھا کہ طالبِ علم سے کہتے تھے کہ: جہاں سے جی چاہے کھولو! لیکن! مولانا نے مجھ سے فرمایا کہ: تمہارے ساتھی نے تو" کافیہ، قدوری" کا اِمتحان زبانی دیا ہے، تم کتاب کھول کر دے رہے ہو؟!! مَیں نے عرض کیا کہ: میرا بھی زبانی لے لیجئے۔ اِن دونوں کتابوں میں مَیں نے خوب محنت کی تھی، اُس کی عبارت تک مجھے زبانی یاد تھی، چناں چہ مَیں نے کتاب بند کر دی اور زبانی اِمتحان دیا، اور اَچھے نمبروں سے پاس ہوا۔ اِمتحان کے بعد مولانا ابوالوفاء صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اگر مَیں قَسم کھالوں کہ" دیوبند" میں بھی اِیسے طلباء نہیں ہوں گے تو حانث نہیں ہوں گا۔

دوسرا باب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طلباء سے خطاب

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ: شروع سال اور آخر سال میں طلباء اور اَساتذہ کے سامنے تقریر فرمایا کرتے تھے، یہ بھی وہی تقریر ہے جو آپ رحمۃ اللہ علیہ نے شروع سال میں طلباء واَساتذہ کے سامنے فرمائی، جس قدر نقل کر کے صاف کی جاسکی اُتنی ہی شامل کر دی گئی۔

بعد حمد و صلوٰۃ!

قَالَ النَّبِيُّ ﷺ: مَنْهُومَانِ لَا يَشْبَعَانِ: مَنْهُومٌ فِي عِلْمٍ لَا يَشْبَعُ، وَمَنْهُومٌ فِي دُنْيَا لَا يَشْبَعُ ۔ (1) أَوْ كَمَا قَالَ عَلَيْهِ الصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ۔

یعنی دو(۲) حریص کبھی آسودہ نہیں ہوتے، ایسے ہیں جن کو کبھی سیرابی نہیں ہوتی۔ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا کہ: دو(۲) حریص ایسے ہیں کہ اُن کو کبھی آسودگی نہیں ہوتی:

① ایک تو مال کے حریص کو چاہے اُس کو کتنا بھی مال مل جائے۔

② دوسرے علم کے حریص کو۔

مال کے حریص کا حال یہ ہوتا ہے کہ چاروں طرف سے ہاتھ مارنے کی کوشش کرتا ہے، ایک دکان ہے تو کوشش کرتا ہے کہ دوسری بھی دکان ہوجائے، دو(۲) ہیں تو تیسری کی بھی کوشش کرتا ہے، دکان کے بعد کارخانے کی فکر کرتا ہے، اِدھر بھی ہاتھ مارتا ہے، اُدھر بھی ہاتھ مارتا ہے، یہ تو تجربہ اور مشاہدہ کی بات ہے، سب ہی لوگوں نے دیکھا ہوگا، اور یہی حال علم کے بھی حریص کا ہوتا ہے، لیکن! آج ہم کو مال کے حریص تو بہت دکھائی دیتے ہیں، لیکن! علم کے حریص نہیں دکھائی دیتے، مال کے حریص کو تو واقعی کبھی بھی آسودگی نہیں ہوتی، اور علم کے حریص کو نا معلوم کیسی آسودگی ہوجاتی ہے؟!!

---

(1) (المستدرک علی الصحیحین للحاکم، کتاب العلم، فاما حدیث عبداللہ بن نمیر، ج ۱، ص ۱۶۹، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حرص کی علامت

مال کا حریص ایسا ہوتا کہ کبھی تھکنے کا نام نہیں جانتا، اُس کو ہر وقت مال ہی کی دھن لگی ہوتی ہے، مال کی حرص میں وہ سب کچھ بھول جاتا ہے، کھانا پینا تک بھول جاتا ہے، لیکن! علم کا حریص سب کچھ یاد رکھتا ہے، بس! علم ہی کو نہیں یاد رکھتا۔ لیکن! جس زمانہ میں واقعی علم کے حریص ہوا کرتے تھے اُن کا بھی حال یہی ہوتا تھا کہ تھکنا جانتے ہی نہ تھے، چاہے جتنی مصیبتیں برداشت کرنی پڑیں، وہ سب اُن کے لیے آسان تھا، بس! ایک ہی دھن لگی رہتی تھی کہ علم آ جائے، وطن سے آتے تو برسوں بعد واپس جاتے، جنگل کے پتے کھا کھا کر، روٹی کے سوکھے ٹکڑے پانی میں بھگو کر، مولی کے پتے کھا کر گذر کرتے، اور علم دین حاصل کرتے تھے۔ ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ نہیں ہے تو طباخ کے پاس گئے اور جا کر صرف روٹی کی خوشبو سونگھ لیا کرتے تھے۔ ہزاروں واقعات اِس طرح کے ہیں، نہ رہنے کا ٹھکانا، نہ کھانے کا اِنتظام، جہاں جگہ مل گئی وہیں قیام کر لیا۔

اِس طرح مصیبتوں سے علم حاصل کیا ہے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن سے کتنا فائدہ پہنچایا ہے؟!! اَسّی، اَسّی (٨٠،٨٠) جلدیں لکھ کر چلے گئے، جن کا پڑھنا بھی دشوار ہے۔ لیکن! آج علم حاصل کرنے والوں کو اِتنی آسانیاں ہوگئی ہیں کہ اِتنی کبھی نہیں ہوئیں، آسائش وراحت کے سارے اَسباب مہیا ہیں اور آسائشیں بڑھتی ہی جارہی ہیں، لیکن! بجائے ترقی کے علم میں اُتنا ہی زوال آتا جارہا ہے۔

اہل مدرسہ کی ذمہ داری

(اے عزیز طلباء!) اللہ نے تم کو یہاں بھیجا ہے، یہاں رہنا اُس نے تمہارے لیے مقدر کیا ہے، تمہارے والدین نے تم کو یہاں بھیجا ہے، اور تم خود بھی کچھ سوچ سمجھ کر ہی آئے ہو، ایسا نہیں کہ تم کو سیلاب بہالے آیا ہو، یا کسی نے تم کو یہاں پھینک دیا ہو، بل کہ کچھ سوچ سمجھ کر تم خود یہاں آئے ہو، اور اللہ نے تم کو اِس مدرسہ میں بھیجا ہے۔

مدرسہ کی مثال اسپتال کی سی ہے، جب مریض اسپتال میں بھرتی ہوتا ہے تو کچھ ذمہ داری تو مریض کی ہوتی ہے اور کچھ ذمہ داری عملہ کی ہوتی ہے۔ اگر مریض اسپتال میں داخل ہو جائے،

لیکن! ڈاکٹر کے بتائے ہوئے اُصول و ہدایات کے مطابق عمل نہ کرے بل کہ اپنی مرضی اور خواہش کے مطابق عمل کرے تو مریض کبھی صحت یاب نہیں ہوسکتا۔ مثلاً: ڈاکٹر نے جو دوا تجویز کی وہی دوا اِستعمال کرے، پانی پینے کو بتلایا تو پانی پیئے، الغرض!! ڈاکٹر کی ہر تجویز کے مطابق عمل کرے تب تو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں۔

اور ڈاکٹر جو کچھ بھی تجویز کرتا ہے اپنے فائدہ کے لیے نہیں بل کہ اُس میں سراسر مریض ہی کا فائدہ ہے، مریض ہی کی خیر خواہی ہے، اور خیر خواہی کا تقاضہ یہی ہے کہ اُس کے مناسب حال جو معاملہ ہو وہی معاملہ کرے، اب اگر مریض یہ سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھ ظلم کیا جا رہا ہے، ڈاکٹر ہمارے ساتھ بد خواہی کرتا ہے، صبح و شام ہم کو چھیدا جا رہا ہے، انجکشن لگ رہے ہیں، میری کوئی خواہش پوری نہیں ہوتی، ڈاکٹر میرے ساتھ اچھا سلوک نہیں کرتا، خواہ مہ خواہ ڈاکٹر سے بدگمان ہوجائے ایسے مریض کو اُس ڈاکٹر سے کبھی فائدہ نہ ہوگا۔

مدرسہ کی مثال اور طلباء اور اہل مدرسہ کی ذمہ داری

یہی حال مدرسہ کا ہے کہ حالات کے پیش نظر طلباء کے واسطے کچھ اُصول وقواعد مقرر کیے جاتے ہیں، یہ سب طلباء ہی کے فائدے کے لیے ہیں، اُن پر عمل کرنے سے فائدہ ہوتا ہے، طالبِ علم یہ سوچنے لگے کہ ہمارے ساتھ ظلم ہو رہا ہے اور یہ اَساتذہ ہمارے بد خواہ ہیں، ہماری مرضی اور خواہش کے مطابق عمل نہیں کرتے، تو ایسے طالبِ علم کو کبھی فائدہ نہیں ہوگا، فائدہ تو اُس کو ہوگا جو ہر سختی برداشت کرنے اور کڑوی دوا پینے کو تیار ہو، ڈاکٹر کی سختی اور کڑوی دوا کو خیر خواہی سمجھنا چاہیے۔

اِسی طرح اسپتال کے عملہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ کس وقت کونسی دوا پلانی ہے؟!! کون سا انجکشن کس وقت لگنا ہے؟!! ڈاکٹر نے جو دوا اور انجکشن جتنی بار اور جس وقت تجویز کیا ہو، عملہ کی ذمہ داری ہوتی ہے کہ اپنی ذمہ داری کو محسوس کر کے اُس وقت وہ دوا کھانے کو دے تب تو مریض کو فائدہ ہوگا ورنہ نہیں، اگر عملہ اپنے کام میں سستی کرنے لگے، ڈاکٹر نے بتلایا تھا رات میں دوا کھلانے کو، بجائے رات کے صبح کھلا دی، انجکشن دن میں تین (۳) بار لگانا تھا اُس میں کوتاہی کی، اگر عملہ اپنی ذمہ داری محسوس نہ کرے تو مریض کو کبھی فائدہ نہیں ہوسکتا۔

یہ اللہ کی تقدیر کا فیصلہ ہے کہ اُس نے تم کو یہاں بھیج دیا، اب اُس کے فیصلہ پر راضی رہنا چاہیے، اور جب اللہ نے بھیج دیا ہے تو سال بھر تک کے لیے طے ہوگیا کہ یہاں سے جانا نہیں ہے، اب اپنے آپ کو مدرسہ والوں کے حوالے کردو، جو قوانین اور ضوابط مدرسہ والوں نے مقرر کیے ہیں اُن کے مطابق عمل کرنا طے کرلو۔

نماز اور سبق کی حاضری

اُنہی اُصولوں میں سے ایک چیز "حاضری" بھی ہے، یہاں کا یہ معمول ہے کہ درجہ میں سبق کے لیے اور مسجد میں نماز کے واسطے حاضری لی جاتی ہے، ہونا تو یہ چاہیے کہ حاضری ہو یا نہ ہو، لیکن! نماز میں کوتاہی نہ ہونی چاہیے۔ سونے کے واسطے، کھانا کھانے کے واسطے حاضری اور نگرانی کی ضرورت نہیں ہوتی کیوں کہ یہ طبعی چیزیں ہیں، اِنسان خود سوتا ہے، کھاتا ہے اور اِس کی ضرورت محسوس کرتا ہے۔

کتنے اَفسوس کی بات ہے کہ!!! طالبِ علم کی نماز میں حاضری لی جائے، سبق میں "حاضری" لی جائے؟!! یعنی مدرسہ میں آنے کا جو مقصد ہے اُس میں حاضری کی ضرورت پیش آئے، مقصود کے لیے تو حاضری لی جائے اور غیر مقصود (یعنی کھانا، پینا، سونا) آدمی خود کرلے، "قُرُوْنِ اُوْلٰی" میں اِس کی کہیں نظیر نہیں ملتی کہ درجہ میں طلباء کی اِس اَنداز سے حاضری لی گئی ہو۔

حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت قاری عبد الرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ: کبھی بھی اُن کے سبق کا ناغہ نہیں ہوا، ایک میل پیدل چل کر آنا جانا آسان کام نہ تھا، پھر اُس زمانہ میں تو بہت ہی مشکل تھا، رات کو سفر کرنا پڑتا تھا، لیکن! کبھی سبق کا ناغہ نہیں کیا۔

پاس میں چراغ تک کے پیسے نہ ہوتے تھے، طلباء رات میں ٹہلتے رہتے تھے، جہاں روشنی ملتی وہاں جاکر کتاب دیکھتے تھے، بعض طلباء یہ کرتے تھے کہ کسی دکان دار سے کہہ دیا کہ: مَیں رات بھر تمہاری دکان کا پہرا دیا کروں گا ہمارے لیے چراغ کے تیل کا اِنتظام کردو، پھر رات بھر جاگ کر کتاب دیکھتے، آٹے کی بتی بنا کر چراغ جلاتے اور صبح اُسی آٹے کو کھالیتے، اِس طرح علم حاصل کیا ہے۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ ایک دن سبق میں غیر حاضر ہو گئے، اُستاد کو بہت تعجب ہوا، تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ: اُن کے پاس پہننے کے واسطے کپڑے نہیں ہیں، اور جو تھے وہ قرض کی اَدائیگی میں چلے گئے، اور یہ قرض ہوا کیسے؟!! آج کی طرح پکوڑی اور جلیبی کے ناشتے میں؟!! نہیں! ضروریات کے لیے آلاتِ علم، قلم، کاغذ کے اِنتظام کے لیے قرض ہو گیا، اور قرض کے سلسلہ میں حدیث پڑھی تو خیال ہوا کہ اگر اِس حال میں میرا اِنتقال ہو گیا تو مقروض ہو کر مَروں گا، اِس لیے فوراً جس طرح بن پڑا قرض چکا دیا۔

اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اُستاذ نے اپنے کپڑے بھیجے کہ اِس کو پہن لیں، لیکن! غیرت نے اِس کو بھی گوارا نہ فرمایا، اور عرض کیا کہ: اِس کے بدلہ میں مجھ سے کچھ کام لے لیں۔ چناں چہ کتاب کی کتابت اور تصحیح کا کام کیا اور وہ کپڑے قبول فرمائے۔

طلباء کی بدحالی و بدشوقی

کتنے اَفسوس کی بات ہے کہ!! تمہارے واسطے اِتنی کوششیں کی جاتی ہیں، اِتنی مشکلوں سے چندہ کر کے پیسہ جمع کیا جاتا ہے، تم لوگوں کے لیے ہر طرح کی سہولت اور راحت کے تمام اَسباب مہیاء کیے جاتے ہیں، بغیر کچھ کیے کرائے، بیٹھے بیٹھے آرام سے کھانا ملتا ہے، گھر میں بھی اِس طرح آرام سے کھانا نہیں ملتا بل کہ پہلے گھر کا کچھ کام کرنا پڑتا ہے، کاشتکار آدمی کو پہلے بھینس کا چارہ کرنا پڑتا ہے پھر کھانا ملتا ہے، اور بھی گھر کے کام کرنا پڑتے ہیں، یہاں تو کچھ بھی نہیں کرنا پڑتا، بس! پڑے پڑے کھاتے رہو، راحت ہی راحت ہے، لیکن! اِس پر بھی طلباء مزید راحت کے طالب ہوتے ہیں، اُنھی مدارس کا رخ کرتے ہیں جہاں زیادہ سے زیادہ سہولت اور آسانیاں اور ہر طرح کی آزادی حاصل ہو، آج اِس مدرسہ میں تو کل اُس مدرسہ میں، سال بھر تک وہ مدرسہ ہی بدلتے رہتے ہیں، اور مدرسہ والوں نے بھی مدرسہ کو دکان بنا رکھا ہے کہ ہمارے یہاں گاہک زیادہ آئیں، ہمارے یہاں طلباء کی کثرت ہو، اور زائد سے زائد آرام پہنچانے کی کوشش کی جاتی ہے تا کہ طلباء خوب آئیں۔

لیکن !اِن سب آسائش اور راحتوں کے باوجود طلباء کو جس طرح محنت کے ساتھ علم دین حاصل کرنا چاہیے، اور جو باتیں اُن میں ہونی چاہئیں وہ نہیں ہیں۔ کتنے اَفسوس کی بات ہے کہ!! دینی مدارس اور فجر سے پہلے اِیسا معلوم ہو جیسے قبرستان، سنسان، نہ کوئی تلاوت کرنے والا، نہ ذکر کرنے والا، اگر رات میں دیر سے سوئے تو کم اَز کم فجر کی اذان کے بعد تو فوراً اُٹھ جانا چاہیے، لیکن !یہ بھی نہیں ہوتا۔

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں رہا کرتے تھے، اُس وقت تک "دَارُ الْاِقَامَة" کا تو نظم تھا نہیں۔ "دَارُ الْاِقَامَة" تو میرے زمانے تک بھی نہیں تھا۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ ایک مسجد میں چٹائیاں بچھایا کرتے اور حمام جھونکا کرتے تھے، اور جب متولی مسجد کی طرف سے چراغ جلانے کی اِجازت ہوتی اُس وقت تک تو چراغ کی روشنی میں کتاب دیکھتے، اور اُس کے بعد حمام کی آگ کی روشنی میں کتاب دیکھا کرتے تھے، سردی کی راتوں میں اوڑھنے بچھانے کا کوئی اِنتظام نہ ہوتا تھا، مسجد کی چٹائیوں میں لپٹ جاتے تھے۔ اِس طرح علم دین حاصل کیا ہے، پھر دیکھو! اللہ نے اُن سے کیسا کام لیا ہے!!۔

اگر کوئی طالب ِعلم واقعی طالب ِعلموں کی طرح زندگی گذارتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے کام لیتا ہے، آج کوئی دروازہ بند تھوڑی ہو گیا ہے، لیکن !ہم لوگوں نے خود ہی دروازہ بند کر رکھا ہے۔

طلباء کے اَوصاف

طالب ِعلم کو تو اِس پر قناعت ہونی چاہیے کہ اُس کو پیٹ بھر کر دو (۲) روٹی نصیب ہو جائیں، جس سے اُس کی کمر سیدھی ہو سکے، سامان رکھنے کی جگہ مل جائے، پڑھنے کے لیے روشنی کا اِنتظام ہو جائے بس!، یہاں مدرسہ کی طرف سے روشنی کا اِنتظام کیا جاتا ہے، جنریٹر چلتا ہے، لیکن !اگر نہ بھی ہو یا کچھ دیر ہو جائے تو طالب ِعلم کو چاہیے کہ اپنی طرف سے خود اِس کا اِنتظام رکھے، ہر کمرے میں ایک لالٹین ہونا چاہیے، جہاں جنریٹر چلنے میں دیر ہو لالٹین جلا کر کتاب دیکھنا شروع کر دیں۔

دو (۲) باتوں کا اِہتمام زیادہ کریں: ① ایک تو نماز کا اِہتمام۔

۲ دوسرے درجہ کی پابندی اُس میں ناغہ نہ ہونا چاہیے۔ حاضری ہو یا نہ ہو، کوئی نگرانی کرنے والا ہو یا نہ ہو، ہمارا کام ہے، ہم کو کرنا ہے۔

صفائی کا اِہتمام

اِن سب کے ساتھ ساتھ صفائی کا بھی بہت اِہتمام رکھو، کمرہ اور کمرہ کے سامنے کا صحن بالکل صاف ہونا چاہیے۔حضور ﷺ کا اِرشاد ہے: "نَظِّفُوْا اَفْنِيَتَكُمْ"۔[1] "اپنے گھر کے سامنے کے صحنوں کو صاف رکھو"۔ جب صحن کی صفائی کا حکم ہے تو خود مکان کی صفائی کا حکم کس درجہ ہوگا؟!! مدرسہ میں اگر صفائی نہ ہوگی تو کہاں ہوگی؟!! اور مدرسہ والے اِس کا اِہتمام نہ کریں گے تو کون کرے گا؟!! اِیسا نہ ہو کہ ہر کمرہ کے سامنے کوڑے کا ڈھیر لگا ہوا ہو، کمرہ میں رہنے والے لڑکے باری مقرر کرلیں اور باری باری صفائی کرتے رہا کریں۔

مدرسہ کے ذمہ دار اور مدرّسین کی ذمہ داری

اَساتذہ کو چاہیے کہ اپنی ذمہ داری سمجھیں، طلباء کی نگرانی کریں، زیادہ نہیں! صرف چار چار (۴، ۴)، پانچ پانچ (۵، ۵) کمرے ہر مدرس کے حصہ میں آتے ہوں گے، اگر اُنہی کمروں کی نگرانی کرلیں تو نظام قابو میں آسکتا ہے۔ ہم کو تو یہ سوچنا چاہیے کہ ہماری ذات سے زیادہ سے زیادہ فائدہ پہونچ جائے۔ طالبِ علم کے مدرسہ میں داخل ہوجانے کے بعد تربیت کا سلسلہ سب سے زیادہ ہماری ذمہ داری ہوجاتی ہے، مدرسہ میں کمرہ دینا، کھانے کا اِنتظام کرنا فرض نہیں، لیکن! جو طلباء مدرسہ میں داخل ہوگئے ہیں، اُن کی تعلیم وتربیت کا اِنتظام کرنا ہمارے ذمہ ضروری ہے، اَساتذہ کی مثال مشفق باپ جیسی ہے، اُستاد باپ کے مثل ہوتا ہے، شاگرد اپنے کو بچہ سمجھے، اور اُستاد اپنے کو باپ سمجھے اور اپنے بچہ جیسا معاملہ کرے، بچہ کو گود میں لینا پڑتا ہے اور کبھی پاخانہ بھی دھلانا پڑتا ہے، اور ضرورت پر طمانچے بھی لگائے جاتے ہیں، لیکن! نفس کے واسطے نہیں بل کہ اِصلاح کے واسطے، اور یہ تو اللہ جاننے والا اور دیکھنے والا ہے کہ ہم کسی سے کے ساتھ کوئی معاملہ کس نیت سے کرتے ہیں؟! دوسرا کوئی کیا جان سکتا ہے؟!! الغرض! اُستاد کو چاہیے کہ شاگرد کے ساتھ اپنے بچے جیسا معاملہ کرے۔

---

[1] (جامع الترمذی، ابواب الاداب عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی النظافة، ج ۲، ص ۱۰۷، طبع قدیمی، کراچی)

(حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تقریر طویل تھی، جس قدر صاف کی جا سکی وہ نقل کر دی گئی، باقی اِس وقت پیش نظر نہیں، دعا کیجیے!! "اللہ تعالیٰ" یہ تقریر اور اِسی طرح حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دوسری تقریریں مرتب اور صاف کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ آمین)

وقت کی قدر، زبان کی حفاظت، نفس کی نگرانی

فرمایا: وقت کی بہت قدر کرنی چاہیے، ہمارا ہر آنے والا دن گذشتہ دن سے اچھا ہونا چاہیے، اگر کسی کا کل اور آج کا دن برابر ہی رہا، اور ایک دن میں اُس نے ترقی نہیں کی تو یہ اُس کے لیے بڑے خسارہ کی بات ہے، آدمی کو چوبیس (۲۴) گھنٹے ملیں اور اُس میں وہ کچھ کما نہ سکے، کتنے افسوس کی بات ہے!! اِسی لیے بزرگوں نے ایک ایک منٹ کی قدر کی ہے، کوئی ایک بات منہ سے فضول نکلنا گوارا نہیں کیا، زندگی ہے ہی اسی لیے کہ اُس کی قدر کی جائے، اور قدر کرنے ہی سے ترقی ہوتی ہے۔

حدیث پاک میں قصہ آیا ہے: ایک صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہو گئے، اُس کے ایک ہفتہ کے بعد دوسرے صحابی رضی اللہ عنہ کا اِنتقال ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ: تم نے اپنے اِس مرحوم بھائی کے لیے کیا دعا کی؟!! اُنہوں نے عرض کیا کہ: ہم نے یہ دعا کی ہے کہ "یا اللہ! ہمارے اِس بھائی کو شہید بھائی کے ساتھ ملا دیجئے، اِن کو بھی اُس مرتبہ پر پہنچا دیجیے"۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر تم نے اپنے بھائی کے لیے یہ دعا کی ہے تو بڑے خسارہ کی دعا کی، اُن کے ایک ہفتہ کا عمل کہاں جائے گا؟!! وہ صحابی رضی اللہ عنہ شہید ہوئے، ٹھیک ہے!! شہادت کا بلند مقام ہے، لیکن! ایک ہفتہ میں اِنہوں نے جو کمایا ہے اور جو نیک اَعمال کیے ہیں، اِس کی وجہ سے وہ کہیں اور پہنچ گئے۔ [1]

تو دیکھیے! ایک ہفتہ میں شہید سے بڑھ سکتے ہیں اور ساٹھ، ستر (۶۰، ۷۰) سال میں نہیں بڑھ سکتے؟!! یہی زندگی ہے اگر اِس کی قدر کی جائے، اور اِس کو اِس طرح خرچ کیا جائے کہ ایک ایک منٹ ضائع ہونے سے بچایا جائے، تو اِنسان نا معلوم کہاں سے کہاں پہنچ جاتا ہے؟!! لیکن! کوئی ہو تو کمانے والا!! ہم کو تو فضول باتوں ہی سے فرصت نہیں ملتی، پتہ نہیں لوگوں کی طبیعت کیسے

---

[1] (سنن ابی داود، کتاب الجہاد، باب فی النور یری عند قبر الشہید، ج ۱، ص ۳۴۳، طبع مکتبۃ الحسن، لاہور)

لگتی ہے اِدھر اُدھر کی واہیات اور فضول بکواس میں؟!! ہر شخص کو ہر وقت ہر لمحہ ہر آن اپنا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے کہ کہیں وقت ضائع تو نہیں ہو رہا؟ کوئی کام اللہ کی مرضی کے خلاف تو نہیں ہو رہا؟ ہر وہ قدم جو آگے بڑھ رہا ہے اُس کو بڑھانے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ یہ قدم اللہ کی مرضی کے مطابق اُٹھ رہا ہے یا نہیں؟!! منہ سے بات نکالنے سے پہلے سوچ لینا چاہیے کہ اِس کا انجام کیا ہوگا؟!!

نافرمانی سے تنزلی ہوتی ہے اور اِطاعت وفرماں برداری سے آدمی ترقی کرتا ہے، آگے بڑھتا ہے، اور اگر نفس کو مقید نہ کیا جائے، اُس کو پابند نہ بنایا جائے تو وہ بالکل آزاد ہو جائے گا، پھر جو چاہا زبان سے بک دیا، اُس کی عقل میں فتور آ جاتا ہے، اُس کی زبان بے باک اور اُس کے ہاتھ پیر بے بس ہو جاتا ہے، اُس کے اَعضاء مفلوج ہو جاتے ہیں، وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، جہاں چاہتا ہے جاتا ہے، جو چاہتا ہے بولتا ہے، جو چاہتا ہے کھاتا ہے، نفس کو جب ذرا بھی ڈھیل دی جائے گی تو تمام اَعضاء آزاد ہو جائیں گے، اِس لیے ہر وقت نفس کا اور تمام اَعضاء کا محاسبہ کرتے رہنا چاہیے، تب ہی ترقی ہو سکتی ہے ورنہ بجائے ترقی کے تنزلی ہی تنزلی ہوتی ہے۔

علم سے مناسبت اور علمی ذوق وشوق کی علامت

فرمایا: اِتنے دن مدرسہ میں رہنے اور پڑھنے کے بعد بھی اگر علم سے مناسبت نہ پیدا ہوئی اور علمی ذوق وشوق ہمارے اَندر نہیں پیدا ہوا، اور علمی مزاج ہمارا نہ بنا، علم اور کتابوں سے عشق نہ پیدا ہوا تو بڑے تعجب کی بات ہے!!! ہمارا تو مَرنا جینا، اوڑھنا بچھونا، یہی کتابیں ہونی چاہئیں، بغیر کتابوں کے ہم کو چین نہ آنا چاہیے۔ بڑے اَفسوس کی بات ہوگی!!! اگر دس، بارہ (۱۰، ۱۲) سال گذرنے کے بعد بھی ہمارا یہ مزاج نہ بن سکا۔ ہمارا تو یہ حال ہونا چاہیے کہ مدرسہ کی چہار دیواری اور کتابوں کے سایہ ہی میں ہم کو سکون ملے، یہیں جینا، یہیں مرنا، یہیں گڑنا، کتابوں کے مطالعہ ہی میں ہماری سیر وتفریح ہو، ہماری تفریح کا سامان یہی ہے، دنیا میں کسی جگہ سیر وتفریح میں ہمارا جی ہی نہ لگے، ہماری تفریح گاہ تو ہماری یہی کتابیں ہیں۔ کسی شاعر نے یہ شعر کہا ہے اور بڑے دل کی بات کہی ہے ؎

ہمیں دنیا سے کیا مطلب مدرسہ ہے وطن اپنا　　مَریں گے ہم کتابوں پر ورق ہوگا کفن اپنا

واقعی!! ہمارا بھی حال یہی ہونا چاہیے، ہمیں دنیا سے مطلب کیا؟!! ہمارا تو اوڑھنا بچھونا، مرنا جینا سب یہیں ہونا چاہیے۔ جس کو کسی چیز سے عشق وتعلّق ولگاؤ ہو جاتا ہے وہ اُس کو بھولتا نہیں، اور اُس سلسلہ کو ختم نہیں کرتا، دکان دار دکان ختم نہیں کرتا، بیمار ہو جائے تب بھی دکان کھولنے کی فکر کرتا ہے، کارخانے بند نہیں ہوتے، بس! یہ مدرسہ ہی ایسے ہیں کہ ذرا سی بات میں بند ہو جاتے ہیں، معمولی وجہ سے اَسباق کا ناغہ کر دیا جاتا ہے۔

وقت کی قدر دانی اور عشاء کے بعد طلباء کی عبارت سننے کا معمول

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی دن میں مصروفیات بڑھتی جارہی تھیں، مہمانوں کا اِس قدر ہجوم ہونے لگا کہ سبق پڑھانے میں جو وقت صرف ہوتا تھا مہمانوں میں بھی صرف ہونے لگا، مہمانوں کا کام اگر جلدی نہ کیا جائے تو بھیڑ جمع ہوتی چلی جائے، لیکن! مہمانوں کی وجہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ طلباء کی تعلیم کا نقصان گوارہ نہ فرماتے تھے۔ سبق پڑھنے میں پہلے طلباء عبارت پڑھتے، تو اُس کو بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ جلدی اور سرسری طور پر پڑھنا اور سننا پسند نہ فرماتے تھے، بل کہ عبارت بہت غور سے سنتے، "اِعراب کی وجہ، گردان اور صیغوں" کی تحقیق بھی کراتے، اور فرماتے کہ: اِستعداد اِسی سے بنتی ہے، اِسی وجہ سے عبارت میں اَچھا خاصا وقت خرچ ہوتا تھا، بسا اَوقات عبارت صحیح نہ پڑھنے، اور طلباء کے مطالعہ کیے بغیر پڑھنے کی وجہ سے ناراض ہو کر اُٹھا دیتے تھے، الغرض! عبارت کی تصحیح پر بہت زور دیتے اور اِس میں کافی وقت خرچ کرتے، لیکن! گھنٹے کے وقت میں اِتنی گنجائش نہ ہوتی، مہمانوں کی وجہ سے دن میں وقت کم ہوتا تھا، اِس لیے دن میں جو اَسباق پڑھانے ہوتے اُس میں صرف عبارت بعد عشاء طلباء کی سن لیتے، ایک دو جماعت کی تو پابندی سے سنا کرتے تھے، جب مہمانوں کا ہجوم زیادہ ہونے لگا تو تیسری جماعت سے بھی فرمایا: وقت بہت کم رہتا ہے، تم لوگ بھی اِتنا اِیثار کرو کہ "شرح جامی" والوں کی طرح تم لوگ بھی عشاء کے بعد ہی عبارت سنا دیا کرو، اِس وقت (یعنی دن میں) صرف سبق پڑھانا رہ جائے عبارت پہلے ہی ہو جایا کرے۔

چند سال قبل کی بات ہے کہ فجر سے پہلے ہی مَیں اَسباق پڑھا دیا کرتا تھا، وقت میں بڑی برکت ہوتی تھی، اب لڑکے زیادہ ہو گئے، سب کو جگانے اور اُٹھانے میں پریشانی ہوتی ہے۔

ایک طالب علم نے عرض کیا: حضرت! اِس کا بھی تو کچھ نظم بنایا جا سکتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَیں نے تو کہا تھا کہ ایک جماعت کے لڑکے ایک ساتھ ایک جگہ، ایک دَرس گاہ میں رہیں، وہیں اُن کا رہنا اور پڑھنا ہو، اُن کو جگانا، اُٹھانا آسان ہوگا، اِس میں بڑی آسانی ہوگی، لیکن! ایسا نہ ہوسکا، آسان صورت یہی ہے کہ تم لوگ رات ہی میں عبارت سنا دیا کرو، اور سبق صبح پڑھ لیا کرو، رات میں چار (۴) گھنٹے سونے کے لیے بہت کافی ہیں، اَسباق کا ناغہ بالکل نہ ہونا چاہیے، اگر کسی کو تین، چار (۳، ۴) دن بالکل کھانا نہ ملے اُس کا کیا حال ہوتا ہے؟!! اور اگر تین، چار (۳، ۴) دن سبق نہ ہو اِس کی کچھ پرواہ نہیں۔

وقت کی قدر دانی

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عزیز نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے شادی میں بارات میں ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے مجبور نہ کرو، مَیں ایک ایک منٹ بچاتا ہوں، تم کو تو مَیں جانتا ہوں کہ تم بُرا نہیں مانوگے، کل فلاں صاحب کی شادی ہے (وہ بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے عزیز تھے) وہ عجیب قِسم کے ہیں، وہ ناراض ہوجائیں گے، اِس لیے مجبوراً جانا ہی پڑے گا، اُنہوں نے پہلے ہی سے ڈھنڈورا پیٹ دیا اور لوگوں سے کہنا شروع کردیا کہ: مولانا صاحب میری شادی میں کیوں آنے لگے؟!! وہ تو بڑوں کے یہاں جاتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس لیے اِس میں تو جانا ہی پڑے گا، لیکن! تم سمجھ دار ہو، مجھے معلوم ہے تم ناراض نہ ہوگے، اِس لیے مجھے چھوڑو، مَیں پیشاب پاخانہ روکے بیٹھا رہتا ہوں کام کی وجہ سے، مہینہ ہوگیا صرف تین، چار (۳، ۴) مرتبہ، چار پانچ (۴ / ۵) منٹ کے لیے گھر گیا ہوں، صرف یہی سوچ کر کہ اِتنی دیر میں یہاں کچھ کام کرلوں گا۔

احقر نے عرض کیا کہ: کل حضرت کو "کانپور" بھی جانا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اب نہیں جانا۔ معلوم ہوا کہ: شادی میں ناچ ناچ کر، چل پھر کر لوگ کھانا کھائیں گے، فیشن اور رسم کے مطابق شادی کررہے ہیں، مجھے اِطلاع ہوگئی ہے، اِس لیے اب وہاں نہیں جاؤں گا۔

مدرسہ میں رہ کر اَمانت و دیانت سیکھو

حضرت اَقدس ﷫ نے حسبِ معمول بعد فجر سبق پڑھانا شروع کیا، حضرت ﷫ کا معمول تھا کہ بعد فجر روشنی ہوجانے کی وجہ سے خصوصاً گرمیوں میں سارے بلب گل کرادیتے تھے، ضرورت ہوتی تو صرف ایک بلب جلتا رہتا۔ ایک دن حضرت ﷫ نے دیکھا کہ بلا ضرورت تیز بلب جل رہا ہے حال آں کہ روشنی کافی ہوچکی تھی۔ حضرت ﷫ نے فرمایا کہ: اِس کو بند کردو، اب اِس کی روشنی کی ضرورت نہیں، یہ بھی اِسراف ہے۔ اِسراف کہتے ہیں بلا ضرورت خرچ کرنا یا ضرورت سے زائد خرچ کرنا۔ مثلاً: ضرورت ہے ایک بلب کی، جلا رہے ہیں دو (۲) بلب یہ بھی اِسراف ہے، ضرورت ہے دھیمی روشنی کی جلا رہے ہیں تیز روشنی یہ بھی اِسراف ہے۔ اِسی واسطے مَیں کہتا ہوں کہ: ہر کمرہ میں دو (۲) بلب ہونے چاہئیں، ایک تیز روشنی کا پڑھنے کے واسطے، جب مطالعہ کرنا ہو اُس کو جلالو، اور ایک دھیمی روشنی کا زیرو پاور کا ہونا چاہیے، جب بات چیت کرنی ہو یا کوئی اور کام کرنا ہو اُس وقت اُس کو جلالیا کرو، باتیں کرتے وقت زیادہ روشنی کی کیا ضرورت ہے؟!! مدرسہ میں رہ کر یہی سب باتیں سیکھنے کی ہیں، اور مدرسہ میں اِسی واسطے رہا جاتا ہے، اب مدرسوں سے یہ سب باتیں اُٹھتی جارہی ہیں، یہ سب حرکتیں اَمانت و دیانت کے بھی تو خلاف ہیں، اگر اپنی ذاتی چیز ہو اُس کو بھی ضرورت سے زائد نہیں اِستعمال کرسکتے ورنہ اِسراف کا گناہ ہوگا، جب خاص اپنی ذاتی چیز کے بارے میں یہ حکم ہے تو پھر مدرسہ کی چیز تو اَمانت ہوتی ہے اُس میں اور زیادہ اِحتیاط کی ضرورت ہے، لیکن! اب مدرسوں میں اِن چیزوں کا ذرہ برابر لحاظ نہیں کیا جاتا، یہ سب چیزیں اُٹھتی جارہی ہیں، اِسی وجہ سے مدارس سے خیر و برکت اُٹھتی جارہی ہے، بڑے بڑے لوگوں میں یہ باتیں نہیں، اَمانت نہیں، دیانت نہیں، تقوای نہیں۔ اللہ کے بندو! اَمانت سیکھو، دیانت سیکھو، اَفسوس! اِن باتوں کو کوئی نہ کہنے والا، نہ ٹوکنے والا۔ آج رات مَیں نے دیکھا کہ بعض کمروں میں سونے کے وقت بھی تیز بجلی جل رہی تھی، اُس وقت اُس کی کیا ضرورت تھی؟!! مَیں کہتا ہوں: اَمانت دیانت سیکھو! ورنہ مدرسہ میں رہنے سے کیا فائدہ؟!!

دیانت واَمانت نہیں تو کچھ بھی نہیں

فرمایا: حدیث شریف میں ہے: لَا دِیْنَ لِمَنْ لَا اَمَانَۃَ لَہٗ۔ ❶ "یعنی جس کے اَندر عہد و پیمان اور دیانت داری نہ ہو وہ مؤمن نہیں ہے"۔ دین داری "تقوای" کا نام ہے، کوئی دیکھے یا نہ دیکھے بس! اللہ کا خوف ہونا چاہیے، یہاں مسجد میں طلباء پنکھا چلا کر سوتے ہیں، یہ دین داری اور دیانت کے خلاف ہے یا نہیں؟!! ضرور ہے!! کوئی دیکھے یا نہ دیکھے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

اپنے بڑوں کے سامنے اپنا علم وقابلیت نہ ظاہر کرنا چاہیے

فرمایا: اپنے بڑوں اور اُستادوں کے سامنے کبھی اپنے علم کو ظاہر نہ کرنا چاہیے، اُن کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر نہ کرے، اُن کے سامنے تو چھوٹا ہی بن کر رہے، اگر وہ کوئی بات بیان کریں اور تم کو وہ بات معلوم بھی ہو تو اِس طرح نہ کہنا چاہیے کہ: جی حضرت! مجھے بھی یہ معلوم ہے، وہ جو کچھ کہیں اُس کو سن لے، ایسا بن جائے جیسے معلوم ہی نہیں، یہ سب باتیں ہیں جن کی وجہ سے اُستاد کے دل میں شاگردوں کی محبت اور عظمت پیدا ہوتی ہے، اور اگر کوئی بات کہنی بھی ہو تو اِس طرح کہے کہ: حضرت! یہ مَیں اِس طرح سمجھا ہوں، حاشیہ میں اِس طرح لکھا ہے، کیا مَیں صحیح سمجھا ہوں؟!! اَنداز بالکل متواضعانہ اور عاجزانہ ہونا چاہیے۔

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا یہی طریقہ تھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی بات اُن سے دریافت فرماتے تھے تو علم کے باوجود محض ادب وعظمت کی وجہ سے یہ فرماتے تھے: "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ"۔

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ: یہ کون سا مہینہ ہے؟ کون سا دن ہے؟ کون سا مقام ہے؟ ہر ایک کے جواب میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے یہی فرمایا: "اَللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ"۔ ❷

کیا صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو دن معلوم نہ تھا کہ آج کون سا دن ہے؟ اور کون سا مہینہ ہے؟ کیا اُن کو یہ معلوم نہ تھا کہ یہ کون سا مقام ہے؟!! مگر پھر بھی اپنے علم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کے سامنے ہیچ سمجھا کہ ہم جو جانتے ہیں غلط جانتے ہیں، جو ہم نے سمجھا ہے غلط سمجھا ہے، ہماری آنکھیں غلط دیکھ

---

❶ (المعجم الکبیر للطبرانی، باب الصاد، جعفر بن الزبیر عن القاسم، ج ۸، ص ۲۰۷، طبع مکتبہ ابن تیمیہ، القاہرۃ)

❷ (صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب حجۃ الوداع، ج ۲، ص ۶۳۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

سکتی ہیں، ہم غلط سمجھ سکتے ہیں، ہمارا علم بھی غلط ہوسکتا ہے، اور حضور ﷺ جو بات فرمائیں گے وہ بالکل صحیح ہوگی، ہماری آنکھ تو غلط دیکھ سکتی ہے، لیکن! آپ ﷺ کا فرمان غلط نہیں ہوسکتا، اگر آپ ﷺ دن کو رات کہیں تو رات ہی ہوگی، گو ہماری آنکھیں دن دیکھ رہی ہوں۔ اِسی لیے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اپنے علم کو حضور ﷺ کے علم کے سامنے کچھ نہ سمجھتے تھے، اور فرماتے تھے: "اَللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ"۔ اِس سے معلوم ہوا کہ بڑوں کے سامنے اپنی بڑائی اور علم کا اظہار نہیں کرنا چاہیے کہ ہم بھی یہ جانتے ہیں اور اگر جانتے بھی ہوں تو بھی اُس کو ظاہر نہ ہونے دیں، ادب کا تقاضہ یہی ہے، دوسرے ممکن ہے کہ ہم غلط سمجھے ہوں۔

(لیکن! اگر بڑے کوئی بات دریافت کریں، خود پوچھیں اور بولنے کا حکم دیں اُس وقت ادب سے بولنا اور صحیح صحیح جواب دینا ضروری ہے ورنہ یہ بہت بڑی بے ادبی، حماقت، جہالت اور نافرمانی ہوگی "لِاَنَّ الْاَمْرَ فَوْقَ الْاَدَبِ"۔)

طالبِ علم کو اَکْلِ حَلَال کا بہت اِہتمام کرنا چاہیے

فرمایا: طالبِ علم کو "اَکْلِ حَلَال" کا بہت اِہتمام کرنا چاہیے، حرام سے بہت بچنا چاہیے، اِس کا باطن پر بڑا اثر پڑتا ہے، لیکن! آج کل اِس کی طرف نگاہ ہی نہیں جاتی، جو چاہا کھالیا، پی لیا، اگر کسی کی کوئی چیز چوری کرلی تو اُس کو تکلیف ہوگی، اُس کا دل دکھے گا، وہ پریشان ہوگا، جس کا سبب یہ بنا، تو کیا اِس عمل سے اُس چور کی آخرت تباہ نہیں ہوگی؟!! اگر کسی نے کسی کی لنگی چوری کر کے پہن لی تو کیا اُس شخص کو علم نصیب ہوجائے گا؟!!

اگر حلال کا اِہتمام نہ ہو تو عملِ صالح کی توفیق ہو ہی نہیں سکتی، اُس سے جو اَعمال صادر ہوں گے اُن کو اَعمالِ صالحہ کہیں گے ہی نہیں، انبیاءِ کرام علیہم السلام تک کو "اَکْلِ حَلَال" کا حکم دیا گیا ہے۔ چناں چہ اِرشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۔۔۔الآیۃ (1)

مفسرین نے اِس میں نکتہ بیان کیا ہے کہ: "اَکْلِ طَیِّب" کا ذکر پہلے کیا، "عَمَلِ صَالِح" کا تذکرہ بعد میں کیا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ پہلے "اَکْلِ حَلَال" ہونا چاہیے تب کہیں جا کر "عَمَلِ صَالِح" ہوسکتا ہے، اِسی وجہ سے "اَکْلِ طَیِّب" کو عملِ صالح پر مقدم کیا گیا۔

(1) (سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنُوْن، ۵۱)

پہلی فصل

طلباء اور ناشتے کا اہتمام

فرمایا: طلباء میں ناشتہ کرنے کا رواج اور اُس کا اِہتمام اب بہت ہونے لگا ہے، ورنہ میری زمانۂ طالبِ علمی تک طلباء میں ناشتے کا رواج نہ تھا، اور جو طالبِ علم اِہتمام سے ناشتا کرتے تھے اُن کو اَچھی نگاہ سے نہ دیکھا جاتا تھا، ہاں! شام کی بچی ہوئی سوکھی روٹی کسی نے کھالی تو کھالی ورنہ عام طور پر طلباء ناشتے کے عادی نہ ہوتے تھے، صرف دو (۲) وقت کا کھانا کافی ہوتا تھا۔

آدمی جیسی عادت ڈال لے ویسی عادت پڑ جاتی ہے، اپنے کو ایسا عادی بنالے تو دو (۲) وقت کھانا کیوں نہیں کافی ہوسکتا ہے؟!! رمضان شریف میں بارہ بارہ (۱۲، ۱۲)، تیرہ تیرہ (۱۳، ۱۳) گھنٹے کھائے پیئے بغیر رہ لیتے ہیں اور اب چار (۴) گھنٹے نہیں رہا جاتا، کمزوری آجائے گی، دماغ کمزور ہوجائے گا، صحت خراب ہوجائے گی، آدمی جیسا مزاج بنالے ویسا ہی مزاج بن جاتا ہے، اِس سے پہلے لوگ ناشتہ نہ کرتے تھے اُن کے دماغ نہ خراب ہوئے، ہمارے اَسلاف تو ایسے تھے کہ ناشتہ نہ کرکے روٹی کے سوکھے ٹکڑے جو گھر سے باندھ کر لے جاتے تھے اور رات میں پانی میں بھگو کر صبح نمک ملا کر اُس کو کھالیتے تھے، وہی اُن کا ناشتہ اور وہی اُن کا کھانا ہوتا تھا، وہ اِس طرح سوکھے ٹکڑے کھا کھا کر "رازی، غزالی" بنے ہیں، اُن کے دماغ خراب نہ ہوئے اور ایسی ایسی کتابیں لکھ کر چلے گئے۔

ہمارے حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ) بھی ناشتہ کے عادی نہ تھے، پینسٹھ (۶۵) سال تک تو ناشتہ کیا ہی نہیں، پینسٹھ (۶۵) سال بعد جب کمزوری ہوگئی اور علاج شروع ہوا تو ڈاکٹروں کے کہنے کے مطابق دوا کے طور ناشتہ میں چھوٹا بسکٹ چائے دودھ کے ساتھ کھانے لگے ورنہ زندگی بھر تک ناشتہ کا معمول نہیں رہا۔

حضرت مولانا عبد الرحمٰن صاحب رحمۃ اللہ علیہ "دورۂ حدیث" کی بڑی بڑی کتابیں پڑھاتے تھے اور کبھی ناشتہ نہ کرتے تھے، نہ اُن کا دماغ کمزور ہوا، نہ صحت خراب ہوئی اور زندگی بھر پڑھاتے رہے۔

مَیں بھی ناشتہ نہیں کرتا ہوں اور اب تک نہیں کرتا۔ اصل بات یہ ہے کہ آدمی جیسی عادت ڈال لے ویسا ہی مزاج بن جاتا ہے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: حضرت ﷫ کے گھر سے دودھ دلیہ وغیرہ کا ناشتہ آتا تھا، لیکن! حضرت ﷫ کبھی مہمان کو کھلا دیتے، کبھی مہمان کے اِنتظار میں رکھ لیتے، کبھی کسی خادم یا بیمار طالبِ علم کو کھلا دیتے اور کبھی خود بھی تناول فرما لیتے تھے، یہ حضرت ﷫ کا ہمیشہ کا معمول تھا۔

احقر عرض کرتا ہے کہ: ناشتہ نہ کرنے کے سلسلہ میں حضرت ﷫ کا مذکورہ بالا اِرشاد حضرت ﷫ کے طبعی مزاج و ذوق پر مبنی تھا ورنہ اِس کا دوسرا پہلو یعنی یہ کہ صحت و تندرستی اور تقویت کی نیت سے ناشتہ کرنے اور عمدہ غذائیں اِستعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں، یہ بھی بزرگوں اور اَسلاف کا طریقہ رہا ہے۔ حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی ﷫ تو خاص طور پر فرماتے تھے کہ: ”صحت کی حفاظت اور بقاء کا خاص اِہتمام کرو، خوب اَچھا کھاؤ، اور خوب دین کا کام کرو، ہمارا جسم سرکاری مشین ہے، اِس کی حفاظت ضروری ہے“۔ اَسلاف اور بزرگوں کے دونوں ذوق رہے ہیں، بہتر یہ ہے کہ جس کو اللہ نے خوب دیا ہو اور جو کر سکتا ہو وہ اُس ذوق پر عمل کرے جس کو حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی تھانوی ﷫ نے فرمایا اور اللہ کا شکر کرے، اور جس کو اللہ نے اِتنا نہ دیا ہو وہ اُس ذوق پر عمل کرے جس کو صاحبِ ملفوظ نے فرمایا اور صبر کرے۔ تیسرا ذوق ایک اور بھی ہے کہ جس کو اللہ نے دیا ہو اُس کے بعد بھی خود نہ کھا کر اِیثار سے کام لے اور دوسروں پر خرچ کر دے یہ ذوق سب سے اَفضل و اَعلیٰ ہے، جو بعض صحابہ کرام ﷢ اور بعض اَسلاف ”صاحبِ ہدایہ“ وغیرہ رہا ہے، جس کو حضرت ﷫ نے اِختیار کیا ہوا تھا، لیکن! اِس پر عمل کرنے کی کچھ شرطیں ہیں جس کے بغیر اِس ذوق پر عمل کرنے کی اِجازت نہیں۔[1]

کام کرنے والا آدمی عموماً زیادہ موٹا نہیں ہو پاتا

ایک مولوی صاحب جو ایک مدرسہ سے متعلق تھے اُن کا تذکرہ ہوا۔ کسی نے عرض کیا کہ: بہت کمزور ہو گئے ہیں۔ (حضرت ﷫ کو اُن کے حالات سے فی الجملہ واقفیت تھی۔) حضرت ﷫ نے فرمایا: یہ علامت ہے اِس بات کی کہ کام کر رہے ہیں، کام کرنے والا آدمی متفکر رہنے کی وجہ سے عموماً زیادہ موٹا نہیں ہو پاتا۔

---

[1] (از مرتب)

بعض بزرگوں کے قِلّتِ طعام کا حال

فرمایا: حضرت شاہ عبدالرحیم صاحب رحمۃ اللہ علیہ پورے "رمضان" بھر مغرب وعشاء کے درمیان صرف (۲) فنجان چائے پیتے لیتے تھے، اور بس! اِس کے علاوہ کچھ نہ کھاتے پیتے تھے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب نَوَّرَ اللہُ مَرْقَدَہٗ نے ایک مرتبہ پورا "رمضان" ایسا گذارا ہے کہ صرف ایک پاؤ دھی سحری میں تناول فرما لیتے تھے، اِس کے علاوہ کچھ نہ اِستعمال کرتے۔

ایک بزرگ کی بابت کتابوں میں لکھا ہے کہ: وہ صرف چالیس (۴۰) دن میں ایک بادام کھاتے تھے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: خود ہمارے حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی مزاج اِسی نوع کا تھا، کھانا بہت کم کھاتے تھے، مغرب میں اَفطار اور بعد عشاء مختصر سا کھانا تناول فرماتے تھے، اِس کے علاوہ کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے، اِتباعِ سنّت کی نیت سے سحری میں ایک دو گھونٹ پانی پی لیتے تھے۔ پندرہ (۱۵) سال تو احقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ معمول خود دیکھا، اور ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خود بھی فرمایا کہ: پہلے میرا بھی معمول تھا کہ سحری نہیں کھاتا تھا، البتہ! اِتباعِ سنّت کی نیت سے کسی چیز کے ایک دو لقمے کھالیتا اور پانی پی لیتا تھا۔

سفر میں تو بسا اَوقات تین، تین (۳، ۳) روز ہو جاتے تھے اور کھانا نصیب نہیں ہوتا تھا، وجہ اِس کی یہ ہوتی تھی کہ سب کے سامنے حالتِ سفر میں شرم معلوم ہوتی تھی۔ اور بسا اَوقات کھانا کھلانے والے اِتنی کثرت سے ہوتے تھے کہ ایک کو چھوڑ کر دوسرے کا کھائیں تو دوسرے کو اِحساس ہونے لگتا تھا، نیز کھانے میں بہت وقت خرچ ہوتا تھا، اِہتمام و اِنتظام اور اِنتظار میں بسا اَوقات دو، دو (۲، ۲) گھنٹے خرچ ہو جاتے تھے، اِسی لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ تقریر کے بعد فوراً واپسی فرماتے تھے اور مدرسہ میں آنے کے بعد سب سے پہلا کام طلباء کو سبق پڑھانا اور آنے والے مہمانوں کا کام کرنا، اُس کے بعد کہیں کھانے کا نمبر آتا تھا، اور کبھی خاص مہمان آجانے پر وہ کھانا بھی مہمانوں کو کھلا دیتے تھے اور خود بھوکے رہتے تھے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اَکثر معمول تھا۔

طلباء کو بھی سنن ونوافل کا اِہتمام کرنا چاہیے

فرمایا: آج کل طلباء میں "سنن ونوافل" کی پابندی بہت کم ہے، ہماری دو (۲) سنتیں پوری نہیں ہو پاتیں اور یہ لوگ عشاء کی پوری "سنتیں، وتر" سب پڑھ لیتے ہیں، نوافل تو پڑھتے ہی نہیں۔ ارے! اگر "اِشراق، تہجد" نہیں پڑھتے تو کم اَزکم اِن نمازوں کی تو پوری "سنتیں" اور "نوافل" پڑھ لیا کرو، اِس کا بہت بڑا فائدہ ہوتا ہے، باطن میں نور پیدا ہوتا ہے، ذہن تیز ہوتا ہے۔

طلباء کے لیے چند مفید معمولات

طلباء سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: اگر حافظِ قرآن ہو تو ایک "منزل" قرآن شریف پڑھ لیا کرو۔ فجر بعد، اوابین میں، نمازوں سے پہلے، متفرق اَوقات میں ایک "منزل" پڑھ لینا کوئی مشکل نہیں۔ اور غیر حافظ روزانہ ایک پارہ پڑھ لیا کریں۔ روزانہ سو (۱۰۰) مرتبہ "درود شریف" پڑھنے کا معمول بنالیں، سوتے وقت بجائے باتوں کے "درود شریف" پڑھتے پڑھتے اگر سو جائیں، اور راستہ چلتے "درود شریف" پڑھتے رہیں تو کیا نقصان ہے؟!! معمولات میں جتنا ناغہ ہو جائے "جمعہ" کا دن فرصت وفراغت کا ہوتا ہے ساری کمی "جمعہ" کے دن پوری کرلیا کریں، جتنے پارے رہ گئے ہیں "جمعہ" کے دن پورے کرلیں، معمولات کا جو بھی ناغہ ہوا ہو "جمعہ" کے دن اُس کی کسر نکال لیں، نیز "جمعہ" کے دن "سُوْرَۃُ الْکَھْف" کا بھی اِہتمام کریں۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ: "جمعہ" کے دن "سُوْرَۃُ الْکَھْف" پڑھنے والا دجال کے فتنہ سے محفوظ رہے گا۔ [1]

"جمعہ" کے دن جو "سُوْرَۃُ الْکَھْف" پڑھتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کی پیشانی میں ایسا نور پیدا کر دیتا ہے جو ایک ہفتہ تک باقی رہتا ہے۔ [2]

اِس کے علاوہ وہ ہفتہ بھر میں جتنا سبق پڑھا ہے اُس کا تکرار اور اِعادہ کرلیا کریں۔ کیسے ترقی نہیں ہوگی؟!!

---

[1] (سنن ابی داود، کتاب الملاحم، باب خروج الدجال، ج ۲، ص ۲۴۴۔ ۲۴۵، طبع مکتبہ الحسن، لاہور)

[2] (السنن الکبریٰ، کتاب الجمعہ، باب ما یؤمر بہ فی لیلۃ الجمعہ ویومہا، ج ۳، ص ۳۵۳، طبع مکتبہ دار الکتب العلمیہ، بیروت)

طلباء کی تربیت

طلباء مسجد سے نکل رہے تھے، طلباء کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ: مسجد سے نکلنے کی دعا پڑھی یا نہیں؟ دعا پڑھا کرو، اور کبھی کبھار زور سے پڑھ دیا کرو تاکہ دوسرے لوگوں کو بھی یاد آجائے اور اُن کو بھی پڑھنے کی توفیق ہوجائے، لیکن! اِتنی زور سے نہیں کہ شور ہونے لگے، بس! اِتنی آواز سے کہ قریب والا سن لے۔

منتہی طلباء کو اِبتدائی کتابیں بھی دیکھنی چاہئیں

فرمایا: طلباء جب بڑی کتابیں پڑھنے لگتے ہیں تو چھوٹی کتابوں کو دیکھنے میں عار سمجھتے ہیں۔ مَیں جب "جلالین شریف" پڑھتا تھا اُس وقت بھی "نحو میر" دیکھا کرتا تھا، کم اَزکم پچاس (۵۰) بار تو میں نے "نحو میر" دیکھی ہوگی۔

طلباء کی جماعت چھوٹ جانا بڑے تعجب کی بات ہے

جماعت کے وقت کچھ طلباء کھڑے باتیں کررہے تھے، نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھا کچھ طلباء مسبوق بھی ہیں، اُن کی رکعتیں چھوٹ گئی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ناراض ہوکر سخت غصہ میں کھڑے ہوئے اور فرمایا: کتنے تعجب کی بات ہے!! مدرسہ میں رہتے ہوئے تم لوگوں کی جماعت چھوٹ جاتی ہے؟!! تمہاری طبیعت اور تمہارے مزاج کے خلاف کوئی کام ہوجائے تو تم لوگوں کا کیا حال ہوتا ہے؟!! اور شریعت کے خلاف کام ہو اُس کی کچھ پرواہ نہیں؟!! جماعت کھڑی ہورہی ہے اور باتیں کرتے رہتے ہیں، اَفسوس تو اُن لوگوں پر ہوتا ہے!! جو دیکھتے ہیں اور ٹوکتے نہیں، مجھ سے یہ برداشت نہیں ہوتا، منکرات پر نکیر کا مزاج ہی نہیں رہا!!! یہی سب وجوہات ہیں کہ مدارس سے خیر و برکت اُٹھتی جارہی ہے۔

مدرسہ میں رہ کر نماز چھوٹ جانا بڑے اَفسوس کی بات ہے

فرمایا: کتنے تعجب اور اَفسوس کی بات ہے کہ!! مدرسہ میں رہ کر تمہاری نماز چھوٹ جائے، مدرسہ میں رہتے ہوئے "جماعت" اور "تَکْبِیْرِ اُوْلیٰ" چھوٹ جائے، یہ مؤمن کی شان نہیں ہے،

مؤمن کی شان تو یہ ہوتی ہے کہ کچھ بھی ہوجائے اُس کے سارے کام آگے پیچھے ہوجاتے ہیں، لیکن! اُس کی نماز نہیں چھوٹ سکتی، یہ تو ہوسکتا ہے کہ مؤمن کی جان نکل جائے، لیکن! دین پر عمل نہ ہو، اپنے دین کو وہ چھوڑ دے یہ اُس سے نہیں ہوسکتا، یہی سب اَسباب ہیں جن کی وجہ سے آج محرومی رہتی ہے۔

کیا یہ اَفسوس کی بات نہیں کہ!! فوج کی فوج بھرتی ہورہی ہے، کسی کو لیا جارہا ہے، کسی کو نہیں لیا جارہا، اور اُس کو رد کیا جارہا ہے، یا کوئی بھرتی تھا پھر اُس کو معزول کردیا گیا، تو یوں ہی تھوڑی معزول کردیا گیا، کوئی نہ کوئی کوتاہی ضرور ہوگی، اِسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے دین کا کام اُس سے لیتا ہے جس کے اَندر اِخلاص ہوتا ہے، اور اِخلاص جس کے اَندر ہوتا ہے اُس کی پہچان یہ ہے کہ وہ کرنے والے کاموں کو چھوڑتا نہیں، بھولتا نہیں، اور نہ کرنے والے کاموں کو کرتا نہیں، اِخلاص کی علامت ہی یہی ہے کہ وہ کرنے والے سارے کاموں کو پختگی اور پابندی کے ساتھ کرتا ہے، وہ ضروری کاموں کو نہ تو بھولتا ہے، نہ چھوڑتا ہے، نہ کوتاہی کرتا ہے، یہ نہیں کہ دو (۲) دن کیا پھر چھوڑ دیا۔ خدا کی قسم! رونے کی بات ہے کہ ہم سے دین کا کام کیوں نہیں لیا جارہا؟!!

مَیں اکیلے کیا کرسکتا ہوں، مَیں تنہا تم کو سمجھا تو سکتا ہوں، اِس کے علاوہ اور کیا کرسکتا ہوں؟!! کرنا تو تم ہی کو ہے، مشین کیا خود بہ خود چل جاتی ہے؟ جب اُس کو چلایا جاتا ہے تب چلتی ہے، یا محض دعا کرنے سے مشین چل جائے گی؟ اگر کوئی ولی اور نبی بھی آکر دعا کردے تب بھی مشین خود بہ خود نہ چلے گی، بل کہ اُس کو چلانا پڑے گا تب ہی چلے گی، دنیا "دَارُ الْاَسْبَاب" ہے یہاں تو اَسباب اِختیار کرنے ہی پڑیں گے، جتنے بھی کام ہیں محض دعا سے نہیں ہوجاتے، بل کہ وہ کام کرنا پڑتا ہے، اَسباب اِختیار کرنے پڑتے ہیں، تب وہ کام ہوتا ہے، اور جب تک تَعَاوُن عَلَى الْبِرّ (نیک کام پر مدد) نہ ہو اُس وقت تک کام ہو ہی نہیں سکتا، اِسی لیے حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے لیے بھی اُن کے حوارِیین اور اَعوان و مددگار ہوا کرتے تھے اور اِسی وجہ سے حکم دیا گیا ہے: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى۔۔۔ الآیۃ [1] نیک کام میں تعاون کیا کرو۔ اور تم لوگ کچھ کرنا نہیں چاہتے، بتاؤ! کیسے تم سے دین کا کام ہو؟!! اور کیسے تم کو ترقی ہو؟!! اگر واقعی کچھ بننا چاہتے ہو، ترقی کرنا

[1] (سُوْرَۃُ الْمَآئِدَۃ:۲)

چاہتے ہو اُس کے لیے اَبھی سے کچھ کرنا ہوگا، نماز باجماعت کی پابندی کرنی ہوگی، جو ہدایات دی جاتی ہیں اُن پر عمل کرنا ہوگا، تب اِنْ شَآءَ اللہ ترقی ہوگی، کامیابی تمہارے قدم چومے گی۔

تم خود نیک اور دین دار نہ بننا چاہو تو دوسرا کوئی کچھ نہیں کرسکتا

تم لوگوں کو نیک اور دین دار بنانے کی کوشش کی جاتی ہے، ہر طرح کی تدبیر اختیار کی جاتی ہے، لیکن! تم لوگ خود نیک بننا نہیں چاہتے، تو کیا دوسروں کے نیک بننے سے تم نیک بن جاؤ گے؟!! دوسرا آدمی نیک بن کر تمہارے سامنے آکر کھڑا ہوجائے تو کیا تم اُس سے دین دار ہوجاؤ گے؟!! تم خود کھانا نہ کھاؤ، تمہارے سامنے کوئی دوسرا آدمی کھانا کھالے تو کیا تمہارا پیٹ بھر جائے گا؟!! جب تک تم خود کوشش نہ کرو گے اور خود تم دین دار نہ بنو گے اور نیک بننے کے جو اَسباب ہیں اُن اَسباب کو اِختیار نہ کرو گے اُس وقت تک تم نیک اور دین دار نہیں بن سکتے۔

اصل بات یہ ہے کہ: تم لوگ دین دار بننا ہی نہیں چاہتے، یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ: تم نیک بننا چاہتے ہو؟!! اگر واقعی دین دار بننا چاہتے ہو تو اُس کے اَسباب اِختیار کرو۔ کوئی شخص کہے کہ: مجھ کو بھوک لگی ہے، کھانا کھانا چاہتا ہوں، لیکن! کھانا سامنے رکھا ہوا ہے، دسترخوان بچھا ہے، اُس میں کھانا لگا ہوا ہے اُس کو تو کھاتا نہیں بھوک بھوک چلا رہا ہے، کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اِس کو بھوک لگی ہے؟!! اگر واقعی بھوک لگی ہوتی تو سامنے رکھا ہوا کھانا کھاتا۔ اِسی پر تم اپنے آپ کو قیاس کرلو، اگر دین دار بننا چاہتے تو اِیسے اَعمال اِختیار کرتے۔ اسپتال میں جو جاتا ہے وہ چاہتا ہے کہ مجھ کو پوری شفاء ہوجائے، اُس کے اَندر جتنی بیماریاں ہیں وہ چاہتا ہے کہ ہر بیماری سے نجات مل جائے۔ تم لوگ دینی مدرسہ میں پڑے ہوئے ہو، تمہارے اَندر تو ہر لحاظ سے دین داری ہونی چاہیے، اور ہر قِسم کے باطنی مرض سے تم کو نجات ملنی چاہیے۔

اللہ کی نافرمانی کا وبال

فرمایا: اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کا اَثر دنیا میں بھی ہوتا ہے اور آخرت میں بھی ہوگا، محرومی یہاں بھی ہوگی اور وہاں بھی، محض خوش حالی اور راحت کی زندگی گذارنے سے دھوکہ نہ ہونا چاہیے۔

جیل خانہ میں جو قید ہوتا ہے کھانا تو اُس کو بھی ملتا ہے، تو کیا اُس کو یہ سمجھنا درست ہوگا کہ مجھ سے سب لوگ خوش ہیں اور مَیں مقرب ہوں؟!! اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے والے کی مثال اِیسی ہی ہے جیسے مجرم قیدی، مجرموں کی طرح نافرمان بندہ بھی کھاتا پیتا ہے، لیکن! محروم رہتا ہے، اللہ کا قرب اُس کو نصیب نہیں ہوتا، نافرمانی کی سزا ایک تو یہی ہے کہ طاعت کی رَغبت اُس کے اَندر سے نکل جاتی ہے، خدا کا قرب اُس کو نصیب نہیں ہوتا۔ قرب محض قریب ہونے کو نہیں کہتے، قرب تو اِس کو کہتے ہیں کہ: "خوشی اور رضامندی کے ساتھ قرب ہو"۔ ورنہ مجرم آدمی بھی بادشاہ کے قریب ہوتا ہے، کیا کوئی شخص مجرم کے بارے میں کہہ سکتا ہے کہ یہ بادشاہ کا قریبی اور بڑا مقرب ومحبوب ہے؟!! قرب تو اُسی کو کہتے جو خوشی کے ساتھ ہو۔

دینی مدارس میں اللہ کی رحمتیں کب نازل ہوتی ہیں؟

ایک دَور وہ تھا جب دینی مدارس میں اللہ کی رحمتیں برسا کرتی تھیں، مدارس کے طلباء ایسے ہوتے تھے کہ فرشتے اُن کو دیکھتے تو اُن کو بھی رشک آجاتا تھا، وہ طالبِ علموں کے قدموں کے نیچے اپنے پَر بچھایا کرتے تھے، دراصل مدرسہ ایسے ہی لوگوں کے لیے ہوتا تھا فرشتے جن کے پیروں کے نیچے اپنے پَر بچھائیں، ہر وقت اُن کے ساتھ رہیں، وہ چلیں تو فرشتے اُن کے آگے آگے چلیں۔ کیا تم لوگ طالبِ علم ہو؟!! تم نے تو مدرسوں میں ڈیرہ ڈال رکھا ہے، ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، جس کے دل میں دین کا ذرہ برابر جذبہ نہ ہو، منکرات پر نکیر کرنے کا مزاج نہ ہو، خیر کی اِشاعت کا جذبہ نہ ہو اُس کے اَندر کوئی خیر نہیں، اُس کی حالت اَچھی نہیں، اُس کو اپنی خیر منانی چاہیے، اُس کو اپنے دل کی اِصلاح کی فکر کرنی چاہیے۔ ایسے لوگ کیا طالبِ علم کہے جاسکتے ہیں؟!!

طالبِ علم تو وہ ہے جو عمل صالح کا پابند ہو، اُس کے اَندر خیر کا جذبہ ہو، منکرات پر نکیر ہو۔ تم لوگ کا حال یہ ہے کہ منکرات سامنے ہوتے رہتے ہیں لیکن! زبان نہیں ہلتی، سامنے سے گذرتے چلے جاتے ہو سونے والا سو رہا ہے اُس کو نماز کے لیے جگا نہیں سکتے؟!! دن بھر میں ہزاروں باتیں اِدھر اُدھر کی کرتے ہو، گالیاں بکتے ہو، لیکن! خیر کے دو (۲) بول نہیں بول سکتے؟!! کمروں سے نکلتے ہوئے کمروں میں بیٹھے ساتھیوں سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ چلو نماز کے لیے جماعت کا وقت قریب ہے، چلتے پھرتے کہنے میں آخر کتنی دیر لگتی ہے؟!!

ماحول کا اَثر

فرمایا: ایک زمانہ میں "ہتورا" میں دینی ماحول تھا اور دین داری کا بڑا چرچا تھا، لڑکوں اور نوجوانوں میں بھی دینی رجحان غالب تھا، نوجوانوں میں دینی اِعتبار سے پارٹی اور جماعت بندی تھی، تنافس اور مقابلہ اِس میں ہوتا تھا کہ دینی اُمور میں کون بازی لے جائے، اذان دینے میں مقابلہ ہوتا تھا، ہر جماعت چاہتی تھی کہ ہمارا آدمی اذان دے، دو (۲) جماعتیں تھیں: ایک جماعت میں ہم اور بٹو بھیا (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک عزیز) تھے، فجر کی اذان دینے میں بازی لگی کہ فجر کی اذان کون دے گا؟ رات رات بھر جاگتے تھے فجر کی اذان دینے کی وجہ سے، ہم لوگ بھی باری باری سے جاگتے تھے۔ اِتفاق سے ایک مرتبہ اُن لوگوں نے اذان دے لی، تالی پٹ گئی کہ ہم بازی لے گئے، ہم لوگوں نے آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کی، میرے ساتھی نے کہا: دیکھو تو پہلے! کیا وقت ہو رہا ہے؟!! معلوم ہوا کہ دو (۲) ہی بجے اذان دے دی۔

وہی اذان دینے والے جن کی دین داری کا اُس زمانہ میں یہ حال تھا اور اُس وقت کے بڑے دین دار تھے، لیکن! آج اُن کا یہ حال ہے کہ نماز کی بھی پابندی نہیں ہوتی، مارے مارے پھرتے ہیں، کیسا تغیر آیا ہے؟!! اصل میں ہوا کا اَثر ہوتا ہے، ماحول کا اَثر پڑتا ہے، اُس زمانہ میں گاؤں میں دینی رجحان غالب تھا، "رمضان" کے مہینہ میں دن بھر مسجد بھری رہتی تھی، سب ذکر تلاوت میں لگے رہتے تھے، اور اب تو مسجد خالی پڑی رہتی ہے، ایک، دو تلاوت کرتے نظر آتے ہیں، بس!۔

آج طلباء سے فیض کیوں نہیں ہوتا؟

طلباء کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: جس بات سے منع کر دیا جائے، جس چیز پر پابندی لگا دی جائے، پھر بھی اُس سے باز نہ آنا، اور اُسی کام کو پھر کرنا کتنی بری بات ہے؟!! آج کل طلباء میں طاعت و فرماں برداری کا جذبہ نہیں، اِسی وجہ سے آج کے طلباء کو فائدہ نہیں ہوتا، لوگ پڑھ لکھ کر فارغ ہو جاتے ہیں، لیکن! کورے کے کورے رہتے ہیں، ایسے لوگ یا تو تیل بیچتے ہیں یا ہل چلاتے ہیں، یا اور کوئی کام کرتے ہیں، دین کا کام اور دین کا فیض اُن سے نہیں ہوتا، جو طالبِ علم اپنے اَساتذہ کی تابع داری نہ کرے، اُس سے کہیں فیض ہوگا؟!! ہرگز نہیں!!! نام تو ہو جائے گا کہ

فارغ ہوگئے، عالم ہوگئے، اِشتہار میں بھی نام آجائے گا، سند بھی مل جائے گی، لیکن! اللہ کی رضا حاصل نہ ہوگی، حقیقی دین کا فیض اُس سے نہ ہوگا۔

طلباء کی طرف خاص توجہ کرتے ہوئے فرمایا: تمہاری وجہ سے کتنی پریشانیاں اُٹھانی پڑتی ہیں، کتنے اِنتظامات کرنے پڑتے ہیں، تمہاری بدنظمی کی وجہ سے قوانین بنانے پڑتے ہیں، لیکن! اِس کے بعد بھی تم لوگ خلاف ورزی کرتے ہو۔

حدیث شریف میں ایسے شخص پر لعنت آئی ہے جو دوسروں کی پریشانی کا سبب بنے۔ [1]

شاگرد اُستاد کے سامنے جب تک ایسا نہ بن جائے کہ اُس کی ہر بات مانے، جو وہ کہے اُسے قبول کرے، جب تک ایسا مزاج نہ بن جائے، اُس وقت تک کچھ ہوتا ووتا نہیں۔

طلباء کی تادیب وتنبیہ

طلباء کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ: تم مدرسہ میں کس لیے آئے ہو؟!! اپنی زندگی بنانے کے لیے آئے ہو یا بگاڑنے کے لیے؟ تم خود دیکھو کہ!! تم بن رہے ہو یا بگڑ رہے ہو؟!! تم لوگوں کو اور گھر والوں کو دھوکا دے رہے ہو، تمہارے ماں باپ پیسہ بھیجتے ہیں کہ لڑکا محنت سے پڑھ رہا ہے اور تم یہاں آزادی کرتے ہو؟!! پڑھنے لکھنے سے کوئی مطلب نہیں!! اَچھے خاصے لڑکے اَسباق کا ناغہ کرتے ہیں، آئے دن شکایت ملتی ہے کہ لڑکے غیر حاضر ہیں، یہ ناغہ کیوں ہو رہا ہے؟ اور چیزوں میں ناغہ کیوں نہیں ہوتا؟!! کھانے پینے کا ناغہ کیوں نہیں ہوتا؟!!

دوسرے طلباء کو چاہیے کہ جو لڑکا پڑھنے میں کوتاہی کرتا ہے، لاپرواہی کرتا ہے، نماز نہیں پڑھتا، ذمہ داران مدرسہ کو خاموشی سے اُس کی اِطلاع کر دیا کریں۔ نگران حضرات کو بھی اپنی ذمہ داری کا اِحساس نہیں، ارے! کم اَز کم طلباء کے چہروں پر تو نظر پڑتی ہے ہی، اگر کوئی طالب علم داڑھی کٹاتا ہے، یا اُس کے سر کے بال ہی بڑے ہیں، اُس کی اِصلاح کی کوشش کریں، ہماری ذمہ داری ہے کہ اُن کو سمجھائیں، تنبیہ کریں، پھر بھی باز نہ آئیں تو ایسے طلباء مدرسہ میں رہنے کے قابل نہیں۔

---

[1] (جامع الترمذی، ابواب البر والصلہ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی الخیانۃ والغش، ج ۲، ص ۱۵، طبع قدیمی، کراچی)

کڑھن اور تکلیف کی بات

فرمایا: میرے لیے سب سے زیادہ کڑھن اور تکلیف کی بات اُس وقت ہوتی ہے جب مَیں دینی مدارس میں کوئی مُنْکَر دیکھتا ہوں، اور اُس پر روک ٹوک بھی نہیں ہوتی تو سخت تکلیف ہوتی ہے، ایسا لگتا ہے جیسے کسی نے آگ لگا دی، مدرسوں میں رہ کر مُنْکَر کام ہو کتنے تعجب کی بات ہے؟!! ارے! غلطی ہو جاتی ہے، لیکن! روک ٹوک کے بعد بھی اَثر نہ ہونا یہ ہے اَفسوس کی بات!! اور اِسی سے دل کڑھ کر رہ جاتا ہے۔ میرے کوئی روزانہ سو (۱۰۰) جوتے لگا لے یہ مجھے برداشت ہے، لیکن! مُنْکَر دیکھنا یہ مجھے برداشت نہیں، کڑھ کڑھ کر رہتا ہوں، بہت ضبط کرتا ہوں، میرے لیے یہی بڑا مجاہدہ ہے، اور بڑا سخت مجاہدہ ہے، مَیں سوچتا ہوں کہ جب دینی مدارس میں اِن باتوں کی فکر نہ ہوگی اور منکرات پر نکیر نہ کی جائے گی تو پھر کہاں ہوگی؟!!

آج مَیں صبح کے وقت آیا تو دیکھا تیز بلب جل رہا ہے اور لوگ سو رہے ہیں، اِتنی تیز روشنی کا بلب جلانے کی کیا ضرورت ہے؟ اِتنا بڑا بلب اگر مدرسہ کے صحن میں لگا دیا جائے تو سارا مدرسہ روشن ہو جائے، اِسی قسم کے منکرات دیکھ کر مجھے سخت تکلیف ہوتی ہے۔

مدرسہ میں طلباء تھوڑے ہوں لیکن کام کے ہوں یہ بہتر ہے ہزاروں کی بھیڑ سے

فرمایا: آج کل مدارس میں طلباء کی بھیڑ اِکٹھا ہو جاتی ہے، نامعلوم کہاں سے آتے ہیں اور کہاں نکل کر چلے جاتے ہیں؟!! ہزار (۱۰۰۰) میں ایک، دو ہوتے ہیں جو کام کے نکلتے ہیں، اگر تھوڑے ہوں اور کام کے ہوں وہ بہتر ہیں اِس بھیڑ سے۔ پہلے طلباء تھوڑے ہوتے تھے، لیکن! کام کے ہوتے تھے، اصل بات یہ ہے کہ اب دین کی اِشاعت کی نیت سے علم حاصل ہی نہیں کرتے، کوئی اسکول کالج میں داخلہ لے لیتا ہے، کوئی دوسرے کام میں لگ جاتا ہے، بعد میں یہ کہتے تک سنا گیا ہے کہ: عربی مدارس میں رہ کر ہم نے اپنی زندگی خراب کی، وقت ضائع کیا، تعلیم کے زمانے میں محنت نہیں کرتے بعد میں اَفسوس کرتے ہیں، اور مدرسوں کو بدنام کرتے ہیں۔

یہ ترقی نہیں تنزلی ہے

آج یہ بات دینی مدارس کے لیے بڑے فخر کی بات سمجھی جاتی ہے، اور بڑے فخر سے بیان کیا جاتا ہے کہ: فلاں مدرسہ کو گورمنٹ نے تسلیم کرلیا، اُس کی حیثیت ہائی اسکول اور "بی، اے" کے برابر ہے۔ اِس پر فخر کیا جاتا ہے حال آں کہ یہی ہمارے مدارس کے زوال کا سبب ہے، طلباء بھی اِسی نیت سے علم دین حاصل کرتے ہیں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے: "جس نے علم دین کو دنیا کے لیے حاصل کیا وہ جنّت کی خوشبو بھی نہ پائے گا"۔ [1]

عادت اِیسے خراب ہوتی ہے، صاحبِ ملفوظ کا واقعہ

فرمایا: چھوٹی چھوٹی اور معمولی معمولی باتوں ہی سے عادت خراب ہوتی ہے، پہلے معمولی سی کسی کی چیز لے لی، اور پھر بڑی چیزیں لینے لگا، رفتہ رفتہ چوری اور ڈکیتی تک نوبت پہنچتی ہے۔

زمانۂ طالبِ علمی میں مَیں اور میرے ساتھی حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیرومرشد تھے) کے ہاں رہا کرتے تھے، حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں بسا اَوقات سیب چھیل کر کھائے جاتے تھے، چھلکے باہر پھنکے جاتے تھے، اور سیب چھیلنے کی خدمت ہم لوگ اَنجام دیتے تھے، دل میں خیال آیا کہ چھلکے ہی تو ہیں اور پھینکے ہی تو جائیں گے اگر اِن کو کھا لیا جائے تو کیا حرج ہے؟!! لیکن! توبہ توبہ!! آج تو چھلکے چھلکے ہی ہیں، کل چھلکے کے ساتھ آدھا سیب ہوگا، پھر بجائے چھلکے کے سیب تک نوبت پہنچے گی، عادت اِسی طرح خراب ہوتی ہے۔ ہر شخص کو ہر وقت اپنی اِصلاح کی فکر کرنی چاہیے، اور اپنے نفس کی پوری نگرانی کرنی چاہیے، اور اِس قِسم کی معمولی معمولی باتوں کا بھی بہت خیال رکھنا چاہیے، ورنہ اِس کا بہت دور تک اَثر پہنچتا ہے، پھر اِس کے بعد تنزلی ہی تنزلی ہوتی ہے، ترقی نہیں ہوسکتی۔ اِس کے برخلاف اِس قِسم کے چھوٹے اُمور اور ایسی معمولی حرکتوں سے پرہیز کرنے کے نتیجہ میں اِنسان نہ معلوم کہاں سے کہاں ترقی کر کے پہنچ جاتا ہے، ہمارے جتنے ساتھی تھے سب کا یہی حال تھا۔

---

[1] (سنن الدارمی، المقدمۃ، باب العمل بالعلم وحسن النیۃ فیہ، ج۱، ص۳۱۸، طبع دار المغنی، المملکۃ العربیۃ السعودیۃ)

اگر واقعی کسی سے غلطی ہوگئی ہے تو توبہ کر لے، توبہ کا دروازہ ہر وقت کھلا ہوا ہے، شیطان بہکا دیتا ہے، نفس شرارت کرتا ہے، لیکن! آئندہ کے لیے عہد کر لے کہ اب ایسی حرکت نہ کروں گا، اللہ معاف کر دے گا۔

طلباء اگر چاہیں تو مدرسہ کا ماحول دینی بن سکتا ہے

عشاء کے بعد طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: اگر تم لوگ چاہو تو کیا مدرسہ کا نظام درست نہیں ہوسکتا؟!! جو بات کہی جائے اُس پر عمل کرو، مدرسہ کا جو نظام ہے اُس کی پیروی کرو، مدرسہ کا ماحول دینی بناؤ، دینی ماحول بنانے میں ہماری مدد کرو، مدد کے بغیر تو کوئی کام بھی نہیں چل سکتا، انبیاء کرام علیہم السلام تشریف لائے تو اُن کو بھی کام کے لیے اَسباب کے تحت معاونین کی ضرورت پیش آئی، ایک آدمی تنہا کیا کیا کر سکتا ہے؟!! اِسی لیے فرمایا گیا: وَ تَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ۔۔۔ الآیۃ [1] مدرسہ میں رہ کر "تَعَاوُن عَلَى الْبِرّ" یہی ہے کہ نیک ماحول بناؤ، لکھنے پڑھنے کا ماحول بناؤ، کھیل کود، سیر و تفریح، اور فتنہ فساد کا ماحول نہ بناؤ، کسی ساتھی کو غلط کام کرتے دیکھو اُس کو ٹوکو، جب نماز پڑھنے کے لیے آیا کرو تو جو بھی راستہ میں ملے اُس سے کہتے ہوئے آؤ کہ: چلو بھائی! نماز پڑھنے، سونے والوں کو جگا دیا کرو، اِس میں نقصان کیا ہے؟!! اگر اَبھی اِن سب باتوں کی عادت نہ ڈالو گے تو پھر کب عادت پڑے گی؟!!

ایک کتاب ختم ہونے پر طلباء کو نصیحت

ایک کتاب کی تکمیل کے موقع پر طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا: علم آدمی کو نفع بھی پہنچاتا ہے اور اِس کے ذریعہ نقصان بھی ہوتا ہے، اور نفع و نقصان کا مدار نیت پر ہے، عمل پر ہے، یہی علم نافع بھی ہوسکتا ہے اگر اِس پر عمل ہے اور نیت بھی درست ہے، اور جس کو جو کچھ بھی حاصل ہوگا محض اللہ کے فضل سے ہوگا، جب تک اللہ کا فضل نہ ہو اُس وقت تک عمل کی توفیق نہیں ہوسکتی، نہ لکھنے پڑھنے کی، نہ لکھانے پڑھانے کی، جتنے بھی اَعمالِ خیر ہوتے ہیں سب اللہ کی توفیق ہی سے ہوتے ہیں۔

---

[1] (سُوْرَۃُ الْمَائِدَۃ: ۲)

اِفتاء اور فارغ ہونے والے طلباء کو حضرت ﷫ کی اَہم نصیحتیں

حضرت اَقدس ﷫ نے فارغ ہونے والے طلباء اور اِفتاء کے طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے (جس میں مدرسہ کے بعض اَساتذہ بھی شریک تھے) فرمایا: اِن سب چیزوں کے پڑھنے پڑھانے سے کیا مقصود ہے؟!! اللہ کی رضا، حضور ﷺ اور صحابۂ کرام ﷢ کے اَحوال واَخلاق اِسی لیے پڑھے پڑھائے جاتے ہیں کہ وہ اَحوال واَخلاق ہمارے اَندر بھی پیدا ہوجائیں، محض پڑھنا پڑھانا مقصود نہیں۔

اور یہی ہمارا اصل شعار تھا کہ ہم اپنے اَسلاف کے طریقہ پر قائم رہیں، آج ہم نے اپنا شعار چھوڑ کر غیروں کا شعار اِختیار کر رکھا ہے، ہمارا شعار "وَرع وتقوٰی" تھا ہمارا شعار "توکل واِستغناء" تھا، ہمارا شعار "مسکنت وسادگی" تھا، "فقر وفاقہ" کر کے، "سوکھی روٹی" کھا کر گذر بسر کر کے اللہ کا شکر کرنا، اور دینی خدمت میں لگے رہنا یہ ہمارا شعار تھا، رسول اللہ ﷺ کی زندگی اِیسی ہی تھی اور آپ ﷺ کے حالات اور حدیثیں اِسی واسطے پڑھائی جاتی ہیں تاکہ ہمارے اَندر بھی وہ اَوصاف وحالات پیدا ہوجائیں۔

دنیا میں آج ہر طرح کے نمونے پائے جاتے ہیں، یہ نمونہ بھی تو سامنے آنا چاہیے، حضور ﷺ اور صحابۂ کرام ﷢ کی زندگی کے نمونہ بھی سامنے آنے چاہئیں، "توکل" کا نمونہ، "تقوٰی" کا نمونہ، "اَخلاقِ حسنہ" کا نمونہ، "صبر وقناعت" کا نمونہ، "فقر وفاقہ" کا نمونہ، لوگ دیکھیں تو!!! کہ یہ حضور ﷺ کی زندگی کے نمونے ہیں، نمونوں کو لوگ دیکھا کرتے ہیں، دکان میں مختلف سامان رکھے ہوں، چپل بھی ہے، جوتا بھی ہے، کپڑا بھی ہے، لنگی بھی ہے، مختلف چیزوں کے نمونے ہوتے ہیں، لوگ آ آ کر دیکھتے ہیں، کسی کو کچھ پسند ہے، کسی کو کچھ پسند ہے، ہر ایک اپنی پسند کے مطابق نمونہ اِختیار کرتا ہے۔

اِسی طرح ہمارے اَندر، علماء ومدرّسین کے اَندر (جو نبی کریم ﷺ کے وارث اور جانشین ہیں) بھی اَچھے اَوصاف کا نمونہ ہونا چاہیے، "تقوٰی وورع" بھی ہو، "فقر وفاقہ" بھی ہو، "صبر ورضا" بھی ہو، "زہد وقناعت" بھی ہو، "توکل واِستغناء" بھی ہو، "تواضع وعبدیت" بھی ہو، کسی کو کوئی نمونہ

پسند آئے گا وہ وہی پسند کرے گا، ہم کو تو تمام اُوصاف کا جامع ہونا چاہیے، اور ہماری زندگی نمونہ کی زندگی ہونی چاہیے، لوگ ہماری زندگیوں کو دیکھ کر سبق لے رہے ہوں، ہمارا ہر عمل ایسا ہونا چاہیے جس میں کشش و جاذبیت ہو، لوگ دیکھ کر متاثر ہوں اور اَثر قبول کرلیں۔ جیسے: دسترخوان میں مختلف قِسم کے کھانے ہوتے ہیں، گوشت بھی ہے، دال بھی ہے، چٹنی بھی ہے، اَچار بھی ہے، قِسم قِسم کے کھانے ہوتے ہیں، کسی کو کچھ پسند ہے، کسی کو کچھ پسند ہے، جس کو جو پسند ہے وہی اِختیار کرتا ہے، ہمارے اَندر بھی سارے اَچھے اُوصاف ہونے چاہئیں، ہم کو جامع کمالات ہونا چاہیے، ہماری زندگی میں کسی کو "غیرت" پسند آئے گی، کسی کو "ورع وتقوای" پسند آئے، کسی کو "اَچھے اَخلاق" پسند آئیں، ہمارے اَندر کوئی تو عمل اِیسا ہونا چاہیے جو لوگوں کے لیے اُسوہ اور عمدہ نمونہ ہو، ہمارے اَندر کچھ تو کشش وجاذبیت ہونی چاہیے، ورنہ محض پڑھنے پڑھانے سے کیا فائدہ؟!!

آج ہماری زندگیوں میں ہمارے اَسلاف واَکابر کا شعار نہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا شعار نہیں، ہم نے غیروں کا شعار، غیروں کا طریقہ، اور دوسروں کے اُوصاف اِختیار کررکھے ہیں، "حرص، لالچ، ریا، دکھلاوا" ہم نے اِختیار کر رکھا ہے۔ اللہ ہماری حفاظت فرمائے۔ (آمین)

ہماری زندگی تو نمونے والی ہونی چاہیے اور ہم کو لوگوں کے لیے اَچھا نمونہ پیش کرنا چاہیے۔

ایک مدرسہ کے ناظم زادہ کو نصیحت

مدرسہ کے ایک طالبِ علم (جس کے باپ ایک مدرسہ کے ذمہ دار، ناظم تھے) سے فرمایا کہ: اگر تم محنت سے پڑھ لو تو کتنی خوشی ہو، تمہارے والد صاحب کے کیا کیا اَرمان ہیں؟!! اور وہ کیا اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں؟!! اور تمہارا یہ حال ہے!! تمہارے باپ تو سوچتے ہیں کہ تم آکر مدرسہ سنبھالو گے، پورا علاقہ سنبھالو گے، اگر تم اَچھی طرح محنت سے پڑھ لو تو کتنی خوشی کی بات ہے؟!! اِس میں مشکل کیا ہے؟ آج ہی سے محنت شروع کردو، ہر وقت کتاب دیکھو، ہر وقت ہاتھ میں کاپی قلم ہو، جو بات سمجھ میں نہ آئے فوراً نوٹ کرلو، نشان لگالو، بعد میں پوچھ لو، کیسے نہ علم آئے گا؟!! کوئی وقت ضائع نہ ہو۔ تمہارے باپ تو تم سے اُمیدیں لگائے بیٹھے ہیں کہ تم مدرسہ سنبھالو گے۔

ناظم نہ بننا خادم بننا

اور سنو! مدرسہ کے "ناظم" نہ بننا" خادم" بننا، بہت سے مدرسوں کے ناظم جاہل بھی ہوتے ہیں، اُنہیں کچھ آتا جاتا نہیں، اڑی گھڑی، چھڑی، شیروانی، چشمہ میں رہتے ہیں، اور گدی پر بیٹھے بیٹھے حکم نافذ کرتے ہیں، ناظم بننا بڑا آسان کام ہے، لیکن! تم "ناظم" نہ بننا" خادم" بننا اور کچھ کر کے دکھلانا، محنت مجاہدہ کرنا، پڑھنا پڑھانا۔

حضرت ﷫ نے اُس لڑکے سے پوچھا: حافظ بھی ہو یا نہیں؟ اُس نے کہا: نہیں! حضرت ﷫ نے اَفسوس فرمایا اور فرمایا: اب شروع کر دو، تھوڑا تھوڑا کرتے رہو اِنْ شَآءَ اللهُ پورا ہو جائے گا۔

حضرت والا ﷫ کی اپنے بیٹے کو چند اہم نصیحتیں

حضرت والا ﷫ کے منجھلے صاحب زادے مولانا نجیب اَحمد صاحب دامت برکاتہم (جو اِس وقت تدریسی کام کے ساتھ بہت سے دین کے کام اَنجام دے رہے ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کو مزید ترقیات سے نوازے اور اُن کی حفاظت فرمائے۔ آمین) حضرت ﷫ کے کمرہ میں تشریف لائے، اَحقر بھی کمرہ میں موجود تھا۔ حضرت والا ﷫ نے صاحب زادہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: ارے! تم بھی تو کچھ کیا کرو، کچھ پڑھنے پڑھانے کا سلسلہ قائم رکھو، ہر وقت کچھ نہ کچھ کرتے ہی رہا کرو۔ اور فرمایا: کچھ نہیں تو کچھ لڑکوں کو لے لو اور ناظرہ ہی پڑھانا شروع کر دو، "درجۂ حفظ" میں کسی اُستاد کے پاس بیٹھ جایا کرو، کچھ لڑکوں کا قرآن پاک سن لیا کرو، کیا ناظرہ پڑھانے سے ترقی نہیں ہوتی؟!! کسی کو کچھ دکھانا تھوڑی ہے، جو کچھ کرنا ہے اللہ کے واسطے کرنا ہے، "قاعدۂ بغدادی" پڑھانے کی برکت سے میاں جی حضرت نور محمد جھن جھانوی ﷫ حضرت حاجی اِمداد اللہ صاحب ﷫ کے پیر بنے، ترقی ناظرہ پڑھانے سے بھی ہوتی ہے، اصل ترقی تو اِخلاص سے ہوتی ہے، جس کام میں اِخلاص ہوگا اُس سے ترقی ہوگی، اور کچھ نہیں تو خود ہی مطالعہ کیا کرو، اِتنی کتابیں ڈھیر لگی ہیں لے جاؤ!! دیکھو کتنے رسائل ہیں!! اِن میں اَچھے اَچھے مضامین ہیں، اِن کا مطالعہ کرو، کچھ مضامین چھانٹو، تم بھی کچھ لکھو، ہر وقت لگے رہو، میری اتنی ڈاک آتی ہے ڈاک ہی دیکھ لیا کرو، یہ بھی ایک کام ہے، جہاں چاہو بیٹھ جاؤ کتابیں دیکھنا شروع کر دو، میرے ہی کمرہ میں بیٹھ کر کتابیں دیکھو،

مسجد کے کسی کونے میں چلے جاؤ، کہیں نہیں تو جنگل چلے جاؤ، کسی درخت کے نیچے بیٹھ کر کام کرنا شروع کر دو، روزانہ تین، چار (۳، ۴) رکوع تجوید کے ساتھ قرآن پاک پڑھا کرو، ذکر ونوافل، اِشراق واوابین، کی بھی پابندی کیا کرو، کچھ تسبیحات کا معمول بنالو، کم اَز کم روزانہ پانچ (۵) پارے تلاوت کیا کرو، کچھ تو کرو!!! دنیا تو ضمنی چیز ہے، اصل چیز تو دین ہے، کس کا باپ نہیں چاہتا کہ ہمارے لڑکے خوب خوش حال رہیں؟!! لیکن! اصل چیز تو دین ہے، اِس کی بھی تو فکر ہونی چاہیے، دنیاوی کاموں میں تو کوشش کے بعد بھی کامیابی اور ناکامی، نفع ونقصان دونوں کا اِحتمال ہے، اور اِس راہ میں تو خسارہ اور ناکامی کا کچھ بھی اِحتمال نہیں، اللہ کا تو وعدہ ہے وہ کسی کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ جس کے دادا، پَردادا ایسے ہوں کہ اُن کی جماعت کبھی نہ چھوٹی ہو، "تَکْبِیْرِ اُوْلٰی" نہ فوت ہوئی ہو، خود اُس کو بھی تو کچھ خیال رکھنا چاہیے؟!!

اُحقر کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا کہ: میرے دادا کی کبھی جماعت نہیں فوت ہوئی، کسی حال میں بھی ہوتے جماعت سے نماز ضرور پڑھتے تھے، کھیت میں ہل بھی چلاتے تھے، جب مزدور نہ ہوتا تھا تو خود ہی کھیت جوتتے تھے، لیکن! نماز کا وقت جب آتا تھا تو سب کچھ چھوڑ کر اِتنی دور سے یہاں مسجد آکر جماعت سے نماز پڑھتے تھے۔

صاحب زادہ کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا: تم کو بھی نماز با جماعت کی پابندی اِسی طرح کرنی چاہیے، اور آج سے مطالعہ شروع کر دو، کسی فن کا بھی مطالعہ کرو، "سیرت" کی بھی اِتنی کتابیں رکھی ہیں سب ایک طرف سے دیکھ ڈالو، لڑکوں کو تکرار (مذاکرہ) کہلاؤ، کچھ لڑکوں کو منتخب کر لو، اُن کو قرآن شریف پڑھایا کرو، لگے رہو کام میں۔

طلباء کے کامل بننے کا ایک طریقہ

بعد عشاء طلباء سے فرمایا کہ: "تہجد ونوافل" پڑھنے کی عادت ڈالو، فجر سے آدھ گھنٹہ پہلے ہی اُٹھ جایا کرو، وضو وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد دس، پندرہ (۱۰ / ۱۵) منٹ تو مل ہی جائیں گے، دو، چار (۲، ۴) رکعت نفل پڑھ لیا کرو، لیکن! فجر کی اذان ہوتے ہی مسجد میں آجایا کرو، اِتنا کر لو پھر دیکھو کہاں سے کہاں پہنچتے ہو!! کیسی اُڑان ہوتی ہے!!۔

اِصلاح کا مفید اور آسان نسخہ، ہر شخص کے لیے دو (۲) ضروری مراقبے

فرمایا: دو (۲) قسم کے مراقبے ہر شخص کو ضرور کرنے چاہئیں:

① ایک مراقبہ تو یہ کہ: یہ سوچا کرے کہ دن بھر میں آج اِس دن کون کون سے کام کیے؟ کتنے اَچھے کام کیے؟ اور کتنے غلط اور برے کام کیے؟!! اَچھے کاموں پر اللہ کا شکر اَدا کرے اور برے کاموں پر ندامت کرے، توبہ واِستغفار کرے، اور آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنے کو طے کرے۔

② دوسرا مراقبہ یہ کہ: یہ سوچا کرے کہ کیا ہمارے اَعمال ایسے ہیں!! اور ہماری یہ زندگی کیا اِیسی ہے کہ اِس حال میں اللہ کو منہ دکھا سکیں گے؟!! اگر اِیسے حال میں اَچانک خدا کے سامنے ہم کو جانا پڑے تو ہمارا کیا حشر ہوگا؟!! موت کسی کو بتلا کر نہیں آتی، پہلے سے اِطلاع کر کے نہیں آتی، بل کہ اَچانک آتی ہے، ہزاروں واقعات موجود ہیں۔

اگر یہ دونوں مراقبے کوئی پابندی سے کرلے، زیادہ نہیں صرف چند منٹ، پانچ (۵) ہی منٹ کرلے، اُمید ہے کہ بہت جلد اُس کی اِصلاح ہوجائے گی، اور اُس کا بیڑہ پار ہوجائے گا۔

طلباء عشاء کے بعد کیا کریں؟

طلباء کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ: عشاء کے بعد یا تو مطالعہ کرو یا قرآن شریف پڑھو، یا پھر سوجاؤ، باتیں کسی سے قطعاً نہ کرو، یہ عادت اَچھی نہیں۔ حدیث پاک میں بھی اِس کی ممانعت ہے۔ [1]

اور جب سویا کرو باوضو سویا کرو، ذکر کرتے کرتے سویا کرو، "سُوْرَۃُ الْمُلْكِ" پڑھ کر سویا کرو، سونے سے پہلے "چاروں قُلْ" پڑھ کر اپنے اوپر دم کرلیا کرو، تسبیحات پڑھتے ہوئے "اَللّٰهُمَّ بِاسْمِكَ اَمُوْتُ وَ اَحْيَا" [2] دعا پڑھ کر سویا کرو۔ اور جب سو کر اُٹھا کرو تو پہلے دعا پڑھو، اور اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ۔۔۔ الخ "سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰن" کا آخری رکوع پڑھ لیا کرو، اور جو لوگ سو رہے ہیں اُن کو بھی جگا دیا کرو، نیک ماحول بناؤ، لکھنے پڑھنے کا ماحول بناؤ، مدرسہ میں رہ کر "تَعَاوُن عَلَى الْبِرّ" جس کا (قرآن پاک میں) حکم دیا گیا ہے یہی ہے، کھیل کود، سیر و تفریح اور فتنہ وفساد کا ماحول نہ بناؤ، یہ "تَعَاوُن عَلَى الْاِثْم" ہے جس سے (قرآن پاک میں) منع کیا گیا ہے۔

---

[1] (جامع الترمذی، ابواب الصلوۃ عن رسول اللہ ﷺ، باب ماجاء فی کراہیۃ النوم قبل العشاء والسمر بعدہا، ج ۱، ص ۴۲، طبع قدیمی، کراچی)

[2] (صحیح البخاری، کتاب الدعوات، باب ما یقول اذا اصبح، ج ۲، ص ۹۳۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

عشاء کے بعد باتیں کرنے اور فضول بجلی خرچ کرنے کی ممانعت

عشاء کے بعد طلباء کو نصیحت کرنے کے بعد فرمایا: جاؤ! اور اب جا کر باتیں نہ کرنا، تم لوگ یہاں سے جا کر کمروں میں باتیں کرتے ہو، لوگوں کی نیند خراب ہوتی ہے، بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر اُن کی آنکھ کھل گئی تو اُن کی نیند اُچاٹ ہو جاتی ہے، پھر نیند آتی ہی نہیں، سخت پریشانی ہوتی ہے، کیا یہ تکلیف کی بات نہیں ہے؟!! میری بھی طبیعت ایسی ہی ہے کہ نیند اُچاٹ ہوگئی تو مشکل سے آتی ہے اور نہ معلوم کتنوں کی طبیعت ایسی ہوگی، دوسروں کی نیند خراب ہونے سے اُن سب کو تکلیف ہوتی ہے، عشاء کے بعد تو یوں بھی باتیں کرنا ممنوع ہے۔ اگر باتیں کرنا ضروری ہی ہوں تو آہستہ آہستہ باتیں کرلیا کرو۔ اور کمرہ کی بجلی بند کر کے سویا کرو، بعض کمروں میں رات بھر بجلی جلتی رہتی ہے، یہ دیانت اور تقوای کے بھی تو خلاف ہے، مدرسوں میں رہ کر اگر تقوای اور دیانت نہ سیکھا تو مدرسوں میں رہنے سے کیا فائدہ؟!! طلباء میں آج اِن باتوں کا لحاظ نہیں، اِسی واسطے اُن کی باتوں میں اور اُن کی زندگیوں میں کوئی اَثر نہیں، ایسی زندگی بناؤ کہ لوگ تمہاری زندگی دیکھ کر ہی اَثر لیں، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی زندگیوں کو دیکھ کر لوگ اِسلام میں داخل ہوگئے، تمہاری زندگی بھی تو ایسی ہونی چاہیے کہ لوگ اُس سے متاثر ہوں؟!!

یہ ذکر بدعت نہیں ہے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ کا معمول تھا کہ عصر کی نماز کے بعد دعا سے فارغ ہونے کے بعد طلباء اُسی حال میں بیٹھے ہوئے دو (۲) منٹ ذکر کرتے تھے، یعنی ایک تسبیح "لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه" کی پڑھتے تھے، ہر طالبِ علم اپنے طور سے اِس کو پڑھتا تھا۔ ایک مہمان جو بڑے عالم بھی تھے مدرسہ میں تشریف لائے، اُنہوں نے فرمایا: مَیں تو اِس کو بدعت سمجھتا ہوں۔ اُن عالم صاحب سے بعض لوگوں کی علمی گفتگو بھی ہوئی جس میں وہ خاموش بھی ہوگئے۔ یہ مہمان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بڑی عقیدت سے تشریف لائے، لیکن! اِس سلسلہ میں اُنہوں نے تنقید کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس واقعہ کی اِطلاع ہوئی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ بھی غور کرنے کی بات ہے کہ شروع سے آخر تک جتنے مشائخ اور اولیاء کرام رحمہم اللہ گزرے ہیں، جن کی پوری زندگی اِتباعِ سنّت میں گذری ہے،

جوایک ایک سنّت پر عمل کرنے والے تھے وہ بھی اِس طرح ذکر کرتے چلے آئے ہیں، کیا وہ سب بھی بدعت کرتے آئے ہیں؟!! آخر ہم لوگوں کو کیا بدعت کرنے کا شوق ہے؟!! ہم بھی تو جانتے ہیں کہ بدعت ناجائز ہے، حرام ہے، یہاں تو محض طلباء کی عادت ڈلوانے کے لیے اُن سے ذکر کرایا جاتا ہے، تاکہ طلباء ذکر کے بھی عادی ہو جائیں۔

تنقید سے نہیں تقلید سے کام بنتا ہے

حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: شیخ پر نکیر اور اعتراض نہیں کرنا چاہیے، اِس سے بڑا نقصان ہوتا ہے، ایسا شخص ہمیشہ محروم رہتا ہے، جو کچھ حاصل ہوتا ہے "تنقید" سے نہیں بل کہ "تقلید" سے حاصل ہوتا ہے اور "تقلید" ہی سے کام بنتا ہے، اُس کے بغیر ترقی نہیں ہوتی۔ البتہ! کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا اور اِطمینان کے لیے سمجھنا یہ دوسری بات ہے، لیکن! تنقید اور اِعتراض مضر چیز ہے۔

ایک صاحب کا اِشکال اور اُس کا جواب

اِشکال: وہ مہمان صاحب فرماتے تھے کہ: یہ ذکر وغیرہ اِس طرح اِجتماع اور اِہتمام کے ساتھ سمجھ میں نہیں آتا، اگر کوئی لڑکا اُٹھ جائے تو اُس پر نکیر کی جاتی ہے، سختی سے ذکر کرایا جاتا ہے، کسی "اَمرِ مَنْدُوب" پر اگر اِصرار کیا جائے تو وہ بدعت بن جاتا ہے؟!!

جواب: اَحقر راقم الحروف نے عرض کیا کہ: اگر "اَمرِ مَنْدُوب" کو اُس کے درجہ سے بڑھا دیا جائے تو بے شک! بدعت ہو جاتا ہے، لیکن! جب اُس کو اُس کے درجہ سے آگے نہ بڑھایا جائے بل کہ مستحب سمجھتے ہوئے عادت ڈلوانے کے لیے، تعلیم و تربیت کے طور اگر سختی بھی کی جائے اور طلباء کو اُس کا پابند بنایا جائے تو اِس میں کوئی حرج نہیں۔ دیکھیے! چھوٹے سات (۷) سالہ بچے سے نماز پڑھوانے کا حکم حدیث پاک میں آیا ہے، اور نو، دس (۹، ۱۰) سال میں تو مار کر نماز پڑھوانے کا حکم ہے۔ (۱) حال آں کہ ظاہر ہے کہ اِس عمر میں اُبھی اُس پر نماز فرض نہیں، بل کہ نفل اور مَنْدُوب ہے، لیکن! صرف عادت ڈلوانے کے لیے اُس سے نماز پڑھوائی جاتی ہے، سختی بھی کی جاتی ہے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ "اَمرِ مَنْدُوب" پر بھی مَنْدُوب سمجھتے ہوئے،

---

(۱) (سنن ابی داود، کتاب الصلوۃ، باب متی یؤمر الغلام بالصلوۃ، ج ۱، ص ۸۲، طبع مکتبۃ الحسن، لاہور)

اور اُس کو اُس کے درجہ پر رکھتے ہوئے عادت ڈلوانے کے لیے نکیر کرنا، اور سختی کرنا جائز ہے۔
اِس پر وہ عالم صاحب خاموش ہوگئے اور کچھ جواب نہ دیا۔

چوک بڑوں سے بھی ہوتی ہے لیکن! بڑوں کی غلطی میں حَتَّی الْاِمْکَان مناسب تاویل کرنی چاہیے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ "مختصر المعانی" (جو ن بلاغت کی مشہور کتاب ہے) کا سبق پڑھا رہے تھے، صاحبِ کتاب نے کسی مقام پر مثال دی ہے: "حَفِظْتَ التَّوْرَاةَ" تم نے تورات کو حفظ کرلیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: معلوم نہیں یہ مثال کیوں دی؟ "تورات" کا ذکر کیوں کیا؟ "حَفِظْتَ الْقُرْآنَ" کہہ دیتے، یہ زیادہ بہتر تھا۔

اِسی ضمن میں فرمایا: چوک تو ہر ایک سے ہوتی ہے، بڑوں سے بھی ہوتی ہے، لیکن! بڑوں کی غلطی میں حَتَّی الْاِمْکَان تاویل کرلینی چاہیے، "حَفِظْتَ التَّوْرَاةَ" گویا تعجب کے لیے مثال کے طور پر کہا، کیوں کہ "قرآن پاک" کا حفظ کرلینا تعجب کی بات نہیں، عام طور سے لوگ یاد کر لیتے ہیں، "تورات" کے حافظ نہیں ہوتے، اُس کو یاد کرلینا واقعی تعجب کی بات ہے۔ یہ تاویل ہوسکتی ہے، الغرض! بڑوں کے قول میں جہاں تک ہوسکے تاویل ہی کرنی چاہیے۔

"بخاری شریف، مشکوٰۃ شریف" کا حفظ

اِسی ضمن میں فرمایا: "بخاری شریف" کے بھی لوگ پہلے حافظ ہوا کرتے تھے۔ ہمارے ایک عزیز "لکھنؤ" میں ٹیلہ والی مسجد میں رہا کرتے تھے۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے، اُن کو "بخاری شریف" حفظ یاد تھی، "مشکوٰۃ شریف" بھی زبانی یاد تھی۔ اللہ کے بندے ایسے بھی گذرے ہیں۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی حکمت عملی، مصلحت بینی و دُور اَندیشی

مدرسہ کے طلباء سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کہ: مَیں نے تمہیں ہزار مرتبہ منع کیا ہے کہ جس کو سیر و تفریح کرنی ہو، مدرسہ ہی کے اَحاطہ میں پیچھے اِتنا لمبا چوڑا میدان پڑا ہے وہاں خوب

ٹہلو، سیر وتفریح کرو، کھیلو کودو، لیکن! حدودِ مدرسہ کے باہر نالہ پار مت جاؤ۔ آخر کوئی تو مصلحت ہوگی جس کی وجہ سے منع کیا جاتا ہے؟!! تم کو کیا معلوم اِس میں کیا حکمت ہے؟ ہر بات بتلائی نہیں جاتی، آخر کوئی وجہ تو ہوگی؟!! تم لوگ سمجھتے نہیں، فتنوں کا دَور ہے، بلا وجہ خواہ مہ خواہ کوئی بات ہو جائے فتنہ کھڑا ہو جائے گا، لوگ تو سوچا ہی کرتے ہیں بل کہ سازشیں کرتے ہیں کہ کسی طرح کوئی فتنہ کھڑا ہو جائے، کسی وقت بھی کوئی بات ہو سکتی ہے، یہ فتنوں کا زمانہ ہے اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔

یہ اِتنی بھیڑ یہاں جمع ہے، اِتنا بڑا مدرسہ ہے کیا اُن لوگوں کو یہ سب اَچھا لگتا ہوگا؟!! کیا مدرسہ کی عالی شان عمارت دیکھ کر وہ خوش ہوتے ہوں گے؟!! غیر تو بہ ہر حال غیر ہی ہیں، سب کی ذہنیت یکساں ہوتی ہے، "اَلْكُفْرُ مِلَّةٌ وَاحِدَةٌ" ❶ یہ تو یہاں کے اَخلاق و مروّت اور اَچھے برتاؤ کا اَثر اور دباؤ پڑتا رہتا ہے اِس لیے معاملہ کچھ دبا رہتا ہے ورنہ جس طرح دوسری جگہوں میں طرح طرح کے فتنے ہوتے رہتے ہیں، یہاں بھی ہوتے رہتے ہیں، لیکن! بزرگوں کی پرانی روایات اور باہمی تعلقات چلے آ رہے ہیں، اُن کو نباہتا رہتا ہوں، اُن کی ہگنی، موتنی (یعنی اُن کے دکھ سکھ، خوشی غمی) میں شریک ہوتا رہتا ہوں، اُن کا کوئی آدمی بیمار ہوتا ہے تو مزاج پرسی کرتا ہوں، مالی خدمت بھی کر دیتا ہوں، ضرورت پڑتی ہے تو "لکھنؤ، کانپور" تک دکھانے کا اِنتظام کرتا ہوں کبھی خود ساتھ جاتا ہوں، یہ سب کیوں کرتا ہوں؟!! اُن کی ہگنی موتنی میں شریک ہو کر سوائے تضیعِ اَوقات کے اور کیا ہے؟!! ضروری کاموں کا بھی نقصان ہوتا ہے، لیکن! اِس میں حکمت ہے مصلحت ہے، اِس طرح کرنا پڑتا ہے، اِن ہی سب اَخلاق کی وجہ سے معاملہ دبا رہتا ہے، اور اِن اَخلاق کی وجہ سے وہ لوگ مروّت میں خاموش رہتے ہیں، ورنہ کیا مدرسہ اُن کو اَچھا لگتا ہوگا؟!! کسی وقت بھی فتنہ کھڑا کر سکتے ہیں، اِس لیے اُدھر ٹہلنے مت جایا کرو، سیر وتفریح کے لیے مدرسہ کا میدان بہت کافی ہے، مچھلی کا شکار بھی کرنا ہے تو اُس طرف مت جایا کرو، ایک تو مچھلی کا شکار کرنے کی اِتنی عادت نہ ہونا چاہیے، چھٹیوں میں کبھی ایک آدھ بار چلے گئے، پڑھنے لکھنے والے طلباء کو اِن سب کاموں کی کہاں فرصت؟!!

---

❶ (مرعاة المفاتيح شرح مشكوة المصابيح، كتاب الإيمان، باب الاعتصام بالكتاب والسنة، الفصل الثاني، ج: ۱، ص: ۲۰۷، طبع: إدارة البحوث العلمية والدعوة والإفتاء، الجامعة السلفية، بنارس الهند)

ششماہی اِمتحان کے بعد چھٹی کا ماحول نہ بنائیے

”ششماہی اِمتحان“ کے بعد طلباء میں عام رجحان چھٹی منانے اور گھر جانے کا ہوتا ہے، اِمتحان ختم ہونے میں صرف ایک روز باقی تھا، حضرت رحمہ اللہ نے فجر کی نماز کے بعد حکم دیا کہ: پنکھے سب بند کر دو تا کہ آواز صاف سنائی دے۔ اِس کے بعد طلباء سے مخاطب ہو کر کھڑے کھڑے ارشاد فرمایا: اِمتحان تو کل ختم ہو جائے گا لیکن! چھٹی نہ ہوگی، نہ ہم نے آج تک ”ششماہی اِمتحان“ کے بعد چھٹی دیکھی، نہ ہمارے زمانہ میں ہوتی تھی، اور نہ ہم اِس کو پسند کرتے ہیں۔ اِمتحان کے بعد اگر چھٹی کا معمول ہو جائے تو غور کرنے کی بات ہے کہ پندرہ، بیس (۱۵، ۲۰) دن تو اِمتحان سے پہلے ناغہ ہوتا ہے پھر یہ ناغہ اور ہو!!، ہم تو اِس کو بھی پسند نہیں کرتے کہ اِمتحان کے لیے سبق بند کیا جائے، نہ ہمارے زمانہ میں سبق بند ہوتا تھا، لیکن! خیر! سلسلہ چل پڑا ہے، لڑکے محنت کرتے ہیں، یاد کرتے ہیں، ٹھیک ہے چند روز کے لیے سبق بند ہو جائے لیکن! اِمتحان کے بعد چھٹی کے کیا معنی؟!! پندرہ، بیس (۱۵، ۲۰) دن کا وہ ناغہ اور اِدھر چھٹی ہو جائے تو ایک ماہ کا یہ نقصان ہوگا، اِس لیے چھٹی کا تو کوئی نام نہ لے۔

خبردار! میرے پاس کوئی چھٹی کی سفارش لے کر نہ آئے، مَیں پہلے سے کہے دے رہا ہوں: کل اِمتحان ختم ہو گیا، پرسوں سے ہی اِنْ شَآءَ اللّٰہ اَسباق شروع ہو جائیں گے، ایک دن کا بھی اگر ناغہ ہوتا ہے تو اُس کی بے برکتی ہوتی ہے، طبیعت میں اِضمحلال اور پژمردگی چھا جاتی ہے، کتاب سے مناسبت بھی تو رفتہ رفتہ ہی قائم ہوتی ہے، دو، چار (۲، ۴) دن تو یوں ہی گذر جاتے ہیں، چھٹی کرنے سے اور زیادہ نقصان ہوگا، ”درجۂ حفظ“ کے جن لڑکوں کا اِمتحان ہو گیا ہے وہ کل ہی سے درجہ میں جا کر پڑھنا شروع کر دیں، سبق نہ سنائیں سہی لیکن! درجوں میں جانا پڑھنا شروع کر دیں، سبق کا پارہ یاد کریں، اور تھوڑا تھوڑا، دو، دو (۲، ۲) چار، چار (۴، ۴) سطریں سبق بھی یاد کرتے رہیں، اُستاد اگر نہ بھی پڑھانے آئے، لیکن! تم لوگ پڑھنا شروع کر دو، تم لوگ اِتنا بھی نہیں چاہتے کہ اُستاد ایک دن آرام کر لے؟!! اِمتحان ختم ہو گیا ہے کم اَز کم ایک دن تو اُستاد کو آرام کر لینے دو!! یہ کیا کہ بغیر گھیرے گھارے پڑھنے ہی نہ جاؤ۔

(حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے یہ تدبیر اور حکمتِ عملی اِس لیے اختیار فرمائی تھی کہ طلباء میں ٹہلنے، گھومنے پھرنے اور گھر جانے کا رجحان نہ بننے پائے، نیز! اَساتذہ کو بھی حکمتِ عملی سے میٹھے بول، بول کر پابند کرنا مقصود تھا۔)

ششماہی اِمتحان کے بعد فوراً اَسباق شروع کرنے کا اِہتمام

مدرسہ میں "ششماہی اِمتحان" ہو چکا تھا، "ششماہی اِمتحان" کے بعد تعطیل کا معمول نہیں تھا بل کہ دوسرے ہی دن سے تعلیم شروع ہو جاتی تھی۔ لیکن! بعض طلباء گھر جانے کا ماحول بنا رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے سے طلباء کو خطاب کرتے ہوئے آگاہ فرمایا:

دیکھو! خبردار!! میرے پاس کوئی طالبِ علم گھر جانے کی چھٹی کی درخواست لے کر نہ آئے، اِس میں تمہارا ہی فائدہ ہے، گھر جانے سے تمہارا ہی نقصان ہے، تم یہ سوچو تمہارے روکنے سے میرا کیا فائدہ؟!! ہم کو کیا مل جائے گا؟!! تمہارے فائدے ہی کے لیے کہہ رہا ہوں، اگر تم چلے جاؤ گے ہماری روٹی بچے گی، ہم خالی رہیں گے وقت بچے گا، کچھ لکھنے پڑھنے کا وقت ملے گا، ہمارے پاس تو ہزاروں کام ہیں، کچھ نہیں تو علاقہ کا دورہ کروں گا، تمہاری طرح مَیں بھی گھوموں گا پھروں گا، علاقہ میں تبلیغی سفر کروں گا، لیکن! گھر جانے سے تمہارا تو نقصان ہی ہوگا، اِس لیے اِمتحان کے بعد فوراً اَسباق شروع ہو جائیں گے، کل دو پہر تک اِمتحان ختم ہوگا اور پرسوں سے اَسباق شروع کر دیے جائیں گے، اور مَیں تو اپنے اَسباق کل ہی سے شروع کر دوں گا، کیوں کہ میرے اَسفار تو ویسے بھی ہوتے رہتے ہیں، سبق کا ناغہ ہوتا ہی رہتا ہے، اِس لیے میرے پاس کل ہی کتاب لے کر آ جانا، ایک لڑکا بھی اگر ہوگا تو سبق پڑھایا جائے گا، سبق کا ناغہ نہیں ہوگا، اور جو طالبِ علم گھر جائے گا آخیر سال تک اُس کا کھانا بند رہے گا۔

مہمان کا اِکرام اُس کی شان کے موافق ہونا چاہیے

دو پہر کے بعد کچھ اہم مہمان آ گئے، جن کے طعام کے لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فکر مند اور پریشان تھے۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر اپنے آدمی اور بے تکلّف لوگ ہوں تو اُن کو جو چاہو دال روٹی کھلا دو، لیکن! ہر مہمان کے سامنے تو دال روٹی نہیں رکھ سکتے، مہمان کا اِکرام اُس کی شان کے

مطابق ہونا چاہیے، کچھ اہتمام بھی کرنا چاہیے۔ایک صاحب نے عرض کیا کہ: ناوقت اور بغیر اطلاع اَچانک آنے کی وجہ سے یہ پریشانی ہورہی ہے، اگر یہ اُصول مقرر کردیا جائے کہ جو آئے پہلے سے اِطلاع کردیا کرے بغیر اِطلاع نہ آئے، تاکہ پہلے سے اِنتظام کرلیا جائے اور عین وقت پر پریشانی نہ ہو۔ حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا: ہر جگہ یہ نہیں چل پاتا، علاقہ کی اور حالات کی رعایت کرنا پڑتی ہے، اِس علاقہ میں یہاں یہ بات نہیں چل سکتی، ورنہ مزاج تو میرا بھی یہی ہے، اُصول کی پابندی اور خانقاہی مزاج کا مَیں بھی ہوں، اگر تبلیغ اور مدرسہ کی لائن اِختیار نہ کی ہوتی صرف "خانقاہی" کام ہوتا، تو خانقاہ بنا کر اور خانقاہی بن کر دیکھا دیتا، لیکن! مجھ سے ہر قسم کے لوگوں کا سابقہ پڑتا ہے، طرح طرح کے لوگوں سے میرے روابط ہیں، تبلیغ کے کام سے بھی مَیں جڑا ہوا ہوں، مدرسہ کے کام اور دوسری ذمہ داریاں بھی ہیں، ہر طرح کے لوگوں سے ملنا پڑتا ہے، یہاں اُصول وصول کہاں چل سکتے ہیں؟!! رعایت کرنا پڑتی ہے۔ اِس پر بعض لوگ کہتے ہیں کہ: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں اُصول مقرر تھے، اُن کے یہاں ایسا ہوتا تھا، اُن کی خانقاہ کا یہ اُصول تھا، اُن کے گھر میں یوں ہوتا تھا۔ اَچھے اَچھے لوگ اِس میں مبتلاء ہیں کہ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کے یہاں ایسا ہوتا تھا لہٰذا ہم بھی ایسا ہی کریں گے۔ ارے! بزرگوں کی شانیں ہوتی ہیں، اُن کی ایک شان تھی، اُن کے سامنے ایسے حالات تھے جس کی وجہ سے اُنہوں نے ایسے اُصول مقرر کیے تھے، کیا تمہارے سامنے بھی ایسے حالات ہیں؟!! اور تم بھی ایسے ہو جیسے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تھے؟!! حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ نے کیا کیا تھا اور تم کیا کرتے ہو؟!! کیا تم بھی حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ہو؟!! اگر ایسا کرتے ہو تو پہلے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ تو بنو، بن کر دکھلاؤ پھر ایسا کرو، پہلے اپنے اَندر کچھ ہونا تو چاہیے، تب اُن کی نقل اُتارنا، پہلے سے نقل اُتارنا شروع کردی وہ بھی صرف اِس قسم کے اُمور میں؟!! کہیں سن لیا کہ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ ایسا کرتے تھے، اُن کے یہاں ایسے اُصول مقرر تھے، بس! اُسی کے پیچھے پڑ گئے۔ ارے!! ہم بھی جانتے ہیں حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمہ اللہ کو اور تم سے زیادہ جانتے ہیں، ہم نے تو اُن کی جوتیاں سیدھی کی ہیں، اور ہم تو ایسوں کی صحبت میں رہے ہیں، ایسوں کی خدمت کی ہے، اور ایسا مزاج پایا ہے، اُسی ماحول میں میری پرورش ہوئی ہے، اور میرا بھی وہی مزاج ہے، تم سے زیادہ ہم اُس

کو جانتے ہیں، لیکن! حالات ہوتے ہیں اُس کا لحاظ کرنا پڑتا ہے، علاقہ کی رعایت کرنی پڑتی ہے، کوئی بتلائے کہ: اِس ماحول میں اور ایسے علاقہ کے لوگوں میں وہ اُصول چل سکتے ہیں؟!!

(یہ گفتگو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے خاص اپنے علاقہ جہاں بدعت و جہالت کا غلبہ تھا اُن کے حالات کے مطابق فرمائی تھی، حالات بدلنے سے بعد میں کچھ تبدیلی بھی آ گئی تھی۔)

مدرسہ کی ضروریات کی ہر وقت فکر

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی شان اِستغناء کا واقعہ

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا مزاج تھا کہ کہیں بھی تشریف لے جاتے اپنے مدرسہ اور مدرسہ کے طلباء کی ضروریات نہیں بھولتے تھے، کسی علاقہ میں سے اینٹوں کے بھٹہ پر سے گذر ہوا تو اینٹوں کا نرخ (بھاؤ) معلوم کرتے، غلہ منڈی سے گذرنا ہوتا یا ایسے لوگوں سے ملاقات ہوتی تو غلہ گیہوں، چاول کا بھاؤ معلوم کرتے، حتّٰی کہ ضرورت کی کوئی چیز مثلاً: عمدہ چھری، چاقو وغیرہ سستی ملتی تو مہمانوں کے لیے اُس کو خرید کر گاڑی میں رکھ لیتے۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عام عادت تھی۔

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا "سلطان پور" کا سفر تھا، "سلطان پور" میں ایک صاحب کی دکان سے گذر ہوا، جن کی دکان میں پلاسٹک کی عمدہ بالٹیاں فروخت ہو رہی تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پسند آئیں، اُس نمونہ کی بڑی بالٹیاں دیکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مدرسہ میں مہمانوں کے لیے ایسی بالٹیاں مناسب رہیں گی۔ دکان دار صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے کافی معتقد تھے، اُن کو علم ہوا تو اُنہوں نے فوراً بالٹی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر کر دی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِنکار فرمایا، لیکن! وہ نہیں مانے اور اِصرار کرتے رہے، لیکن! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے قبول نہیں فرمایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے صاحب سے جو ذمہ دار اور سمجھ دار تھے فرمایا کہ: اِن کو سمجھا دیجیے، میرا مزاج ایسا نہیں ہے، مَیں اِس طرح کا آدمی نہیں ہوں، مَیں تو اِس طرز کو بھی صحیح نہیں سمجھتا، اِس کو مَیں "اَشْرافِ نَفْس" سمجھتا ہوں۔ مَیں دوسروں کو تو منع کرتا ہوں اور خود لے لوں یہ کیسے ہو سکتا ہے؟!! اور اِس طرح لینے کو غیرت کیسے گوارا کر سکتی ہے؟!! اگر مَیں نے ضرورت کا اِظہار نہ کیا ہوتا تو بات دوسری تھی۔ اگر اِن کو بالٹی دینی ہے تو مجھ سے پیسے لے کر دیں بغیر پیسے کے مَیں نہیں لوں گا۔ اُن صاحب نے کہا: تھوڑے پیسے دے دیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: رعایت کرنا دوسری بات ہے، نفع نہ لیں،

لیکن! بغیر قیمت کے مَیں اس کو نہیں لوں گا۔ چناں چہ حضرت ؒ نے بالٹی کی قیمت اَدا فرمائی اور بالٹی ساتھ آ گئی۔

مدرسہ کا ناظم بننا بہت بڑی ذمہ داری ہے

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ کا واقعہ ہے کہ: اُن کے دَورِ خلافت میں دودھ میں پانی ملانے کا رواج ہو گیا، آپ رضی اللہ عنہ کو فکر ہوئی، اِعلان کر دیا کہ: اب کوئی دودھ میں پانی نہیں ملائے گا، چناں چہ لوگوں نے دودھ میں پانی ملانا بند کر دیا۔ ایک مرتبہ کی بات ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ رات کے وقت گشت فرما رہے تھے، حالات کا جائزہ لے رہے تھے کہ کون کیا کر رہا ہے؟!! ذمہ داری اس کا نام ہے، ذمہ داری سنبھالنا آسان کام نہیں، مدرسہ کا ناظم بننا بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ آج کل جس کو دیکھو مدرسہ چلانے اور ناظم بننے کو تیار ہے اور ذمہ داری کا کچھ اِحساس نہیں، ذمہ داری بہت بڑا کام ہے، اِس کے لیے قربانی دینی پڑتی ہے، آرام و نیند سب کچھ قربان کرنا پڑتا ہے۔ اِسی لیے مَیں کہا کرتا ہوں کہ: سب کچھ کرے لیکن! مدرسہ کا ناظم کبھی نہ بنے، آج کل لوگوں میں اِحساس ذمہ داری نہیں، خوفِ خدا نہیں، اگر یہ پیدا ہو جائے تو اِصلاح ہو جائے، اِسی اِحساس ذمہ داری اور خوفِ خدا کا اَثر تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ گشت فرما رہے تھے، ایک گھر کے اَندر سے آواز آئی کہ: بیٹی دودھ میں پانی ملا دے۔ بیٹی نے جواب دیا کہ: اَمیر المؤمنین رضی اللہ عنہ نے دودھ میں پانی ملانے سے منع کیا ہے۔ بوڑھی ماں نے کہا کہ: اَمیر المؤمنین رضی اللہ عنہ کہاں دیکھ رہے ہیں؟!! بیٹی نے کہا کہ: وہ نہیں دیکھ رہے اللہ تو دیکھ رہا ہے۔

یہ ہے خوفِ خدا، جب یہ آدمی میں آ جاتا ہے تب کام ہوتا ہے، کوئی دیکھے یا نہ دیکھے، ہر حال میں کام کیا جاتا ہے، یہاں کتنے لوگ ہیں کہ صرف دکھانے کے لیے کام کرتے ہیں، نماز اس لیے پڑھتے ہیں کہ کھانا نہ بند ہو جائے، ارے! کوئی دیکھے یا نہ دیکھے جو کام کرنے کا ہے وہ تو کرنا ہی ہے۔

ایسے مولویوں اور واعظوں کی بس اللہ ہی حفاظت فرمائے

فرمایا: حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی ؒ نے ایک مرتبہ اِرشاد فرمایا کہ: آج کل کے نام نہاد مولوی پہلے تو چکنی، چپڑی لچھے دار تقریروں اور خوش اَنداز بیانوں سے، لمبے لمبے کرتوں اور جبوں سے عوام کو اپنے پھندے میں پھانسنے کی کوشش کرتے ہیں، اور اپنا سکہ جمانا

چاہتے ہیں، لیکن! یہ بھی سمجھتے ہیں کہ ہم اِس کے اہل نہیں، اپنے باطنی اَحوال سے واقف ہوتے ہیں، سمجھتے ہیں کہ ہمارا باطن خراب ہے اور ہم بہت سے باطنی عیوب میں مبتلا ء ہیں، لیکن! جب خوب شہرت ہوجاتی ہے، اور چاروں طرف سے خوب آؤ بھگت ہونے لگتی ہے، تو یہ شخص خود دھوکہ میں پھنس جاتا ہے اور اپنے کو کامل اور اہل سمجھنے لگتا ہے، پہلے تو خود دوسروں کو دھوکے میں ڈالا، بعد میں خود دھوکے میں مبتلاء ہوگیا، پہلے تو خود دوسروں کو جال میں پھانسا بعد میں خود جال میں پھنس گیا۔

اِس پر حضرتِ اَقدس مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ بہ طورِ لطیفہ کے نقل کیا ہے کہ: ایک لالچی شخص نے بچوں سے کہا کہ: ارے جاؤ!! وہاں مٹھائی بٹ رہی ہے، لڑکے دوڑے چلے گئے، حال آں کہ اُس نے یوں ہی جھوٹ کہا تھا۔ لیکن! جب لڑکے دوڑے تو پیچھے پیچھے خود یہ لالچی بھی دوڑا۔ لوگوں نے پوچھا: ارے! تُو نے یوں ہی کہا تھا تُو کیوں دوڑ رہا ہے؟ اُس نے جواب دیا کہ: بات صحیح ہے، لیکن! مجھے شبہ ہوا کہ جب یہ لڑکے دوڑ رہے ہیں تو کہیں واقعی مٹھائی بٹ ہی رہی ہو۔

پہلے تو اُس نے لڑکوں کو دھوکا دیا، بعد میں خود دھوکہ میں آ گیا۔ اِسی طرح آج کل کے مولوی پہلے خود عوام کو دھوکہ دیتے ہیں، پھر جب عوام اُس کو بڑا سمجھنے لگتے ہیں تو خود یہ شخص بھی دھوکہ میں پڑ جاتا ہے اور اپنے کو فضل و کمال والا سمجھنے لگتا ہے، آج کل کے علماء کو اپنے نفس کی اِصلاح کرائے بغیر بڑے بن جاتے ہیں اُن کی یہی حالت ہوتی ہے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمین)

محض علم اور قوّتِ بیان کمال نہیں عمل وتقویٰ کی ضرورت ہے

فرمایا: علم کی شرح چراغ اور دیا سلائی جیسی ہے اور عمل کی مثال روشنی جیسی ہے۔ اگر دیا سلائی پاس میں موجود ہو، لیکن! جب تک اُس کو جلایا نہ جائے، ماچس میں تیلی رگڑ کر چراغ کو روشن نہ کیا جائے اُس وقت تک اُس سے روشنی حاصل نہیں ہوسکتی، روشنی اُسی وقت ہوگی جب کہ اُس کا اِستعمال کیا جائے۔ اِسی طرح محض علم سے کچھ نہیں ہوتا جب تک اُس کو اِستعمال نہ کیا جائے، یعنی اُس کے مطابق عمل نہ کیا جائے، جب عمل کرے گا تب ہی اُس سے فائدہ ہوگا۔

لیکن! آج کل محض علم ہی کو کمال سمجھا جاتا ہے کہ فلاں صاحب بڑے ذی اِستعداد ہیں،

فلاں صاحب بڑے اُچھے مقرر ہیں، حال آں کہ یہ کوئی کمال نہیں بل کہ دھوکہ ہے، شہرت تو خوب ہوجاتی ہے، اِشتہاروں میں نام جلی قلم سے آجائے گا، بڑے بڑے اَلقاب سے پکارا جائے گا، فرسٹ کلاس کا کرایہ ملے گا، ہدایا تحائف ملیں گے، سب کچھ ہوگا، لیکن! پہلے تو اُس نے دوسروں کو دھوکہ دیا اور بعد میں خود دھوکہ میں مبتلاء ہوگیا، تقریریں تو ایسی لمبی چوڑی اور لچھے دار، لیکن! سفر میں دیکھو تو خود نمازیں چھوڑے بیٹھا ہوگا۔

اہلِ علم کی پکڑ بہت سخت ہوگی

فرمایا: اہلِ علم کی پکڑ بہت سخت ہوگی کہ جاننے کے بعد بھی عمل نہیں کیا، لیکن! اِس کا یہ مطلب نہیں کہ اگر ایسی بات ہے تو چلو! پھر علم ہی حاصل نہ کریں تاکہ پکڑ نہ ہو، کیوں کہ پکڑ دونوں میں ہے۔ پہلے میں علم سیکھنے کے بعد عمل نہ کرنے کی، اور دوسری صورت میں دو (۲) طرح کی پکڑ ہوگی:

① ایک علم حاصل نہ کرنے کی۔ ② دوسرے عمل نہ کرنے کی۔

اِس لیے یہ پکڑ زیادہ سخت ہوگی۔ اور علم حاصل کرنے کا یہ مطلب نہیں کہ پورا مولوی بن جائے، مدرسہ میں داخلہ لے، بل کہ شریعت کے اَحکام، دینی مسائل معلوم کرلے، یہی علم دین حاصل کرنا ہے، خواہ کتابوں سے پڑھ کر معلوم کرے یا سن کر اور پوچھ کر، روزانہ دس (۱۰) منٹ بھی دین کی باتیں سن لیا کرے، اِس سے علم دین حاصل ہوجائے گا، اگر پڑھنا نہ آتا ہو تو لوگوں سے سن لیا کرے، لیکن! علم دین حاصل کرنا بہ ہر حال ضروری ہے، یہ عذر ہرگز قابلِ قبول نہ ہوگا کہ فرصت نہ ملی تھی۔

مدرسوں میں کام کے اَفراد کیوں نہیں ملتے؟

فرمایا: دنیا میں ہر چیز کی ترقی ہورہی ہے، ہر چیز بن رہی ہے، چل رہی ہے، کارخانے چل رہے ہیں، اُس میں ایک سے ایک اُچھی عمدہ عمدہ چیزیں تیار ہورہی ہیں، بس! مدرسہ ہی ایسے ہیں کہ وہ نہیں چلتے، اُن میں ترقی نہیں ہوتی، ایسا کیوں؟!! کارخانہ میں کپڑا اُچھا سے اُچھا بنتا ہے، لیکن! مدرسوں میں لڑکا اُچھا سے اُچھا کیوں نہیں بنتا؟ اِس لیے کہ کارخانہ چلانے والے لوگ موجود ہیں اور کارخانہ میں کام کرنے والے اَفراد تیار ہوتے رہتے ہیں، آگے چل کر وہ کام کرتے ہیں، جو

کام سیکھ لیتا ہے وہ کارخانہ چھوڑتا نہیں اُسی میں لگا رہتا ہے، کارخانہ کی جگہ خالی نہیں ہوتی، ایک نہیں تو دوسرا آ جاتا ہے، لیکن! مدرسوں میں رہنے والے طلباء مدرسہ چلانے کے قابل نہیں ہوتے، ایک تو صلاحیت ہی نہیں ہوتی، اور جو باصلاحیت ذی اِستعداد ہوتے ہیں وہ اِس میں لگتے نہیں، دوسری جگہ چلے جاتے ہیں، کوئی دکان کھولتا ہے، کوئی کارخانہ کا مالک بنتا ہے، کوئی "سعودیہ" جاتا ہے، جو اَچھے لوگ ہوتے ہیں وہ تو اِدھر اُدھر چلے جاتے ہیں پھر مدرسہ میں کون لگے گا؟!!! اور یہ کام کون کرے گا؟!!! اِس لیے آج کل مدرسہ چلانے والے اَفراد نہیں ملتے اور جو ملتے ہیں وہ نکمے ہوتے ہیں، اِلَّا مَاشَآءَاللہ۔

دوسری فصل

(سبق پڑھانے کی اہمیت)

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حاضری

فرمایا: معلوم نہیں بزگان دین اور مشائخ پڑھنے پڑھانے کا مشغلہ کیوں نہیں رکھتے ؟!! حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ درسی کتابیں "مرقاۃ" وغیرہ سب پڑھایا کرتے تھے، اور آخیر عمر تک پڑھاتے رہے، ایک مرتبہ حاضر ہوا تو "مرقاۃ" کا سبق پڑھا رہے تھے، مَیں کثرت سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس جایا کرتا تھا، اُس زمانہ میں "باندہ" سے "اِلٰہ آباد" ٹرک بہت چلا کرتے تھے، "باندہ" میں اُس وقت غلہ بہت ہوتا تھا، ملک کے مختلف حصوں میں یہاں سے غلہ جاتا تھا، "الٰہ آباد" بھی جاتا تھا، اِس لیے "الٰہ آباد" ٹرک بہت چلتے تھے، منو بھائی ("باندہ" کے صاحب ثروت مشہور آدمی) کی بسیں بھی بہت چلتی تھیں، جس میں میرا کرایہ نہ لگتا تھا، اِس لیے "الٰہ آباد" کثرت سے حاضری ہوتی رہتی تھی، اگر ٹرک سے جاتا تو گھاٹ پر اُتر جاتا، پل پر ایک کنارہ پڑا سوتا رہتا اور صبح رکشہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو جاتا۔ ایک مرتبہ حاضر ہوا تو حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا کہ: اِتنی جلدی صبح کیسے آ گئے ؟!! احقر نے عرض کیا: رات ہی آ گیا تھا، پل پر گھاٹ پر سوتا رہا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بہت ہنسے اور فرمایا: صدیق کو دیکھو! رات میں آیا اور گھاٹ پر وہیں سوتا رہا۔ مجھ پر بہت شفقت فرماتے تھے، ایک مرتبہ فرمایا تھا: صدیق! تم واقعی صدیق ہو۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس مَیں حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (یعنی حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد تھے) کے حکم سے گیا تھا۔ جا کر عرض کیا کہ: حضرت ناظم صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) نے بھیجا ہے کہ "الٰہ آباد" قریب ہے، وہاں جانا اور کہہ دینا کہ: فلاں نے بھیجا ہے۔ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ بہت خوش ہوئے تھے۔

جلسوں کی وجہ سے سبق کا ناغہ نہ کرنا چاہیے

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "مہوبا" ایک جلسہ میں تشریف لے گئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے بھی ساتھ میں تشریف لے گئے تھے۔ جلسہ کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ "ہتورا" کے لیے روانہ ہو گئے، جلسہ کی وجہ سے پوری رات خراب ہوئی، فجر سے پہلے مدرسہ پہنچے، سونے کا موقع ہی نہیں ملا، حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ تو فجر کی نماز کے بعد حسبِ معمول اَسباق پڑھانے میں مشغول ہو گئے، سبق کے بعد فرمایا: حبیب (حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے) کہاں ہے؟ سو رہا ہوگا، وہ پڑھائے گا کہاں؟ آج تو وہ دن بھر سوئے گا، جب تک دن بھر سو نہ لے اُس کی نیند پوری نہ ہوگی، ایسے شخص کو سفر ہی نہیں کرنا چاہیے جو سبق کا ناغہ کر کے تعلیم کا حرج اور طلباء کا نقصان کرے۔

راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: رات بھر جاگنے کے بعد دن بھر آرام کرنا طبعی تقاضہ ہے جو قابلِ ملامت بھی نہیں، لیکن! حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے صاحب زادوں کی عجیب اَنداز سے تربیت فرمائی تھی، اُسی کا نتیجہ ہے کہ آج مَاشَآءَاللہ وہی صاحب زادے اپنے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہی کے طرز پر کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے۔ (آمین)

سبق پڑھانے کا طریقہ

ایک کتاب کا دَرس دیتے ہوئے فرمایا کہ: اصل چیز یہی ہے کہ جس فن کی جو کتاب ہو اور فن کا جو مسئلہ بیان کیا گیا ہو پہلے اُس کو سمجھا کر پھر اُس مضمون کا عبارت سے اِنطباق کیا جائے، محض لمبی چوڑی تقریر کر دینے سے کچھ نہیں ہوتا، اصل تو یہ ہے کہ عبارت کو حل کرائے، ضمائر کے مراجع ظاہر کرے، ترجمہ صحیح صحیح کرے، لوگ یہ تو کرتے نہیں لمبی چوڑی تقریر کر دیتے ہیں، تقریر کر کے اپنے عیب کو چھپاتے ہیں۔ تم لوگ خوب مطالعہ کیا کرو اور عبارت میں خوب غور کیا کرو۔

سبق پڑھانے کا اچھا اَنداز

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ ایک کتاب کا دَرس دے رہے تھے۔ طالبِ علم کے عبارت پڑھنے کے

بعد فرمایا: عبارت کا ترجمہ کرو، ترجمہ کے ساتھ ہی حضرت رحمۃ اللہ علیہ عبارت کی وضاحت اور اُس کا مطلب بیان فرماتے جاتے تھے، "اَسماء موصولہ" اور "ضمائر" کے مراجع پر خاص طور پر توجہ دلاتے تھے، طالبِ علم کے ترجمہ کرنے میں جو غلطی ہوتی اُس کی بھی اِصلاح فرماتے جاتے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پڑھانے کا یہ اَنداز اَچھا ہے کہ طالبِ علم خود مطالعہ کر کے آئے، اور ترجمہ اور مطلب کی تشریح بھی اُسی سے کرائی جائے، جہاں غلطی کرے ٹوک دیا جائے، ضرورت ہو تو مزید تشریح کردی جائے، اور کوشش کی جائے کہ کتاب طالبِ علم خود حل کرے، سبق کی تقریر اُسی سے کرائی جائے، اِس طرح پڑھانے سے واقعی اِستعداد بنتی ہے، متقدمین اور اَسلاف کے پڑھانے کا یہی اَنداز تھا، تب ہی تو اُن کی اِستعداد بنتی تھی، علم کے دریا اور پہاڑ ہوتے تھے۔ اب آج کل اَوّل تو طلباء مطالعہ ہی کر کے نہیں آتے، اور اُستاد صاحب بھی صرف لمبی چوڑی تقریر کرنا جانتے ہیں، جو زیادہ اَچھا بول لے، لمبی چوڑی تقریر کرلے وہ سب سے اَچھا پڑھانے والا سمجھا جاتا ہے۔ مَیں تو صاف کہتا ہوں کہ: لمبی تقریر کرنے والے بعض دفعہ دراصل اپنے عیب کو چھپاتے ہیں، عبارت حل نہیں کراتے، ترجمہ بھی صحیح نہیں کراتے، عبارت اور اُس کا مطلب بھی اِنطباق نہیں کراتے، بس! تقریر کر کے نکل جاتے ہیں، لمبی تقریر کر کے سب باتوں پر پَردہ ڈال دیا جاتا ہے۔

"پشاور" کے ایک مدرسہ کا نظام اور پڑھانے کا عجیب اَنداز

"پشاور" میں ایک مدرسہ ہے اُس میں سبق پڑھانے کا یہی اَنداز ہے کہ طلباء خود محنت سے مطالعہ کر کے آتے ہیں، اور طلباء ہی سبق کی تقریر کرتے ہیں، اُستاد سنتا رہتا ہے، اگر طالبِ علم نے غلطی کی تو ہوں کہہ دیا، اگر طالبِ علم سمجھ گیا تو ٹھیک ہے ورنہ اُستاد صحیح تقریر کردیتا ہے، اِس سے طلباء کی اِستعداد اَچھی بنتی ہے۔ اُس مدرسہ کا نظام بھی عجیب وغریب ہے، مدرسہ میں "دَارُ الْاِقَامَۃ" نہیں، طلباء کے قیام وطعام کا نظم نہیں، مدرسہ میں طلباء صرف پڑھنے آتے ہیں، اور اِدھر اُدھر اَطراف کے گاؤں میں رہتے ہیں، وہاں لوگوں میں دینی جذبہ ہے، گاؤں والے خود کہتے ہیں کہ: ہمارے گاؤں میں دس (۱۰) لڑکوں کا اِنتظام رہے گا، کسی گاؤں میں بیس (۲۰) لڑکوں کا اِنتظام ہوتا ہے،

لڑکے صبح کے وقت مدرسہ میں پڑھنے آجاتے ہیں اور تعلیم ایک ہی وقت ہوتی ہے، کیوں کہ لڑکے اَطراف سے چل کر آتے ہیں، دونوں وقت آنے میں زحمت ہوگی اِس لیے مدرسہ ایک ہی وقت کا ہوتا ہے، پڑھ کر پھر واپس چلے جاتے ہیں، یہ اَچھا نظام ہے، نہ باورچی کی فکر، نہ غلہ آٹے دال کی فکر، بس! پڑھانے سے مطلب ہے، متقدمین اَسلاف کے یہاں یہی طریقہ رائج تھا۔

ہمارے دیار کی بدنصیبی

ہماری بدنصیبی ہے کہ ہم ایسے علاقہ میں پیدا ہوئے جہاں لوگ جانتے ہی نہیں کہ طالبِ علم بھی کوئی چیز ہوتے ہیں، طلباء کی مدد کا ایک لقمہ اُن کے نزدیک حرام سمجھا جاتا ہے، جانوروں کو کھلائیں گے، سور، کتے کو کھلائیں گے، بیل، گدھے کو کھلائیں گے، لیکن! طالبِ علم کو کھلانے اور اِن کا اِنتظام کرنے کی اُن کے یہاں کوئی مد نہیں۔

مخالفت نہ ہونا بھی اللہ کی بڑی مدد ہے

اِس علاقہ میں تو پھر بھی غنیمت ہے کہ یہاں شادی وغیرہ کے موقع پر کبھی کسی نہ کسی بہانے پوچھ لیتے ہیں، بعض علاقوں میں تو یہ بھی نہیں، ایک جگہ کئی سال رہنا ہوا، تین، چار (۳، ۴) مدرّسین تھے، لیکن! تین، چار (۳، ۴) سال کے عرصہ میں کبھی ایک مرتبہ بھی کسی مدرّس کی دعوت نہیں ہوئی، حال آں کہ بالکل سامنے رہتے تھے، اور شادیاں ہوا کرتی تھیں۔ ہم اُن کی دعوت کے بھوکے نہیں ہیں، لیکن! اِس سے تعلقات کا پتہ چلتا ہے، اور اَہمیت کا اَندازہ ہوتا ہے، خیر یہی کیا کم ہے کہ مخالفت نہیں کی!!! ورنہ بعض جگہ تو لوگ مخالفت کرتے ہیں، اور ہاتھ دھو کے پیچھے پڑ جاتے ہیں کہ پیچھا چھڑانا مشکل ہوتا ہے، مخالفت نہ ہونا بھی بڑی بات ہے کہ سکون سے کام تو کرتے رہیں۔

بغیر مطالعہ پڑھانے کی مذمت

فرمایا: مَیں اِتنے سالوں سے پڑھا رہا ہوں، لیکن! پھر بھی بغیر مطالعہ کے نہیں پڑھاتا، خواہ تھوڑی دیر مطالعہ کروں، ایک ہی نظر دیکھوں، لیکن! مطالعہ ضرور کرتا ہوں، معلوم نہیں لوگ بغیر

مطالعہ کیسے پڑھا لیتے ہیں ؟!! یہ بھی دیانت کا مسئلہ ہے، "حُقُوقُ الْعِبَاد" میں سے ہے، پڑھانے والے کو اپنی طرف سے پوری کوشش کرنی چاہیے، اپنی طرف سے کسر نہ اُٹھا رکھے، بغیر سمجھے اور بغیر مطالعہ کے پڑھانا "حَقُّ الْعَبْد" کو ضائع کرنا ہے، مَیں سفر سے آتا ہوں تو دو (۲) بجے رات کو مطالعہ کرتا ہوں، چالیس (۴۰) سال پڑھانے کے بعد بھی مجھے مطالعہ کی ضرورت پیش آتی ہے، پتہ نہیں لوگ کیسے مطالعہ نہیں کرتے ؟!! نئی نئی کتابیں، نیا نیا سال بغیر مطالعہ کے پڑھاتے ہیں، اگر کتاب پڑھائی ہوئی ہو تو بھی کم اَز کم ایک نظر تو دیکھ ہی لینا چاہیے، بعض لوگ مطالعہ توجہ سے نہیں کرتے، اِدھر اُدھر دیکھا اور درجہ میں پہنچ گئے، اور آئیں بائیں ہانک دیا، یہ بھی دیانت کے خلاف ہے، اِس میں "حُقُوقُ الْعِبَاد" کے ضائع کرنے کا گناہ ہوگا۔

اَسباق میں طلباء کے علاوہ دوسروں کی شرکت

فرمایا: مدرسہ میں مہمان آتے ہیں، اِدھر اُدھر بیٹھے باتیں کیا کرتے ہیں، اگر "تفسیر و حدیث" کے سبق ہی میں آکر بیٹھ جایا کریں تو کچھ فائدہ تو ہوگا ؟!! اصل میں دوسرے مدرسوں میں یہ معمول ہے کہ بلا اِجازت کوئی سبق میں نہیں بیٹھ سکتا، پہلے اِجازت لینی پڑتی ہے۔ وہی یہاں بھی سمجھتے ہیں، میرے یہاں تو بالکل اِجازت ہے، جس کا جی چاہے آکر بیٹھے، "شیخ الحدیث" بھی آکر بیٹھ جائے تو مَیں اُسی طرح سبق پڑھاتا رہوں گا۔ ایک جگہ میرا جانا ہوا اور ایک سبق میں جاکر بیٹھ گیا، اُنہوں نے سبق نہیں پڑھایا اور کہا کہ: مولانا! اگر آپ رہیں گے تو سبق نہیں پڑھا پاؤں گا، مجھے بہت اَفسوس ہوا مَیں اُٹھ کر چلا آیا، آخر اِس میں کون سی اِیسی بات ہے ؟!! اگر ہمارے بڑے موجود ہیں اور میرا سبق سن رہے ہیں تو اَچھا ہے! سنیں!! جو غلطی ہوگی اُس کی اِصلاح کردیں گے، تنبیہ ہوگی اُس کا فائدہ ہوگا، جو سمجھ میں نہ آئے گا اُن سے پوچھ لیں گے، یہ تو خوشی کی بات ہے۔

شروع کی محنت ہمیشہ کام آتی ہے

فرمایا: مَیں جب "سہارن پور" پڑھنے گیا اور وہاں بہت دنوں تک تو داخلے ہی ہوتے رہتے ہیں، لڑکے اِدھر اُدھر بیٹھے باتیں ہی کیا کرتے ہیں، ایک مجلس میں ایک طالبِ علم آیا اور کسی بات

پر اُس نے کہا: ارے یار! کیوں "تَجَاهُلِ عَارِفَانَه" کرتے ہو؟!! (یعنی کیوں جان بوجھ کر بہ تکلف جاہل بن رہے ہو؟!!) بابِ اِفْتِعَال کا ایک خاصہ "تَكَلُّف" بھی تو ہے۔ جب اُس نے یہ جملہ اِستعمال کیا تو مَیں مرعوب ہوا اور سوچا کہ یہاں تو بڑے قابل قابل لڑکے ہیں، یہاں دال نہ گلے گی، "پانی پت" میں تو اپنے درجہ میں سب سے تیز مَیں ہی تھا، یہاں آکر فکر ہوگئی۔ لیکن! جب کتابیں شروع ہوئیں، اَسباق ہونے لگے، تب معلوم ہوا کہ ارے! کچھ بھی نہیں، عبارت پڑھنا بھی نہیں آتی، تکرار و مذاکرہ کراتے ہیں تو اٹائیں سٹائیں ہانکتے ہیں، ایک جملہ تھا "تَجَاهُلِ عَارِفَانَه" کہیں سن لیا ہوگا، اُس کو رَٹ لیا تھا، اُس سے مَیں خواہ مخواہ اِتنا مرعوب ہوگیا تھا، اِس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ تھا، شروع کی محنت ہمیشہ کام آتی ہے، اِبتدائی محنت کی اُس وقت قدر ہوئی۔

اِستعداد نہ بننے میں طلباء کا قصور زیادہ ہے

اصل بات یہ ہے کہ طلباء خود ہی کچھ حاصل کرنا نہیں چاہتے، خود اُن کے اَندر ذوق شوق نہیں، ورنہ اِس کی کوشش کرتے، کتاب کا مطالعہ کرکے آتے، نہ مطالعہ کا اِہتمام، نہ تکرار کی فکر، بس! سبق میں آکر بیٹھ گئے، اُستاد کی تقریر سن لی، وہ بھی بے توجہی سے، اِس طرح کہیں اِستعداد بنتی ہے؟!!

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد کہ بغیر مطالعہ کے پڑھانا / پڑھنا مَیں حرام سمجھتا ہوں

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ: "بغیر مطالعہ کے پڑھانا مَیں حرام سمجھتا ہوں"۔ ایک مرتبہ مَیں "اِلٰہ آباد" گیا تھا، میرے سامنے کی بات ہے، اُن کے داماد مولانا مبین اَحمد صاحب "مرقاۃ" کا سبق پڑھ رہے تھے، عبارت پڑھنے میں غلطی کی، حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بغیر مطالعہ کے پڑھتے ہو؟!! بہت ڈانٹا، اور فرمایا: نکل جاؤ! بغیر مطالعہ کے پڑھنے آگئے، "بغیر مطالعہ کے پڑھنا مَیں حرام سمجھتا ہوں"۔

حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا حال

فرمایا: حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کا عجیب وغریب معمول تھا، تین (۳) ماہ پڑھاتے تھے، تین (۳) ماہ جہاد کرتے تھے، تین (۳) ماہ وعظ وتقریر وتبلیغ کرتے تھے، اور تین (۳) ماہ تجارت کرتے تھے۔ لیکن! اُن کی تجارت ایسی نہ ہوا کرتی تھی جیسی آج کل کی ہوا کرتی ہے کہ "نماز، روزہ" سب غائب۔ اُن کی تجارت اُن کو غفلت میں نہ ڈالتی تھی۔

مدارس میں منصب اور کتابوں کی تقسیم میں اِنصاف پسندی

حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ

فرمایا: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ "کانپور" میں پڑھاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ مولانا محمد اِسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، جو "بردوان" (بنگال) کے رہنے والے تھے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ جب "کانپور" سے جانے لگے تو مولانا اِسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "شیخ الحدیث" بنانے کا اِرادہ کیا۔ لوگوں میں اِس کا چرچا ہوا، مولانا اِسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ چوں کہ "بردوان" کے رہنے والے تھے اِس لیے اردو بھی بہت اَچھی نہیں تھی، اِس وجہ سے بھی لوگوں کو اُن پر اِعتراض تھا۔ لیکن! اِس قِسم کے معاملات میں صلاحیت دیکھی جاتی ہے، صوبہ داری نہیں دیکھی جاتی۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی لیاقت وصلاحیت ہی کی بنا پر اُن کا اِنتخاب کیا تھا، لیکن! جب لوگوں کو اِشکال ہوا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سب کو جمع فرمایا اور فرمایا: تم لوگ کوئی حدیث پڑھو مولوی اِسحاق تم سے سوالات کریں گے، چناں چہ لوگوں نے حدیث پڑھی اُس پر مولانا نے سوالات کیے، وہ معترضین کسی بات کا جواب نہ دے سکے۔ اِس کے بعد حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا! اب مولوی اِسحاق پڑھیں گے اور تم سوالات کرنا۔ چناں چہ اُن لوگوں نے طرح طرح کے سوالات کیے اور مولانا اِسحاق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے تسلی بخش جوابات دیئے، اُس وقت معترضین خاموش ہوگئے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کسی کو کوئی عہدہ یا کوئی کتاب اُس کی صلاحیت کی وجہ سے دی جانی

چاہیے، یہ نہیں کہ چوں کہ ہمارے دیار کا، ہمارے علاقہ کا، ہمارے صوبہ کا، ہمارے خاندان و برادری کا ہے اِس لیے اِس کو دینا ہے۔ یہ طریقہ غیر منصفانہ ہے۔

شر اور فتنہ کو دبانے اور ختم کرنے کی کوشش

سخت مزاج کا ایک طالبِ علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کمرہ میں ایک پھٹی ہوئی چادر اور ساتھ میں بکری کو پکڑ لایا، اور کہا: دیکھیے حضرت! یہ میرا نیا شال ہے، اِس بکری نے کھا ڈالا، پورا شال پھٹ گیا، بڑی نارضگی ظاہر کرتے ہوئے غصہ میں اُس لڑکے نے شکایت کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو تسلی دیتے ہوئے اور ٹھنڈا کرتے ہوئے فرمایا: جو نقصان ہونا تھا ہو گیا، اب بات بڑھانے سے کوئی فائدہ نہیں، بلا وجہ بات بڑھے گی، بکری نے نقصان کیا اِس کا تم کو ثواب ملے گا، جو تمہارا نقصان ہوا ہے، ہم تم کو اُس کے پیسے دے دیں گے۔ وہ لڑکا خوشی خوشی درجہ میں چلا گیا، ورنہ درجہ میں سخت غصہ میں کہہ رہا تھا کہ: مَیں اِس بکری کو ماروں گا، ذبح کر ڈالوں گا، اور واقعی وہ ذبح کرنے پر آمادہ تھا۔

دین کے کام کی حرص

فرمایا: ایک دکان دار تاجر اپنی دکان کی ترقی کی فکر کرتا ہے، برابر اِس کی کوشش میں رہتا ہے کہ دکان خوب بڑی ہو جائے، ایک دکان ہے تو ایک سے دو (۲) دکان بنانے کی کوشش کرتا ہے کہ یہاں بھی ہو، وہاں بھی ہو، ایک "کانپور" میں ایک "لکھنؤ" میں، ایک دکان یہاں، ایک دکان وہاں، ایک کارخانہ یہاں کھولا تو ایک کارخانہ "کلکتہ" میں ہونا چاہیے، بس! ہر وقت یہی دھن اور یہی فکر سوار رہتی ہے، یہ تو دنیا دار کا حال ہے۔

دین دار کو بھی دین کے معاملہ میں اِیسا ہی ہونا چاہیے، ہر وقت یہی فکر سوار ہو کہ دین کا کام خوب ہو، یہاں بھی ہو، وہاں بھی ہو، جہاں جائے وہاں دین کا کام کرے، جہاں رہے دین کا کام کرے، صرف ایک ہی مدرسہ کھول کر نہ بیٹھ جائے، بل کہ جہاں ضرورت ہو، جہاں موقع ملے، گنجائش ہو فوراً مدرسہ قائم کر دے، مدرسوں کا جال بچھا دے، تھوڑے کام پر قناعت نہ کرے، دنیا دار کی طرح دین کی حرص کا بھی یہی حال ہونا چاہیے۔

ادب میں غلو پسندیدہ نہیں

فرمایا: حضرت مولانا انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ دونوں بڑے درجہ کے اہل علم ہیں، مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ "پاکستان" تشریف لے گئے تھے، ایک مرتبہ علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ "پاکستان" تشریف لے گئے، مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی موجود تھے، ایک جگہ دونوں مہمان تھے، مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ، علّامہ انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد ہیں، بہت ادب کرتے تھے، میزبان نے جو سونے کا اِنتظام کیا تھا تو علّامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی چار پائی برابر سے لگی تھی، دونوں کے سونے کا اِنتظام قریب قریب تھا، مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ ادب کی وجہ سے سو نہیں رہے تھے، علّامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سو جاؤ! لیکن! مولانا ادریس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو ادب مانع تھا۔ علّامہ انور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میاں صاحب سو جاؤ! زیادہ ادب آدمی کو سڑک تک پہنچا دیتا ہے۔

دین کی خاطر دنیا داروں اور مال داروں سے ملاقات کرنا

فرمایا: مجھے کیا پڑی ہے کہ "کلکٹر، ایس پی، تھانے دار، داروغا، ڈاکٹر، انجینئر" سے ملاقات کرتا پھروں؟!! اِن کے پاس جاؤ؟!! لیکن! صرف دین کی خاطر کبھی جانا پڑتا ہے، اِسی بہانے وہ لوگ کچھ دینِ اِسلام سے قریب ہوتے ہیں۔ کل سارا کام چھوڑ کر مَیں فلاں ڈاکٹر صاحب کو دیکھنے گیا تھا، بہت نقصان ہو رہا تھا،، لیکن! گیا اور فوراً ہی واپس آ گیا، اِس میں ذاتی میری کوئی غرض نہیں تھی، صرف دین کے واسطے لوگوں سے ملا کرتا ہوں، لوگوں کو جوڑے رہتا ہوں، اِسی وجہ سے لوگوں کی شادیوں میں بھی شرکت کرتا ہوں ورنہ مجھے شادیوں میں شرکت کی کہاں فرصت؟!! اِس میں تو واقعی بڑا نقصان ہوتا ہے، لیکن! اِسی بہانے کچھ لوگ دین سے قریب ہوتے ہیں اِس لیے برداشت کرتا ہوں۔

علاقہ میں کام کرنے میں عاقبت اندیشی اور مختلف پہلوؤں پر نظر رکھنے کی ضرورت

شہر "مہوبا" جہاں اہل بدعت کی کثرت ہے وہاں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے معتقد سلیم بھائی بارہ (۱۲)

ربیع الاوّل کے موقع پر جلسہ کے لیے حضرت ﷫ کو دعوت دینے کے تشریف لائے۔ حضرت ﷫ کو علاقہ کی حالت معلوم تھی، اُن سے فرمایا: میلاد میں سلام و قیام ہوتا ہے مَیں کیسے کروں گا؟!! اُنہوں نے عرض کیا: حضرت! کچھ نہیں ہوگا، جلسہ میں ہم ہی لوگ تو ہوں گے اور کون ہوگا؟!! حضرت ﷫ نے فرمایا: اگر سلام قیام نہ ہوگا تو خواہ مہ خواہ لوگوں میں چہ می گوئیاں ہوں گی، تذکرے، چرچے ہوں گے، بلا وجہ کیوں پیچھے پڑے ہو؟!! خواہ مہ خواہ ایک بات کھڑی کر دو گے، جیسا چل رہا ہے چلنے دو، کوئی ضروری ہے جلسہ کرنا؟!! اُن صاحب نے کہا: نہیں حضرت! کچھ نہ ہوگا، سب اپنے ہی لوگ ہیں، اور ہم اِس کا پورا اِنتظام کرلیں گے، ایسی فضا پہلے سے بنالیں گے، آپ بالکل بے فکر رہیں، اِس سے پہلے فلاں عالم صاحب جلسہ میں آئے تھے، سکون سے جلسہ ہوا اور کچھ بھی نہیں ہوا۔ حضرت ﷫ نے فرمایا: وقت آنے پر مجھے بلا لینا اور قیام وسلام جو کچھ کرنا ہو میرے آنے سے پہلے کر لینا۔ لیکن! بعد میں وہی چوں چرا ہوگا کہ مولانا صاحب نے سلام نہیں پڑھا۔ حضرت ﷫ نے فرمایا: ارے چھوڑو! جو کہیں کہنے دو، اپنا کام ہم کر دیں گے، حق بات کہہ دیں گے، جس کو سننا ہوگا سنے گا، اِتنا بزدل کیوں بنیں؟!! اُن صاحب نے کہا: جی حضرت! اب تک اِسی میں معاملہ خراب ہوتا رہا۔ پھر حضرت ﷫ تشریف لے گئے اور خطاب بھی فرمایا تھا۔

بڑا مدرسہ بنانے کی فکر نہیں کرنی چاہیے

مدرسہ میں دو (۲) اُستادوں میں آپس میں کسی وجہ سے اِختلاف ہوگیا، ایک بڑے درجہ کے اُستاد تھے، دوسرے چھوٹے درجہ کے، بڑے درجہ کے اُستاد کا حضرت ﷫ بہت خیال بھی رکھتے تھے، اور مروّت سے پیش آتے تھے، لیکن! اِس قضیہ میں غلطی بہ ظاہر بڑے اُستاد کی تھی۔ حضرت ﷫ اِس کی وجہ سے بڑے متفکر اور پریشان تھے۔ حضرت ﷫ فرمایا: ایسی دماغی اُلجھن اور ذہنی تشویش میں کیا لکھوں، پڑھوں؟!! سب لکھنا پڑھنا بھول گیا، بعض لوگ فسادی مزاج کے ہوتے ہیں، اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر، لگائی بجھائی کرا کر لڑائی کرا دیتے ہیں۔

بڑا مدرسہ ہونے میں عموماً اِس طرح کی خرابیاں ہوتی ہیں، آدمی کس کس کو خوش رکھے؟!! نباہنا بڑا مشکل کام ہے، اِس لیے سب سے بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایسا کوئی اِنتظام کر دے کہ چھوٹا

مدرسہ ہو، تھوڑے لڑکے ہوں، دو، تین (۲، ۳) اُستاد ہوں، پڑھانے والے اُنہی لڑکوں پر محنت کریں، زیادہ بکھیڑا نہ پالیں۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے چھوٹا مدرسہ کھولا تھا، ایک، دو مدرّس اور تھوڑے سے لڑکے تھے، سکون سے مدرسہ چلتا تھا۔ بڑے مدرسوں میں سیکڑوں مسائل آئے دن کھڑے ہوتے ہیں، مَیں نے بڑا مدرسہ بنانے کی کوشش نہ کی تھی، اللہ کو منظور تھا، تکوینی طور پر اِیسا ہوتا چلا گیا۔

تیسری فصل

(طلباء اور چوری)

چور کو چوری کی سزا مل کر رہے گی

(مدرسہ کے بعض غریب طلباء کی چپلیں اور سامان چوری ہو گیا تھا، اِس موقع پر عشاء کے بعد طلباء کی مجلس میں) فرمایا: کوئی طالبِ علم اپنے اَندر طالبِ علمی کی صفات پیدا کر کے تو دیکھے کہ کیا ہوتا ہے؟!! آخر طالبِ علم ہی کے بارے میں تو آیا ہے کہ: ”فرشتے پَر بچھاتے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے، مچھلیاں اُن کے لیے دعائیں کرتی ہیں“۔ (1)

لیکن! کس کے لیے؟!! جس کے اَندر طالبِ علمانہ اَوصاف ہوں، اور آج کل طالبِ علموں کا یہ حال ہے کہ چپل کی چوری کرتے ہیں، ناشتہ اور کھانے کی چوری کرتے ہیں، کیا اِیسے لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے؟!! اِیسوں پر تو اللہ کا غضب وقہر نازل ہوتا ہے، اور وہ یہ نہ سمجھیں کہ کچھ ہوگا نہیں، یہ سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ڈھیل ہے، جس ذات نے قارون کو، فرعون کو، ہامان کو مہلت دی، بڑے بڑے کافروں کو مہلت دی، وہ کیا اِن کو مہلت نہیں دے سکتا؟!! لیکن! پھر جب پکڑ ہوگی تو بہت سخت پکڑ ہوگی۔ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ○ (2) پھر ایسی پکڑ ہوگی کہ ڈھونڈے دھرتی نہ ملے گی، جہاں جائے گا ذلیل وخوار اور پریشان ہوگا، اور کوئی نہ ہوگا جو اُس کو اُس پریشانی اور ذلت سے بچا سکے، اَندھیر ہے!! بے چارے غریب طلباء!!!! اور اُن کی چیزیں چوری کی جائیں!! اللہ کے یہاں بھی دیر ہے اَندھیر نہیں ہے، جب وقت آئے گا، اور جس وقت پکڑ ہوگی کہیں پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔ کیا طالبِ علم جس کے لیے فرشتے پَر بچھاتے ہیں ایسا ہوتا ہے!! جو چوری کرتا ہے؟!! جس کی زمانۂ طالبِ علمی میں بری عادت پڑ گئی، چوری کی عادت ہوگئی تو اب وہ جہاں بھی جائے گا چوری ہی کرے گا، وہ ”مکہ، مدینہ، خانۂ کعبہ“ میں بھی جائے گا وہاں بھی چوری کرے گا، وہ وہاں قرآن شریف اُٹھائے گا تو اُس کا چوری کرنے کو جی چاہے گا۔ اللہ ہم سب کی حفاظت فرمائے۔ (آمین)

---

(1) (سنن ابی داود، کتاب العلم، باب فی فضل العلم، ج ۲، ص ۵۱۷، طبع مکتبۃ الحسن، لاہور) (2) (سُوْرَۃُ الْبُرُوْجِ ۱۲)

"حُقُوقُ الْعِبَاد" کا معاملہ بہت سنگین ہوتا ہے، اِس کو تو اللہ تعالیٰ بھی معاف نہ فرمائیں گے، اگر کسی نے کسی کے دو(۲) پیسے لیے ہیں تو اُس کی سات سو(۷۰۰) برس کی مقبول نمازیں اُس کے بدلہ میں دے دی جائیں گی۔

ایسے چور کے لیے بَد دعا کرو، اللہ اُسے ہلاک اور ذلیل کرے

فرمایا: آج کل چوری کرنے کا بہت رواج ہو گیا ہے، جہاں دیکھو چوری ہو رہی ہے، مہمان آتے ہیں اُن کے جوتے چپل کوئی لے لیتا ہے، قاری صاحب آئے تھے اُن کا کسی نے لوٹا لے لیا، معلوم ہوتا ہے کوئی تاک کے بیٹھا رہتا ہے، مَیں بھی تنگ آ گیا ہوں، کچھ سمجھ نہیں آتا کیا کروں؟!! مسلمانوں کو جو ستائے گا کیا وہ پریشان نہ ہوگا؟!! کیا وہ دوزخ میں نہیں جائے گا؟!! چند کوڑیوں کی خاطر اپنی عاقبت خراب کر رہے ہو؟!! اپنی جنّت کو ختم کر رہے ہو؟!! دوزخ کا اِیندھن بن رہے ہو؟!! اگر یہی سب کرنا ہے تو جاؤ کہیں اور مرو جا کر، کیا مدرسہ ہی اِس لیے رِہ گیا ہے؟!! کیا مدرسہ ہی چوری کرنے کی جگہ ہے؟!! دنیا چند روز کی ہے، ایسے شخص کو بہت جلد ہی ذلّت و رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا، میری بات لکھ لو! ایسا شخص اَبھی تو نہیں کچھ دنوں کے بعد ذلیل و خوار ہوگا، پولیس نہیں تو کوئی اور اُس کے ہاتھ پیر توڑے گا، اُس کے ہاتھ پیر ٹوٹ کر رہیں گے۔ اَندھیر ہو گیا ہے، کچھ سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں؟!! آئے دن چوری ہو رہی ہے، کسی کی چپل، کسی کا جوتا، کسی کی گھڑی، کسی کا لوٹا، سب چوری ہو جاتا ہے۔ سب لوگ مل کر ایسے چوروں کے لیے بددعا کرو: اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھوں کو جس سے وہ کرتے ہیں شل کر دے، وہ معذور ہو جائیں، اور یہیں سے ذلیل ہو کر نکلیں، کل ہی ذلیل ہو جائیں۔ پڑھو "درود شریف" اور سب لوگ بددعا کرو۔ چناں چہ سب نے "درود شریف" پڑھا، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا! آج رہنے دو، ایک بار کی اور مہلت دے دو۔

ایک ٹارچ کی چوری کا قصہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد

مدرسہ کے ایک اُستاد فجر کی نماز کے بعد مسجد میں بیٹھے بیٹھے اونگھ رہے تھے، اُن کے سامنے سے چپکے سے کسی نے اُن کی نئی ٹارچ اُٹھا کر غائب کر دی یا چوری کر لی، باوجود تلاش کے نہیں ملی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا اِعلان بھی فرمایا تب بھی نہیں ملی۔ دوسرے دن حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پھر بعد

فجر اِعلان فرمایا (مسجد ہی میں کھوئی ہوئی چیز کا مسجد میں تلاش کرنا اور اِعلان کرنا جائز ہے۔)
حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے طلباء کیطرف ہوکر فرمایا کہ: آخر! اِس پڑھنے پڑھانے سے کیا مقصود ہے؟!! اگر اُس کے مطابق عمل نہ ہو تو سب بے کار ہے۔ (حدیث شریف میں آتا ہے:) "مسلمان تو وہ ہے جس کی زبان وہاتھ سے دوسروں کو تکلیف نہ ہو"۔ [1] کسی کی کوئی چیز لے لینا، یا چھپا دینا، چپل، جوتا یا کوئی بھی چیز لے لینا سب ناجائز وحرام ہے، یہ ایذاءِ مسلم ہے، "حُقُوْقُ الْعِبَاد" کا معاملہ بہت سنگین ہے، دو (۲) پیسے کے بدلہ سات سو (۷۰۰) مقبول نمازیں دے دی جائیں گی۔ ایک تو سات سو (۷۰۰) مقبول نمازیں ہوں گی کس کے پاس؟!! اِس لیے جس کے پاس جس کی جو بھی چیز ہو کسی بہانہ سے اُس کو واپس کر دے۔ حضرت عبد اللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ کے پاس کسی دوسرے کا ایک بانس کا قلم رِہ گیا تھا، میلوں پیدل چل کر اُس کو واپس کرنے کے گئے تھے۔

اِیسا شخص بہت جلد ذلیل ہوتا ہے

مدرسہ میں ایک مہمان آئے ہوئے تھے، عشاء کی نماز میں مسجد سے اُن کی کوئی قیمتی چپل لے گیا۔ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کی فکر ہوئی۔ احقر سے فرمایا کہ: اِن کی چپل تلاش کرو۔ احقر نے تمام مواقع جہاں چپل اُتاری جاتی ہیں، خوب اَچھی طرح دیکھا لیکن! کہیں نہیں ملی، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو سخت پریشانی لاحق ہوئی اور ندامت بھی ہوئی۔ طلباء کو جمع کر کے فرمایا: چپل کون لے گیا ہے؟!! کیا طالبِ علم اِیسے ہی ہوتے ہیں جو چوری کریں؟!! جس کی اَبھی سے یہ عادت پڑ گئی ہو آگے چل کر اُس کی عادت خراب ہوتی ہی چلی جائے گی، ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جب کسی مدرسہ کے مدرّس یا مہتمم بن جاتے ہیں تو جی بھر کر خیانت کرتے ہیں، جب ایک، دو روپے میں نیت خراب ہوتی ہے تو وہاں تو ہزاروں کو ہضم کرنے کا موقع ملے گا م وہاں کون پوچھنے والا ہے؟!! خرچ کریں گے دو (۲) روپے تو لکھائیں گے دس (۱۰) روپے۔ وہ تو لاکھوں پر ہاتھ مارے گا، خدا کا خوف تو دل میں ہے نہیں، دین ودیانت بھی نہیں، پھر ڈر کس بات کا؟!! جو چاہا کیا، جتنا چاہا کیا، کون پوچھنے والا؟!! گویا خدا کو تو منہ دکھانا ہی نہیں، لیکن! ایسا شخص بہت جلد ذلیل ہوتا ہے، وہ تو سمجھتا ہے کہ کوئی مجھے نہیں دیکھ رہا، کسی کو میری حرکتوں کا علم نہیں، لیکن! اللہ تعالیٰ اُس کو ذلیل کر ہی کے رہتا ہے، اور جس

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب الایمان، باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ، ج ۱، ص ۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

کی عادت خراب ہو جاتی ہے پھر اُس کی اِصلاح بہت مشکل ہوتی ہے، وہ بڑا ہو جائے گا، پڑھ لکھ کر فارغ ہو جائے گا، کسی مدرسہ کا مدرّس ہو جائے گا، ”مہتمم، ناظم، شیخ الحدیث“ بن جائے گا، پھر بھی اُس کی عادت نہ جائے گی۔

چوری کی عادت کیسے ہو جاتی ہے؟ ایک چور مولوی صاحب کا قصہ

”سہارن پور“ میں ایک صاحب کی ایسی ہی عادت خراب ہوگئی تھی، جس کا سامان چاہا بغیر پوچھے لے لیا، معمولی سی چیز سمجھ کر اُٹھالی، رفتہ رفتہ اُن کی عادت خراب ہوگئی، چوری کرنے لگے، بڑے ہونے اور مدرّس ہونے کے بعد بھی اُن کی یہ حرکت نہ گئی، پڑھاتے تھے، لیکن! چوری کرتے تھے، لیکن! آخر کب تک پَردہ پڑا رہتا؟!! ایک مرتبہ سفر میں گئے ایک شخص کی اَٹیچی پر ہاتھ مارا، تحقیق کے بعد جب معلوم ہوا تو پکڑے گئے، اور بری طرح جوتوں سے خبر لی گئی، پھر تھانہ لے جائے گئے، اور وہاں بھی اُن کی خبر لی گئی، بری گت بن گئی، اور بڑی بدنامی ہوئی، ایسے ذلیل و رسوا ہوئے کہ منہ دکھانے کے قابل نہ رہے، بالآخر جہاں رہتے اور پڑھاتے تھے وہاں واپس نہیں گئے کہ کیا منہ لے کر جائیں گے؟!! وہیں سے ”پاکستان“ بھاگ گئے۔ یہ حال ہوتا ہے ایسے لوگوں کا۔ اللہ بچائے ایسی عادت سے اور ایسی ذلّت سے۔ (آمین)

ایک چور کی وجہ سے پوری جماعت بَدنام ہوتی ہے

فرمایا: مدرسہ میں چوری کرتا ہے ایک آدمی، لیکن! بَدنام ہوتا ہے پورا مدرسہ، نیز بدنام ہوتے ہیں ایسے لوگ بھی کہ اگر سونا چاندی بھی پڑا ہو تو نگاہ اُٹھا کر نہ دیکھیں، غلطی کرتا ہے ایک شخص، لیکن! پورا مدرسہ اور پوری جماعت بَدنام ہوتی ہے، کیا ایسا شخص ذلیل و رسوا نہ ہوگا؟!! ضرور ہوگا!! یہ تو مدرسہ میں رہ کر بھی خیانت ہی کرتا ہے، کیوں کہ مدرسہ میں جو پیسہ آیا ہے وہ پڑھنے والے طلباء کے لیے ہے اور یہ تو چور ہے، اِس کو مدرسہ کا کھانا کھانا، مدرسہ کی کتابیں لینا، مدرسہ کے کمروں میں رہنا، مدرسہ کی چیزیں اِستعمال کرنا سب حرام ہے، کیا ایسا شخص جس نے اِتنے بڑے گناہوں کا اِرتکاب کیا ہو، اللہ اُس کو ذلیل نہ کرے گا؟!! ضرور کرے گا!! اگر کوئی شخص چپل غلطی سے لے گیا ہو تو اُسی جگہ لا کر رکھ دے، غلطی اِنسان سے ہوتی ہے، غلطی ہوگئی کوئی

بات نہیں، نفس وشیطان نے بھکا دیا، لیکن! اب توبہ کرلے، اور چپل لاکر چپکے سے رکھ دے، ورنہ کتنی بڑی بدنامی کی بات ہے کہ دس (۱۰) روپے کی خاطر اُس نے پوری جماعت کو بدنام کیا۔ سب لوگ بددعا کرو اُس کے لیے، اگر وہ چپل لاکر نہ رکھے تو اللہ اُسے سزا دے، اُس کے وہ ہاتھ جس سے اُس نے چپل اُٹھائی ہے شل ہوجائیں، اُس کو کوڑھ کا مرض ہوجائے، اور یہیں مدرسہ میں ہوجائے، ایسی حرکتیں کرتا ہے جس کی وجہ سے کتنی بدنامی اور کتنی پریشانی ہوئی، سب لوگ جا کر اپنے اپنے کمروں میں کہہ دینا۔

چوری کی جرأت وہی شخص کرسکتا ہے جس کو خدا کا خوف اور یقین نہ ہو

علم سے مقصود تو عمل ہے، علم واسطہ ہے اصل چیز تو عمل ہی ہے، علم تو ہم اِس لیے پڑھتے ہیں تاکہ شیطان ہم کو غلط راستہ پر نہ لے جائے، قرآن وحدیث عربی میں ہے، اِس لیے اُس کو سمجھنے کے لیے یہ علوم "نحو، صرف" وغیرہ پڑھے جاتے ہیں، ورنہ سب باتوں سے مقصود عمل ہی ہے، اگر یہ نہیں تو کچھ بھی نہیں، ایسے علم سے کیا فائدہ جس کے بعد عمل نہ ہو؟!! اور تم لوگوں کا یہ عمل ہے کہ چوری کرتے ہو، چوری کی جرأت وہی شخص کرسکتا ہے جس کو خدا پر بھروسہ نہ ہو، خدا کو منہ دکھانے کا یقین نہ ہو، اگر خدا کا خوف ہو، اُس کا اِستحضار ہو، تو گناہ ہو ہی نہیں سکتا، کیا تھانے دار کے سامنے بھی کوئی غلطی کرتا ہے؟!! کیا سپاہی کے سامنے بھی کوئی جرم کرتا ہے؟!! میں تمہارے سامنے بیٹھا ہوں کیا تم میرے سامنے غلطی کروگے؟!! اِسی طرح جس کو خدا کے وجود اور اُس کو منہ دکھانے اور جواب دینے کا یقین نہ ہو، اُس کا اِیمان کامل نہ ہو، ایسا ہی شخص چوری کرتا ہے۔ گویا وہ اللہ تعالیٰ کی اُن صفات کو نہیں جانتا، ورنہ اگر اُس کو یہ اِعتقاد و اِستحضار ہوتا کہ اللہ مجھے دیکھ رہا ہے تو ہرگز ایسی حرکت نہ کرتا۔

اِسی لیے حدیث شریف میں آیا ہے: لَا يَزْنِي الزَّانِيْ حِيْنَ يَزْنِي وَهُوَ مُؤْمِنٌ وَلَا يَشْرَبُ الْخَمْرَ حِيْنَ يَشْرَبُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ، وَلَا يَسْرِقُ السَّارِقُ حِيْنَ يَسْرِقُ وَهُوَ مُؤْمِنٌ۔ [1]

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب الحدود، باب ما یحذر من الحدود، ج ۲ ص ۱۰۰۱، طبع یادگار شیخ، کراچی)

یعنی زنا کار زنا کے وقت مؤمن نہیں رہتا، شراب پینے والا جب شراب پیتا ہے تو اُس وقت اُس کے اَندر اِیمان نہیں رہتا اور چوری کرنے والا جب چوری کرتا ہے اُس وقت اُس کے اَندر اِیمان نہیں رہتا۔

یہ سب حدیث شریف میں آیا ہے، اور یہ تو صرف چند معاصی گنائے گئے ہیں ورنہ ہر گناہ کا یہی حال ہے، کیوں کہ گناہ نام ہے خدا کی نافرمانی کا اور نافرمانی ہر گناہ میں ہوتی ہے اور جب اللہ تعالیٰ کی "صِفَتِ بَصَر" کا اِستحضار ہو تو نافرمانی ہو ہی نہیں سکتی۔

اِسی وجہ سے حدیث شریف میں آیا ہے کہ: بہت سے مؤمن ایسے ہوتے ہیں کہ اخیر میں وہ ایسے کام کر ڈالتے ہیں جس کی وجہ سے اُن کا خاتمہ اِیمان پر نہیں بل کہ کفر پر ہوتا ہے۔ (۱)

وہ اِسی قِسم کے اَعمال ہیں کہ کرتے کرتے اُن کا آخری نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اُس کا خاتمہ اِیمان پر نہیں ہوتا، دس (۱۰) پیسے اور دس (۱۰) روپے کی خاطر وہ اِیمان کھو بیٹھتا ہے، کیا اِیمان کی اِتنی بھی قدر نہیں؟!! ارے! کتنی ہی قیمتی چیز ہو اور ساری دنیا بھر سے اَچھی چیز ہو، لیکن! جس کی وجہ سے ہم کو اِیمان سے ہاتھ دھونا پڑے اُس کو لے کر ہم کیا کریں گے؟!! اِنسان اِن باتوں کو معمولی سمجھتا ہے حال آں کہ اِس کی نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ وہ اِیمان تک سے ہاتھ دھو بیٹھتا ہے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

فرمایا: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ فجر سے پہلے سفر کیا کرتے تھے، ساتھ میں ایک گٹھری ہوتی تھی جس میں کپڑے وغیرہ ہوتے تھے اور ایک ڈنڈا ہوتا تھا، جھولے (بیگ) کا تو اُس وقت رواج نہ تھا، بالکل سادگی تھی، یہ تو اب جھولے کا رواج ہو گیا ہے، اور اٹیچی تو اَبھی کی اِیجاد ہے، پہلے کہاں یہ سب چیزیں تھیں؟!! صندوقچہ ہوتا تھا، اُسی میں سب سامان رکھ لیتے تھے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ اپنے معمول کے مطابق فجر سے پہلے چل دیئے، گٹھری ساتھ تھی، "کاندھلہ" سے "نانوتہ" پیدل سفر کیا کرتے تھے، راستہ میں ایک گاؤں

(۱) (صحیح البخاری، کتاب القدر، باب فی القدر، ج ۲، ص ۹۷۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

سے گذرے، اِتفاق سے اُس گاؤں میں رات میں چوری ہوگئی، لوگ چور کی تلاش میں اِدھر اُدھر دوڑے پھر رہے تھے، لوگوں نے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا گٹھری لیے ہوئے ہیں، سیدھے اُنہیں پکڑ لیا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اَبھی تھوڑی دیر پہلے یہاں سے چور نکل کر بھاگے ہیں، مَیں چور نہیں ہوں، مَیں تو مسافر ہوں "کاندھلہ" سے آکر "نانوتہ" جارہا ہوں۔ لوگوں نے نہ مانا، اور کہا: چل دیکھ! اَبھی تجھے بتاتا ہوں۔ مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو پکڑ کر گھسیٹ کر لے جارہے تھے، "جھن جھانہ" وہاں سے قریب تھا اور وہیں "تھانہ" تھا لوگ سیدھے "تھانہ" میں پکڑ کر لے گئے، تھانے دار حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو جانتا تھا اور مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معتقد تھا، وہ دُور سے دیکھ کر گھبرا گیا کہ یہ کیا ماجرہ ہے؟!! جب وہاں پہنچے تو تھانے دار نے اُن سب لوگوں کو گرفتار کرنے کا آڈر دے دیا کہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ یہ گستاخی؟!! تھانے دار حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کو اَچھی طرح پہچانتا تھا اور دوسرے لوگ نام سے واقف تھے کہ "کاندھلہ" میں ایک بزرگ "مظفر" نامی ہیں، لیکن! شکل سے واقف نہ تھے، یہ نہ جانتے تھے کہ یہ ہیں، اِس لیے یہ حرکت کی۔ اور حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی یہ نہیں فرمایا کہ: مَیں فلاں ہوں، بل کہ اپنے آپ کو چھپایا۔ اور تھانے دار نے جب گرفتار کرنے کا حکم دیا تو حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سن لیجیے تھانے دار صاحب! ہماری اور آپ کی دوستی اُسی وقت تک ہے جب تک آپ اِن کو کچھ نہ کہیں، اور اِن سب کو چھوڑ دیں ورنہ آج سے دوستی ختم۔ تھانے دار نے کہا: جب حضرت ہی منع فرما رہے ہیں تو مَیں کیا کروں ورنہ ایک ایک کو مَیں بتلاتا؟!!

مدرسہ سے ایک طالبِ علم کا اِخراج

مدرسہ کا ایک طالبِ علم بڑا شریر تھا، گاؤں کے غلط قِسم کے لڑکوں سے اُس کے گندے تعلقات تھے، اور بہت سی اُس کی شکایتیں آچکی تھیں، اُس کو بہت سمجھایا گیا، اِصلاح کی کوشش کی گئی، لیکن! اپنی حرکت سے باز نہ آتا تھا، گندے لڑکوں کے ساتھ رات میں ٹہلا کرتا تھا، اور

خطرہ تھا کہ پھر رات میں غلط لڑکوں کے ساتھ فرار ہو جائے۔ اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو ایک کمرہ میں علیحدہ بند کرا دیا، باہر سے تالا ڈال دیا اور دو (۲) معتبر لڑکے پہرے دار کی طرح مقرر کر دیئے، وقت پر کھانا دیا گیا، پیشاب پاخانہ سے فراغت نگرانی میں کرائی گئی، اور صبح کو ناشتہ کرا کر ایک مدرّس کے ساتھ اُس کو اُس کے گھر روانہ کر دیا، اور اُس کے والدین کے پاس وجہ اِخراج اور اُس کے حالات کے متعلّق ایک پرچہ تحریر فرما دیا۔

کتوں پر ظلم کرنے کے نتیجے میں طلباء کے اِخراج کی دھمکی

مدرسہ "ہتورا" دیہات میں واقع ہے، کبھی مدرسہ کے اَحاطہ میں کتے بھی آجاتے ہیں۔ ایک مرتبہ لڑکوں نے اَز راہ شرارت ایک کتے کو کمرہ کے اَندر بند کر کے بہت مارا، مارتے مارتے اُس کے پیر توڑ دیئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا، فجر بعد طلباء سے مخاطب ہو کر فرمایا: تم لوگوں کو شرم نہیں معلوم ہوتی؟!! اللہ کی مخلوق کو ستاتے ہو!! اُن کو مارتے اور پریشان کرتے ہو!! کتوں کے پیر توڑ ڈالے!! یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟!! کوئی تمہارے ہاتھ پیر توڑ ڈالے تو تمہارا کیا حال ہو؟!! کیا مدرسہ میں تم لوگ اِسی لیے آئے ہو؟ اور تمہارا یہی مشغلہ ہے؟!! جن لڑکوں نے یہ حرکت کی ہے اُن کی فہرست میرے پاس آجانی چاہیے، اُن کا کھانا بند، اور اُن طلباء کا اِخراج کر دیا جائے گا۔

چوتھی فصل

تصنیف، تالیف کرنے والوں کے لیے ضروری ملفوظ

فرمایا: اِس وقت "بخاری شریف" کی "کتاب الایمان و کتاب العلم" کی شرح لکھ رہا ہوں، خدا کرے پوری ہو جائے۔ مرنا تو ہر ایک کو ہے، کس کو نہیں جانا؟!! لیکن! جی چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اِتنا ضرور پورا کرا دے۔ اب تک کتاب پوری ہو جاتی، لیکن! جہاں لکھنے بیٹھتا ہوں ذہن چلنے لگتا ہے تو کہیں تعویذ والے آجاتے ہیں اور کبھی سفر پیش آجاتا ہے، سفر میں اِتنی سب کتابیں لے جانا بہت دشوار ہے، ورنہ مَیں تو سفر میں بھی لکھتا رہتا۔ "سلّم" کی شرح مَیں نے اسٹیشنوں میں بیٹھ کر لکھی ہے۔

تھوڑی کتابیں ہوتی تھیں، پھیلا لیں اور بیٹھے بیٹھے لکھا کرتا تھا، اُس وقت میری نگاہ بہت تیز تھی، دُور رکھی ہوئی کتاب بھی دیکھ لیتا تھا، لوگ تماشہ دیکھتے تھے کہ یہ کون ہے؟ کیا کر رہا ہے؟ کتابیں پھیلا رکھی ہیں، کبھی یہ کتاب، کبھی وہ کتاب، اور مَیں برابر لکھتا رہتا تھا۔ لیکن! "بخاری شریف" کی اِتنی شروحات اور عربی اردو کی اِتنی تقریریں ہیں، کہاں لادے لادے پھروں؟!! کام اِتنا مشکل اور پھیلا ہوا ہے کہ پہلے ساری شروحات دیکھنا، ساتھ میں اردو تقریریں بھی دیکھنا، پھر اُس کا خلاصہ آسان زبان میں لکھنا کہ مختصر بھی ہو، جامع بھی ہو، اور آسان بھی ہو یہ بہت مشکل کام ہے، خدا کرے یہ پوری ہو جائے تو بہت بڑا کام ہو جائے۔ "بخاری" پڑھنے والوں کا تو فائدہ ہوگا ہی، ویسے بھی یہ ایک بہت مفید علمی کام ہے، کچھ دنوں کا اور موقع مل جائے تو اِنْ شَآءَ اللّٰہ آسانی سے پوری ہو جائے گی۔ (اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! کتاب پوری ہوگئی "تسہیل الباری شرح بخاری" کے نام سے طبع ہو چکی ہے۔)

حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ کتابیں اِس طرح لکھا کرتے تھے کہ ایک خادم بیٹھا رہتا تھا، حکم دیا کہ: فلاں کتاب اُٹھا کر لاؤ! وہ لے آیا، وہ موقع اور مضمون تلاش کر کے دے دیا۔ حضرت مولانا عبد الحیؒ صاحب فرنگی محلی رحمۃ اللہ علیہ اُس کو دیکھ کر نقل کر دیتے تھے، آسان کام تھا، یہاں تو کتاب بھی خود ہی نکالو، تلاش بھی خود کرو، اور پھر نقل بھی کرو، اِس لیے مشکل کام ہے، اور مشغولی بڑھتی جا رہی ہے، لیکن! شاید اللہ تعالیٰ اِسی مشغولی میں پوری فرما دے۔ ایک دن

خوب موقع مل گیا تو فجر سے لے کر ظہر تک، اور ظہر سے عصر تک، پھر عصر سے مغرب، اور مغرب سے عشاء برابر لکھتا رہا، اِسی طرح اگر چند روز کا اور موقع مل جائے تو اِنْ شَآءَ اللہ بہت جلد پوری ہو جائے گی، جب تک کام کی دھن نہیں ہوتی کام نہیں ہوتا۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: ایک لکھنے والے کو مقرر کر لیجیے، آپ بولتے جائیں وہ لکھتا جائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہو نہیں پاتا، خود لکھنے کی بات ہی کچھ اور ہوتی ہے، بسا اَوقات کتاب دیکھتے وقت ذہن میں ایک مضمون اور اُس کو لکھنے کی خاص ترتیب ہوتی ہے کہ اِس طرح لکھنا ہے، لیکن! جب لکھنے بیٹھو تو ذہن میں دوسری نئی باتیں آجاتی ہیں، ترتیب بھی دوسری آجاتی ہے، اِملاء کرانے میں یہ بات نہیں ہوتی، اپنا اپنا مزاج ہے۔

"مختصر المعانی" اور "شرح جامی" سے مناسبت
مشکل مقامات کو لکھ لینے کی اَہمیت

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "مختصر المعانی" اور "شرح جامی" کا برس ہا برس سے دَرس دے رہے تھے، یہ کتابیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بہت اَزبر ہو گئی تھیں، اور "نحو و بلاغت" کی مشکل سے مشکل بحث کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ ایسے اَنداز سے سمجھاتے تھے کہ اَدنیٰ درجہ کا غَبِی طالبِ علم بھی بہت آسانی سے سمجھ لیتا تھا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: کیا بتاؤں شروع میں چوک ہو گئی۔ مشکل مقامات کو حل کر کے لکھ لیتا تو بہت اَچھا رہتا، بعد والوں کے لیے آسانی رہتی، محنت تو بہت کی لیکن! نہ لکھنے کی وجہ سے دوسروں کو فائدہ نہ ہو سکا۔

"مختصر المعانی" کا "حاشیہ" بہت عمدہ ہے، لیکن! بسا اَوقات اُس سے بھی کتاب حل نہیں ہوتی، اور اردو شرح والوں نے تو ایسا ناس کیا ہے کہ کچھ پتہ ہی نہیں چلتا کیا کہنا چاہتے ہیں؟!!! اِدھر اُدھر کی ہانکتے ہیں کہ فلاں نے یہ لکھا ہے، فلاں نے یہ لکھا ہے، لیکن! نفسِ مسئلہ کو سمجھا دیں، اصل عبارت کو حل کر دیں یہ کام نہیں کیا، جہاں کہیں مشکل مقام آتا ہے اُس کو گول ہی کر جاتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے! مجھے تو اردو شروحات کی ضرورت ہی نہیں پڑی، "دسوقی" مختصر کی بہت اَچھی شرح ہے، مَیں نے اِس کا بہت مطالعہ کیا ہے۔

احقر سے فرمایا: واقعی اگر مشکل مقامات کی تقریر پہلے لکھ لیتا تو اچھا رہتا، کتابوں میں تو سب موجود ہے، لیکن! تلاش کرنا اور آسان تعبیر سے اُس کو سمجھانا مشکل ہوتا ہے۔

اُفسوس!! اِتنی اَہم کتابیں بڑے اِداروں سے بھی نصاب سے نکال دی گئیں، اس لیے ان کتابوں کی طرف سے لوگوں کی توجہ ہٹتی جا رہی ہے، اِس لیے اب اِن کتابوں میں زیادہ محنت کرنے سے کوئی خاص فائدہ نہیں حال آں کہ اِستعداد تو اِنھیں کتابوں سے بنتی ہے، لیکن! آج کل اِستعداد کا فقدان ہے، اُس کے مباحث دقیق اور مشکل ہیں، اُس کا حل یہ نکالا کہ کتاب ہی نصاب سے ہٹادی جائے، سمجھ میں نہیں آتا آگے کیا ہوگا؟!! علم کا فقدان ہے، پڑھانے والے حضرات محنت نہیں کرتے، صرف ترجمہ کر دیتے ہیں، نام ہی نام رہ گیا ہے، اِلَّا مَاشَآءَاللہ آج جو ہو رہا ہے وہ بھی غنیمت ہے، ورنہ اُبھی تو وہ زمانہ آئے گا کہ اردو کی کتاب سمجھانے والا کوئی نہ ملے گا، جو ہو رہا ہے یہی غنیمت ہے۔

"دورۂ حدیث" کی وجہ سے تعلیمی معیار نہیں گرانا چاہیے

فرمایا: "دورۂ حدیث" کی وجہ سے تعلیمی معیار نہیں گرانا چاہیے، میری رائے تو بالکل نہیں تھی کہ: یہاں "دورۂ حدیث" ہو، لیکن! حالات ہی ایسے بن گئے، بڑوں کی رائے ہوئی کہ "دورہ" شروع کر دیا جائے، لیکن! اُس کی وجہ سے تعلیمی معیار نہیں گرنا چاہیے۔ مجھ سے بہت لوگوں نے کہا کہ: کچھ کتابیں آپ کم کر دیجیے، "مختصر اور شرح جامی" دوسرا کوئی پڑھا دیا کرے، "دورہ" کی وجہ سے کافی بوجھ بڑھ جائے گا۔ مَیں نے کہا کہ: "دورہ" کی وجہ سے مَیں تعلیمی معیار نہیں گھٹانا چاہتا، "مختصر اور شرح جامی" میں اَوّل تو کوئی اِتنی محنت نہیں کر سکے گا، خالی ترجمہ کر کے کتاب کا ناس مارے گا، اور مَیں پچیسوں سال سے پڑھا رہا ہوں، "دسوقی" وغیرہ سب چاٹے پڑا ہوں، اِتنے سالوں کے بعد اب اِس قابل ہوا ہوں اور اِسی کو چھوڑ دوں؟!!! البتہ! کوئی ذی اِستعداد اچھا پڑھانے والا مل جائے تو دوسری بات ہے۔

"دورۂ حدیث شریف" سے متعلق ضروری اِصلاحات

فرمایا: تعلیمی معیار تو گرتا ہی جا رہا ہے، لیکن! سب سے زیادہ "دورۂ حدیث" کا ناس کیا ہے،

صرف چند مسائل اور بحثیں ہیں اُن میں لمبی چوڑی تقریر کردی جاتی ہے، اور اُسی کو مقصود اور کافی بل کہ بڑا کمال سمجھا جاتا ہے، جو زیادہ لمبی چوڑی تقریر کردے وہ بڑا اچھا پڑھانے والا سمجھا جاتا ہے۔

مجھے اَفسوس ہوا کہ!! بعض مدرسوں میں "دورۂ حدیث شریف" کی کتابوں میں "کتر بیونت" کردی گئی ہے، "موَطا اِمام مالک رحمۃ اللہ علیہ، موَطا اِمام محمد رحمۃ اللہ علیہ" کا صرف ایک ایک باب مقرر کیا ہے، "نَسائی شریف" صرف چالیس (۴۰) صفحات "مسلم شریف" کے صرف چند ابواب، گویا بس نام کے لیے پڑھانا ہے، سبھی کو تو حذف کردیا، "نَسائی شریف" اِتنی اَہم کتاب ہے، بہت سی اَحادیث اِیسی ہیں جو صرف "نَسائی" میں ہی ملتی ہیں، کسی کتاب میں نہیں ملتیں، اُس کے صرف چالیس (۴۰) صفحات رکھے۔ ارے! کبھی کوئی مجبوری ہوجائے تو دوسری بات ہے، لیکن! پہلے سے طے کردیا جائے کہ نصاب ہی اِتنا ہے بڑے اَفسوس کی بات ہے، علم اُٹھتا جارہا ہے، ذی قعدہ کی اٹھائیس (۲۸) تاریخ ہوچکی ہے اور اَبھی بعض مدرسوں میں کتاب کے خطبہ ہی میں تقریر چل رہی ہے، اَبھی کتاب کا خطبہ ہی نہیں ختم ہوا، کوئی پوچھے اُن سے کہ اِس میں طلباء کا کیا فائدہ؟!! اور کسی کو وہ تقریریں یاد رہتی ہیں؟!! غور سے طلباء سنتے بھی تو نہیں!! کوئی اِدھر تک رہا ہے، کوئی اُدھر تک رہا ہے، کوئی سو رہا ہے اور تقریر جاری ہے۔ اور اگر واقعی کوئی ضروری بحث ہو، اَہم مضمون ہو تو تقریر کے بجائے لکھادینا چاہیے، اِس میں زیادہ فائدہ ہوگا، گو مقدار کم ہوگی لیکن! وہ چیز طلباء کے کام کی تو ہوگی، ایک محفوظ ذخیرہ ہوگا، اور اِس طرح جو باتیں کان میں پڑیں گی وہ محفوظ رہیں گی، اِسی لیے مَیں نے شروع میں کچھ باتیں لکھائی ہیں۔

مدارس میں تعلیمی اِنحطاط اور اہل شوریٰ کی ذمہ داری

فرمایا: تعلیمی معیار تو گرتا ہی جارہا ہے اور سب سے زیادہ خرابی "دورۂ حدیث" میں ہورہی ہے، جس کی سمجھ میں جس طرح آتا ہے پڑھاتا ہے۔ مَیں تو کہا کرتا ہوں کہ: ذمہ دارانِ مدرسہ اور اہل شوریٰ کو اِس پر بھی نکیر کرنی چاہیے، اِس پر نکیر کیوں نہیں کی جاتی؟!! شوریٰ والے جس طرح اور چیزوں کی دیکھ ریکھ کرتے ہیں اِس میں بھی غور کریں، جہاں کمی ہو اُس پر روک ٹوک کریں، نظام درست کریں، یہ سب کام بھی تو ضروری ہے۔

ممبرانِ شوریٰ کو کرایہ لینے کے متعلق حضرت ﷫ کا ذوق

بعض ممبرانِ شوریٰ کے متعلق فرمایا کہ: اہلِ شوریٰ کا بھی عجیب حال ہے!! سفر کسی درجہ میں کیا ہو لیکن! کرایہ لیں گے فرسٹ کلاس کا، رفیقِ سفر کا کرایہ الگ، سفر خرچ الگ، چائے پان تک کے پیسے وصول کرتے ہیں۔ کتنی شرم کی بات ہے؟!! "دار العلوم، دیو بند" میں جب شوریٰ ہوئی تھی مَیں بھی گیا تھا، میرے پاس ملازم آیا اور کاغذ دیا کہ اپنا اور اپنے خادم رفیقِ سفر کا خرچ لکھ دیجیے۔ مَیں نے کہا: "دار العلوم" ہمارا اِدارہ ہے، ہمارے اَکابر نے اِس کو قائم کیا ہے، دینی مرکز ہے، کیا ہمارے اُوپر اِس کا اِتنا بھی حق نہیں کہ اپنے کرایہ سے سال میں ایک، دو بار اِس کے کام آسکیں۔ ارے! اور کچھ نہیں کرتے، چندہ نہیں دیتے، کم اَز کم اِتنا ہی کرلیں کہ خود حاضر ہو جایا کریں، اِدارہ کے ہم پر کتنے اِحسانات ہیں؟!! مجبوری ہو، تنگی ہو، گنجائش نہ ہو تو دوسری بات ہے۔

مَیں ناجائز تو نہیں کہتا، ہر شخص کے حالات ہوتے ہیں، لیکن! اَلْحَمْدُ لِلّٰہ مَیں جہاں کہیں شوریٰ میں جاتا ہوں "فتح پور، گونڈہ" سب جگہ اپنے ہی کرایہ سے جاتا ہوں، "دار العلوم، دیو بند" بھی اپنے کرایہ سے گیا۔ وہ ملازم میرے پاس بار بار کاغذ لے کر آیا مَیں نے معذرت کر دی اور کہہ دیا کہ: تم کو معلوم ہے کہ مَیں کرایہ نہیں لیا کرتا پھر کیوں میرے پاس آتے ہو؟!! پھر نہیں آیا۔

"جامعہ عربیہ، ہتورا" سے فارغین کا لقب

فرمایا: آج کل لوگ پڑھتے کہیں اور ہیں اور ایک سال میں جا کر "قاسمی، مظاہری" بن جاتے ہیں، "دار العلوم، دیو بند" کے فارغین "قاسمی" اور "مظاہر العلوم، سہارن پور" کے فارغین "مظاہری" ہوتے ہیں۔ یہاں کے فارغین کو کیا کہا جائے؟!! پھر مسکرا کر فرمایا: "لِلّٰہِی" (اللہ والا) کہا جائے۔

واقعی! حضرت ﷫ کے خلوص وللّٰہیت کی برکت کے اِعتبار سے یہ لقب مناسب، موزون معلوم ہوتا ہے، لیکن! حضرت ﷫ نے کوئی قطعی رائے نہیں دی بل کہ برسبیلِ تذکرہ ایک بات فرمادی۔ وَاللّٰہُ اَعْلَم۔

تقریر وتحریر اور بڑوں سے گفتگو میں تَصَنُّع وتکلّف سے اِحتراز

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد نے اپنے علاقہ میں ایک دیہات میں مدرسہ کھولا تھا، اور اِسی مناسبت سے جلسہ کرنا چاہتے تھے، جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو بلانا چاہتے تھے، اِس غرض کے لیے پہلے تو اُنہوں نے خط لکھا جس میں بڑے پُرتکلّف جملوں سے اِصرار کیا اور لکھا کہ: "حضرت! پہلی بار مَیں آپ کو آواز دے رہا ہوں، محروم نہ فرمایئے گا"۔ بعد میں وہ صاحب خود بھی تشریف لائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ کون سے لکھنے کا اَنداز ہے؟!! ہمیشہ سادے الفاظ اِستعمال کرنے چاہئیں، تَصَنُّع وتکلّف سے بچنا چاہیے۔ مَیں ادب اور مضمون نگاری کو منع نہیں کرتا، لکھنے کی مشق کرنی چاہیے، مضمون نگاری بھی سیکھو! یہ بھی ضروری ہے، لیکن! تَصَنُّع وتکلّف سے اِحتراز کرو، دل کی حالت بدلو، سب کچھ زبان دانی ہی سے نہیں ہوتا۔ ایک بزرگ شیخ حمید الدین رحمۃ اللہ علیہ گذرے ہیں، اَن پڑھ تھے، لیکن! بڑے بڑے علماء اُن کے پاس جاکر اِستفادہ کرتے تھے، اصل چیز "تَعَلُّق مَعَ الله" ہے اُس کے حاصل کرنے کی کوشش کرو۔

سفر میں بھی کتابوں کا اِحترام

فرمایا: جب مَیں سفر میں جاتا ہوں اور کوئی دینی کتاب جھولے (تھیلے) میں رکھی ہوئی ہوتی ہے اور بھیڑ کی وجہ سے تھیلا کبھی سیٹ کے نیچے رکھنا پڑتا ہے اور سیٹ کے اُوپر بیٹھنا ہوتا ہے تو ضرورت اور حاجت کی وجہ سے اِس کی گنجائش ہے، لیکن! پھر بھی طبیعت گوارہ نہیں کرتی، اَچھا نہیں معلوم ہوتا کہ کتاب نیچے ہو اور ہم اوپر سیٹ پر بیٹھے ہوں، اِس لیے تھوڑی دیر تو میری کتاب جھولے میں رہتی ہے اور جب اِطمینان سے بیٹھ جاتا ہوں تو کتاب نکال کر اُسے اوپر رکھ لیتا ہوں۔

حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "الاشباہ والنظائر" کا دَرس دے رہے تھے، جس میں ایک عبارت آئی:

"إِذَا تَوَسَّدَ الْكِتَابَ فَإِنْ قَصَدَ الْحِفْظَ لَا يُكْرَهُ وَإِلَّا كُرِهَ"۔ (1)

ترجمہ: "اگر حفاظت کی غرض سے کتاب پر ٹیک لگالے تو گنجائش ہے مکروہ بھی نہیں، ورنہ مکروہ ہے"۔

---

(1) (الاشباہ والنظائر لابن نجیم، الفرع الاوّل، القاعدۃ الثانیۃ: الامور بمقاصدھا، الاوّل: فی بیان حقیقۃ النیۃ، ص ۲۴، طبع دار الکتب العلمیہ، بیروت)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اگر چہ گنجائش ہے، لیکن ! دل میں کھٹک سی معلوم ہوتی ہے۔

وَالْاِثْمُ مَاحَاكَ فِيْ صَدْرِكَ۔ ❷

کتاب میں تصویر دار کاغذ رکھنے کی ممانعت

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تفسیر کی کتاب "جلالین شریف" کا دَرس دینا شروع کیا، طالبِ علم نے کتاب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے پیش کی، اُس میں سبق کے مقام پر بہ طور نشان کے ایک پوسٹ کارڈ رکھا ہوا تھا جس میں تصویر بنی ہوئی تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیکھ کر فرمایا: واہ صاحب !!! کیا کہنے !! کتنے تعجب کی بات ہے !! "تفسیر" کی کتاب اور اُس میں تصویر دار کاغذ، کتا، بلی کی تصویر؟!! تصویر دار کاغذ اِس میں ہونا ہی نہیں چاہیے، اِسی طرح کتابوں کی جلد پر جو اَخبار چڑھایا جاتا ہے اُس میں بھی اِس کا لحاظ رکھنا چاہیے، اگر ایسا اَخبار چڑھا ہوا ہے تو اُس کی تصویر کو قلم سے مٹا دینا چاہیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ اگر کتاب میں نشان کے لیے پوسٹ کارڈ رکھا ہوتا تھا تو تصویر کا حصہ پھاڑ دیتے تھے، اور عموماً سادہ چھوٹا کاغذ رکھتے تھے، تصویر دار کاغذ ہرگز نہیں رکھتے تھے۔

اِسی طرح آج کل جو دستور ہے کہ اَخبار بچھا کر کوئی کھانے والی چیز اُس پر رکھ کر کھاتے ہیں، گویا اُس کو دسترخوان کے قائم مقام سمجھتے ہیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اِس سے بھی بہت اِحتراز فرماتے تھے۔

اِیثار سے کام لو ثواب ملے گا

"جلالین شریف" کا سبق شروع ہوا، ایک ساتھ تقریباً دس (۱۰) لڑکوں نے عبارت شروع کردی، ہر لڑکا عبارت پڑھنا چاہتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ارے! خاموش رہو، اِس میں بھی اِیثار سے کام لو، اِیثار کرنا سیکھو! ثواب ملے گا۔

حکومت کی ماتحتی میں مدرسہ چلانے کا نقصان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ لوگ ایک "مدرسہ اِسلامیہ" کی بابت مشورہ کی غرض سے

---

❷ (الصحیح لمسلم، کتاب البر والصلۃ والاداب، باب التفسیر البر والاثم، ج ۲، ص ۳۱۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

حاضر ہوئے، "مدرسہ اِسلامیہ" کے منتظم صاحب جنہوں نے مدرسہ قائم کیا اور دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم کا معقول نظم کر رکھا تھا، اور بورڈ سے لاحق کر کے سرکار سے کافی اِمداد لے کر مدرسہ کو کافی ترقی بھی دی تھی، "مدرسہ اِسلامیہ" کے اَساتذہ کی تنخواہیں سرکاری بورڈ سے ہی ملتی تھیں، اَساتذہ میں سے بعض حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں سے تھے، اور حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ گویا اُس مدرسہ کے سرپرست تھے، موجودہ منتظم صاحب اِس کی کوشش کر رہے تھے کہ اسکول کی مانتا ہائی اسکول تک کرادی جائے، (جس کے بعد اِدارہ حکومت کی ماتحتی میں ہوجاتا ہے) جب کہ اَبھی صورتِ حال یہ ہے کہ اِدارہ تو دینی اور "مدرسہ اِسلامیہ" کے نام سے ہے، تعلیم بھی دینی ہوتی ہے، لیکن! دنیاوی تعلیم کے ساتھ، البتہ! سرکار سے اِمداد (تنخواہیں) آتی ہے۔ہم جب چاہیں اِس اِمداد کو بند کر کے سرکار سے رشتہ منقطع کر سکتے ہیں، موجودہ حالات میں مدرسہ کی کافی عمارت ہوگئی ہے، "دَارُ الْاِقَامَۃ" ہے، "درجۂ حفظ" کی عمارت اور اُس کا مستقل شعبہ ہے، اور مدرسہ کے لیے حدود مدرسہ میں مسجد کی تعمیر کی بحث چل رہی ہے، اور اِسی سلسلہ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے مشورہ ہونا تھا۔

موجودہ منتظم صاحب حدودِ مدرسہ میں مسجد کے لیے قطعی راضی نہ تھے، بل کہ اُن کا خیال تھا کہ اسکول کی مانتا ہائی اسکول تک کرادی جائے، اور اُس کے لیے پوری تفصیل حکومت کو لکھ کر دینا پڑتی ہے کہ اسکول کی اِتنی عمارت ہے، اِتنے کمرے ہیں، سائنس روم ہے، ہال ہے، اُس کا معائنہ ہوتا ہے۔اُن کا خیال تھا کہ مسجد کی تعمیر دکھلانے سے ہائی اسکول کی مانتا رک جائے گی، کیوں کہ اُس کی حیثیت کالج کی نہیں مدرسہ کی سمجھی جائے گی، حال آں کہ یہ اسکول دراصل "مدرسہ اِسلامیہ" ہے، دنیا کے ساتھ دینی تعلیم کا فروغ اِس کا اَصل مقصد ہے، موجودہ صورتِ حال میں مسجد بننے کی صورت میں منتظم صاحب کی رائے کے مطابق ترقی رک سکتی ہے۔

سارے حالات جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے رکھے گئے، مختلف لوگوں نے مختلف باتیں کہیں۔حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے مشورہ دیتے ہوئے فرمایا: ایسی مانتا کو لے کر ہم کیا کریں جس میں ہم مسجد بھی تعمیر نہ کر سکیں؟!! جب اَبھی یہ حال ہے کہ اُس کی مانتا لینے کے سلسلہ میں مسجد کا ہونا رکاوٹ بن سکتا ہے تو مانتا ہوجانے کے بعد تو پتہ نہیں کیا ہو؟!! مدرسہ کے لیے مسجد بہت ضروری ہے، ہائی اسکول رہے یا نہ رہے، لیکن! مدرسہ میں مسجد ہونا ضروری ہے، بل کہ مَیں تو کہتا ہوں ایسی

جگہ پہلے مسجد بعد میں مدرسہ ہو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "مدینہ طیبہ" تشریف لائے تو سب سے پہلے مسجد تعمیر کرائی، صفہ اور اور اَصحابِ صفہ رضی اللہ عنہم کا وجود تو بعد میں ہوا (جس کی حیثیت مدرسہ کی تھی) مسجد پہلے بنی۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: منتظم صاحب تو پوری تفصیل عمارت کے نقشہ کے ساتھ لکھ کر دے چکے ہیں بل کہ دکھلا چکے ہیں۔ دینیات کا شعبہ یعنی "حفظ" وغیرہ کا شعبہ بالکل الگ چھوڑ دیا ہے، اِس کو اُس میں نہیں لیا، حکومت اُس میں دخل نہیں دے گی، اگر چہ دونوں کی عمارت ساتھ ہی ہے۔

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ایک بہت بڑے خدشے کا اِظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: شروع میں اِیسا ہی ہوتا ہے کہ "ہندی، انگریزی، عصری تعلیم" ثانوی درجہ میں ہوتی ہے، اَصل تعلیم "دینی" ہی ہوتی ہے، دنیاوی تعلیم اُس کے تابع ہوتی ہے، دونوں کے شعبے بھی الگ الگ کردیئے جاتے ہیں، لیکن! ہوتا یہ ہے کہ چوں کہ عموماً لوگوں کا رجحان دنیاوی تعلیم کی طرف زیادہ ہوتا ہے، اِس لیے غالب وہی آجاتی ہے، بل کہ رفتہ رفتہ دینی تعلیم برائے نام بل کہ ختم ہی ہوجاتی ہے، ہمارے سامنے اِس کی نظیریں موجود ہیں۔ منتظم صاحب آج موجود ہیں، اُن میں دینی جذبہ ہے، وہ دنیاوی تعلیم کے ساتھ دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں، مان لیجیے کل منتظم صاحب نہ رہے اور بجائے منتظم صاحب کے کوئی دوسرا آیا، حکومت کا کوئی آدمی آیا، وہ آتے ہی ستیاناس کردے گا، اور ایک ایک چیز پر قبضہ کرکے دینی چیزوں کو نکال باہر کرے گا، میرے سامنے ایک، دو نہیں کئی واقعات ہیں۔

"مدرسہ اِسلامیہ، فتح پور" کا حال

اَبھی کل ہی کی تو بات ہے، مَیں "مدرسہ اِسلامیہ، فتح پور" کی کمیٹی میں گیا ہوا تھا، وہاں بھی یہی صورتِ حال پیش آئی تھی، نتیجہ یہ ہوا کہ آج تک برابر جھگڑا رہتا ہے، شروع شروع میں مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے بڑی نیک نیتی اور اِخلاص سے "مدرسہ اِسلامیہ" میں انگریزی تعلیم باقاعدہ شروع کردی، حال آں کہ اُس مدرسہ میں اَصل تعلیم دینی ہی تعلیم تھی، انگریزی تو بعد میں مصلحتاً شروع کردی گئی، حکومت سے مانتا بھی مل گئی، ہائی اسکول تک کی منظوری ہوگئی، لیکن! رفتہ رفتہ نوبت یہ آگئی کہ پورے اسکول میں انگریزی تعلیم کا غلبہ ہوگیا، دینی تعلیم برائے نام رہ گئی،

پورے طور پر اُنہی کا دخل ہو گیا، مدرسہ کالج بن گیا، مدرسہ کے دینی طلباء کو اُن لوگوں نے دُور ایک طرف کونے میں جگہ دے دی، یہ وہ مدرسہ ہے جس میں مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی ﷫ پڑھاتے تھے، مَیں بھی اُسی میں پڑھاتا تھا، ہمارے زمانے تک یہ صورتِ حال رہی کہ مدرسہ ایک کونہ میں دُور کر دیا گیا، اور باقی عمارت کو کالج بنا دیا گیا۔ اور اب تو وہ پورا کالج بن گیا، پیچھا چھڑانا مشکل ہو گیا، حال آں کہ واقعۃً وہاں مدرسہ و مسجد سب موجود ہے، پوری عمارت و زمین مدرسہ ہی کی ہے۔ اب اگر اُن سے کہا جاتا ہے کہ: مدرسہ خالی کر دو! تو نہیں کرتے، اُن کو اُن کے مطلب کے لیے علیحدہ کافی زمین دی جا رہی ہے، تب بھی نہیں مانتے۔ اَبھی کل کی بات ہے کہ مسجد کا صحن بڑھانے کے لیے صرف ایک دو بالشت زمین کی ضرورت ہے، اُس میں جھگڑا ہو رہا ہے، وہ دینے کو تیار نہیں، کتنے اَفسوس کی بات ہے!! رونے کا مقام ہے!! سب کچھ مدرسہ کا، مدرسہ ہمارا، زمین ہماری اور وہ ہم کو نہیں مل رہی، ایسی ترقی اور ماننا کو لے کر ہم کیا کریں گے؟!! مولانا ظہور الحسن صاحب ﷫ نے جو کچھ کیا واقعی بڑی نیک نیتی و اِخلاص سے، خیر خواہی کے جذبہ سے کیا، لیکن! اُس کا اَنجام کیا ہوا؟!! دیکھ لو!! یہی خطرہ مجھے یہاں بھی ہو رہا ہے، منتظم صاحب آج موجود ہیں، اُن کے بعد اُن کی جگہ کوئی دوسرا آیا تو پھر کیا ہوگا؟!!

"فیض عام، کانپور" کا حال

"کانپور" میں "مدرسہ فیض عام" کا بھی یہی حال ہوا، شروع میں تو یہ ایک خاص دینی اِدارہ تھا، حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی ﷫ جیسے لوگ اُس میں پڑھاتے تھے، بعد میں اُس میں انگریزی اور عصری علوم داخل کر دیئے گئے، رفتہ رفتہ نوبت یہاں پہنچ گئی جو آج آپ کے سامنے ہے، اب تو "فیض عام" دینی مدرسہ نہیں انٹر کالج ہے، وہاں کوئی "قاعدہ بغدادی" اور ناظرہ پڑھانے والا نہیں، حال آں کہ شروع میں صرف دینی تعلیم ہوتی تھی اور حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی ﷫ جیسے لوگ اُس میں دَرس دیتے تھے، جب کچھ حالات میں تبدیلی آئی، حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی ﷫ نے استعفیٰ دے دیا، اور وطن جانے لگے، "کانپور" کے حاجی عبد الرزاق

وغیرہ حضرات نے حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کو روک لیا اور "جامع العلوم (پٹکا پور)" کی بنیاد ڈالی اور حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے تقریباً چودہ (۱۴) سال تک اُسی مدرسہ میں کام کیا۔

سرکاری بورڈ سے ملی ہوئی اِمداد کی حیثیت

بحث کے دَوران شرکاءِ مشورہ میں سے ایک صاحب نے عرض کیا کہ: مدرسہ کی عمارت جو بھی بنی ہے وہ تو سب سرکاری پیسے سے بنی ہے۔ زمین اگر چہ مدرسہ کی ہے، لیکن! عمارت چوں کہ حکومت کی اِمداد سے بنی ہے اِس لیے یہ عمارت بھی اُسی کی ہوگی، مسجد کا مسئلہ تو بعد کا ہے، پہلے یہ طے کیا جائے کہ یہ عمارت کس کی ہے؟!! کیوں کہ آج نہیں تو کل یہ مسئلہ کھڑا ہوگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تحقیق کر لی جائے۔ ایک صاحب بولے کہ: یہ تو یقینی بات ہے کہ اِس عمارت میں وہی رقم لگی ہے جو حکومت سے ملی ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سرکار جو مدد دیتی ہے وہ "مدرسہ اِسلامیہ" ہی کے لیے دیتی ہے اور "مدرسہ اِسلامیہ" یہی دینی مدرسہ ہے، سب ایک ہی ہے دو (۲) نہیں، لہٰذا یہ پیسہ بھی عربی مدرسہ ہی کے لیے ہوگا، البتہ! اب مانتا ہو جانے کے بعد ضرور خطرہ ہوگا کہ پورا اِدارہ اور اُس کی عمارت سب حکومت کی ماتحتی میں ہو جائے، وہ لوگ تو کاغذ میں لکھاتے ہی اِسی غرض سے ہیں کہ پورا اِدارہ اُن کے ہاتھ آ جائے، لیکن! اَبھی اُس کی موجودہ عمارت جس میں حکومت نے اِمداد کی ہے وہ سب مدرسہ ہی کی ہے۔

الغرض حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کی قطعی منشاء نہ تھی کہ اسکول میں ہائی اسکول تک کی مانتا کرا لی جائے یا دینی مدرسہ کو خالص اسکول اور کالج میں تبدیل کر دیا جائے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُس کو خالص دینی مدرسہ ہی رکھنا چاہتے تھے، جس میں دنیاوی تعلیم بھی ساتھ ساتھ ہو، لیکن! ضمناً وطبعاً اور اصل دینی مدرسہ اور دینی تعلیم ہی ہو۔

دینی مدارس میں دینی تعلیم کے ساتھ دنیاوی تعلیم کا طریقہ

زیرِ غور حالات میں حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی رائے کا اِظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ: دینی تعلیم

کے ساتھ یہ سلسلہ (یعنی حکومت کی دخل اندازی اور اُس سے مانتا لینے کا سلسلہ) ہونا ہی نہیں چاہیے، ورنہ کل رونا پڑے گا، اور سب کچھ ہمارے ہاتھ سے نکل جائے گا، بعد میں حکومت کا کوئی دوسرا افسر آئے گا وہ بڑا سخت مزاج ہوگا، تعصب برتے گا، سارے اِختیارات اور کاغذات اُس کے قبضہ میں ہوں گے، ایک ایک کو نکال کر باہر کرے گا، مدرسہ کا نام ونشان مٹ جائے گا، مدرسہ کالج بن جائے گا، ہم اِیسا موقع ہی کیوں آنے دیں؟!! اگر کسی کو کرنا ہی ہے اور حکومت سے مانتا لینی ہی ہے تو اُس کی یہ صورت تو ٹھیک نہیں کہ دونوں مشترک ہوں، بل کہ دونوں کو بالکل علیحدہ کردو، دونون کی عمارت بھی بالکل علیحدہ ہو، اِدھر کے لڑکے اُدھر اور اُدھر کے لڑکے اِدھر نہ آ جاسکیں، درمیان میں دیوار حائل کردی جائے، مدرسہ میں داخل ہونے کے لیے دونوں کا گیٹ بھی علیحدہ علیحدہ ہو، الغرض کسی قِسم کا تعلّق اور کسی نوع کی شرکت دونوں کے درمیان نہ ہو، اِس طرح حکومت کی مانتا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، ورنہ مخلوط انگریزی تعلیم کا دینی مدارس میں بہت خراب اَثر پڑتا ہے، اور اگر مدرسہ میں انگریزی تعلیم کرنی ہی ہے تو اُس کو تابع کر کے رکھنا چاہیے، اِس طرح کہ ایک گھنٹہ اور ایک سبق اُس کا بھی ہو جیسا کہ "ندوہ" وغیرہ میں ہے، خالص انگریزی کورس نہ ہو، جیسا کہ اسکولوں اور کالجوں میں ہوتا ہے۔

بدعتیوں کے مدرسہ کی تعلیم

فرمایا: ایک بدعتی مولوی صاحب یہاں آئے تھے، درجوں میں اَسباق میں بھی بیٹھے اور بہت غور سے سبق سنا، تعجب سے دیکھتے رہے کہ اِتنی تحقیق سے یہاں پڑھائی ہوتی ہے، ہر ہر لفظ کا پورا ترجمہ اور مطلب بیان کیا جاتا ہے، ضمیر کے مرجع کو ظاہر کیا جاتا ہے۔ وہ صاحب کہنے لگے کہ: کیا یہاں ایسے ہی پڑھائی ہوتی ہے؟!! مَیں نے کہا: جی ہاں! کہنے لگے: ہمارے مدرسوں میں تو ایسی نہیں ہوتی، بس ترجمہ بھی ایسا ہی کرادیا جاتا ہے، ضمیر کے مرجع کے بارے میں کبھی بات سامنے آئی، اُستاد شاگرد کی رائے میں اِختلاف ہوا، اُستاد نے ترجمہ کیا شاگرد نے کہا کہ: ضمیر کا مرجع یہ نہیں، یہ معلوم ہوتا ہے، اُستاد فرماتے ہیں کہ: ایسا ہی ہوگا۔ دوسرے طالبِ علم نے کہا کہ: ایسا نہیں ہے، یہ معلوم ہوتا ہے، تو اُستاد صاحب فرماتے ہیں کہ: ایسا ہی مان لو یہی صحیح ہوگا۔

الغرض! ضمیر کے مرجع کے بارے میں کوئی بات طے نہیں ہو پاتی، طلباء کی شوریٰ ہوتی ہے، طلباء کی اَکثریت جس کو کہہ دے وہی ضمیر کا مرجع ہوتا ہے، اور اُستاد صاحب اُس کی تصدیق کر دیتے ہیں کہ: ہاں! یہی صحیح ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس اَنداز سے تو اُن کے یہاں تعلیم ہوتی ہے، ارے! تعلیم کیا ہوتی ہے وہاں تو صرف تقریر کرنا، تقریروں میں گالی بکنا سکھایا جاتا ہے۔

طبیعت ٹھیک نہیں رہتی تو ضروری تعلیم حاصل کر کے تعلیم بند کر دیجیے، کچھ کام کیجیے

ایک طالبِ علم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مدرسہ میں پڑھتے تھے، آب وہوا کے موافق نہ ہونے کی وجہ سے اکثر بیمار رہتے تھے۔ اُنہوں نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جب تمہاری طبیعت ٹھیک نہیں رہتی، مستقل بیمار رہتے ہو تو تعلیم چھوڑ دو، بس! ضروری تعلیم حاصل کرلو، تجوید پڑھ لو تاکہ قرآن پاک صحیح ہو جائے، مسئلے مسائل کی ضروری کتابیں پڑھ لو، اور علاقہ میں جا کر کام کرو۔ طالبِ علم نے عرض کیا کہ: "تجوید" تو پڑھ چکا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اَچھا! اَبھی تو گھر جاؤ، صحت ہو جائے تو پھر یہیں آ کر پڑھنا، ورنہ وہیں کسی جگہ پڑھ پڑھا لینا، اِتنا پڑھ لیا کافی ہے، کسی مدرسہ میں پڑھانا شروع کر دو۔

ایک خطرہ کی بات

ایک مدرسہ کا اور مدرسہ کے ایک بڑے جید عالم کا تذکرہ کسی ضرورت سے آ گیا، درمیان گفتگو اُن کی صلاحیت کی بڑی تعریف فرمائی، اور فرمایا کہ: بس! ڈر اِس بات کا لگتا ہے کہ یہ لوگ علاقائی اور صوبائی بنایاد پر پارٹی بنا کر بہت جلد فتنہ کھڑا کر دیتے ہیں، کئی جگہ اِس کا بہت تلخ تجربہ ہو چکا ہے، بس! اِسی کا خطرہ لگتا ہے۔ ارے! سب مسلمان بھائی بھائی ہیں، علاقہ کی بناء پر تفریق کیسی؟!!

تیسرا باب

(اِصلاحِ نفس)

وعظ و نصیحت کی باتیں ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے

فرمایا: جب بھوک لگتی ہے کھانا ہمیشہ کھایا جاتا ہے، پیاس لگتی ہے تو ہمیشہ پانی پیا جاتا ہے، بیمار ہوتا ہے ہمیشہ علاج کیا جاتا ہے، تو روحانی بیماریوں کا علاج کیا ہمیشہ نہیں ہونا چاہیے ؟!! روحانی بیماریوں کا علاج یہی وعظ و نصیحت کرنا ہے، اِس کو بھی ہمیشہ کرتے رہنا چاہیے، کیا وعظ و نصیحت صرف چند روز کر لینا کافی ہے؟!! ہرگز نہیں !! لیکن ! چند بار نصیحت کر لینے کو کافی سمجھ لیا جاتا ہے، اِسی میں اِنسان مارا جاتا ہے، اُس کا مرض بڑھتا جاتا ہے، اور علاج ہوتا نہیں، حتّٰی کہ وہ ہلاک ہو جاتا ہے۔

اپنی محنت و کوشش کے بغیر کچھ نہ حاصل ہو گا

فرمایا: جب تک آدمی خود کوشش نہیں کرتا کسی کام میں اُس کو ترقی نہیں ہوتی۔ مثلاً: ایک آدمی بھوکا ہے، پیاسا ہے، اگر کوئی اُس کی مدد کرنا چاہتا ہے، اُس کو کھانا کھلانا چاہتا ہے، تو کس طرح اُس کی مدد کر سکتا ہے؟!! یا کوئی شخص ننگا ہے، اُس کے پاس کپڑے پہننے کے نہیں ہیں، اُس کو کوئی کپڑے پہنانا چاہتا ہے اور اُس کی مدد کرنا چاہتا ہے تو اُس کی مدد کی کیا صورت ہو سکتی ہے؟!! مدد کرنے والا صرف یہی کر سکتا ہے کہ کھانا لا کر اُس کے سامنے رکھ دے گا، کپڑے اُس کو دے دے گا، بس! اِتنا ہی تو کر سکتا ہے، اُس کے بعد کھانا تو خود اُسی کو پڑے گا، کچھ کام تو اُس کو بھی کرنا پڑے گا، جب ہی تو اُس کا پیٹ بھر سکتا ہے۔ یا مثلاً: ڈاکٹر مریض کا علاج کرنا چاہتا ہے، تو ڈاکٹر اِتنا ہی کرے گا کہ نسخہ لکھ کر دے دے گا، دوا نکال کر دے دے گا، زیادہ خیر خواہی کرے گا تو اپنی فیس اور دوا کے پیسے نہ لے گا، بس! اِتنا ہی تو کر سکتا ہے یا دوا بھی اپنے ہاتھ سے کھلائے گا؟!! یا کوئی شخص راستہ بھول گیا دوسرا کوئی آدمی اُس کو صرف راستہ ہی بتلا سکتا ہے آگے چلنا تو اُسی کو پڑے گا، یا کوئی اُس کے بدلے خود چلے گا بھی؟!! دوسرے کے کھانا کھا لینے سے خود اُس کا پیٹ

نہیں بھرتا جب تک کہ وہ خود نہ کھائے، دوسرے کے چلنے سے وہ منزل مقصود تک نہیں پہنچ سکتا جب تک کہ وہ خود نہ چلے، جس طرح دنیا کے معاملات میں سوچا جاتا ہے اِسی طرح دین اور آخرت کے بارے میں بھی تو سوچنا چاہیے، آخرت کے جو اُمور ہیں اُن کو اِختیار کرنے سے ہی آخرت بنے گی، جنّت ملے گی، محض دوسروں کے کرنے سے کچھ نہ ہوگا، جب تک خود کچھ نہ کرے۔

بغیر مجاہدہ وریاضت کے کمالات کی صلاحیت نہیں پیدا ہوتی

"بخاری شریف" کا دَرس دیتے ہوئے اِرشاد فرمایا: حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شروع میں وحی کی آمد سے قبل خلوت میں رہتے تھے، اُس وقت خلوت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو نہایت محبوب تھی، "غارِ حراء" میں جا کر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عبادت وریاضت اور مجاہدہ کرتے تھے۔ [1]

اِس سے معلوم ہوا کہ کمال حاصل کرنے کے لیے پہلے اپنے اَندر اُس کی صلاحیت پیدا کرنا ضروری ہے، جب صلاحیت پیدا ہوگی تب ہی کمال حاصل ہوگا۔ صوفیاء کرام بھی اِسی لیے مجاہدات کراتے ہیں، دیکھیے! وحی کا نزول تو بعد میں ہوا، خلوت کے ذریعہ مجاہدہ پہلے ہوا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ وحی اِلٰہی اور قرآن پاک کے اَنوار وبرکات اُسی وقت حاصل ہوں گے جب کہ خلوت میں عبادت وریاضت کے ذریعہ پہلے اپنے اَندر صلاحیت پیدا کرلے، اُسی وقت اِس کے اَنوار وبرکات کا اَثر ہوگا، ورنہ کورا کا کورا ہی رہے گا، صرف لکھ پڑھ لینے سے کچھ نہیں ہوتا، آج اِن چیزوں کی کوئی اَہمیت نہیں سمجھی جاتی۔

ایسی عبادت، عبادت نہیں جس میں گھر والوں کی حق تلفی ہو

اِسی ضمن میں فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غارِ حرا میں توشہ لے کر جایا کرتے تھے، بسا اَوقات کئی کئی روز تک "غارِ حرا" میں قیام فرماتے، توشہ ختم ہوتا تو پھر گھر تشریف لے جاتے، بغیر اِجازت کے نہ جاتے تھے۔

اِس سے معلوم ہوا کہ گھر والوں کا بھی حق ہے کہ اُن کے پاس رہا جائے، رات میں بیوی کے پاس رہنا اُس کا حق ہے، اُس کی حق تلفی کر کے عبادت کرنا درست نہیں، ایسی عبادت، عبادت نہیں جس میں بیوی کی حق تلفی کی جائے، اِس لیے جہاں بیوی کا حق ہو وہاں بیوی سے اِجازت لینا ضروری ہے۔

---

[1] (صحیح البخاری، باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۱، ص ۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

مجاہدہ کا مطلب

فرمایا: مجاہدہ کا یہ مطلب نہیں ہوتا کہ آدمی کھانا پینا اور اپنے نفس کی مرغوبات کو چھوڑ دے، اپنے کو مصیبت اور نفس کو مشقت میں ڈالے، یہ چیزیں شرعاً پسندیدہ نہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم "غارِ حراء" میں تشریف لے جاتے تھے، لیکن! ساتھ میں توشہ یعنی کھانا، پینا ساتھ لے کر جاتے تھے۔ اِس سے معلوم ہوا کہ کھانا، پینا اور اُس کا اِنتظام رکھنا توکل اور مجاہدہ کے خلاف نہیں۔ البتہ! ریاضت اور مجاہدہ میں تنعم پرستی کو چھوڑ دیا جاتا ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے:

اِيَّاكُمْ وَالتَّنَعُّمَ فَاِنَّ عِبَادَ اللّٰهِ لَيْسُوْا بِالْمُتَنَعِّمِيْنَ۔ (1)

ترجمہ: "تنعم پرستی سے بچو کیوں کہ اللہ کے نیک بندے عیش پرست، تنعم پرست نہیں ہوتے"۔

تنعم پرستی یہی ہے کہ: ہر وقت عمدہ سے عمدہ کھانے پینے ہی کی فکر رہے، اِس کے سوا کچھ مشغلہ نہیں، عیش پرستی میں منہمک ہو کر اللہ سے بھی غافل ہو جائے، ہر وقت راحت و آرام اور عمدہ کھانے کی فکر سوار رہے، یہ ضرور مجاہدہ کے خلاف ہے، حدیث پاک میں اِس کی ممانعت ہے۔

پہلے جو مجاہدہ کرتا ہے وہ مجاہدہ کرواتا ہے

فرمایا: پہلے آدمی خود پستا ہے بعد میں دوسروں کو پیستا ہے یعنی پہلے خود مجاہدہ کرتا ہے پھر دوسروں سے مجاہدہ کراتا ہے، جب پہلے خود کو پیس لیتا ہے اور مجاہدہ کر لیتا ہے تب باطل کو پیستا ہے اور دین کو بلند کرتا ہے۔ لیکن! آج اگر کوئی پسے تو کیوں؟!! یہ ذلّت برداشت کیوں کرے؟!! اَندر "تکبر" بھرا ہوا ہے، ذرا بھی مجاہدہ برداشت نہیں ہوتا، فوراً زبان پر یہ لفظ آتا ہے کہ ہماری توہین کر دی، ہم کو ذلیل کر دیا، اَدنیٰ مجاہدہ نہیں کر سکتے، ذرا سی بات برداشت نہیں کر سکتے، محنت مجاہدہ کرنا جانتے نہیں، ترقی ہو تو کیسے ہو؟!!

---

(1) (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف همزه، الکتاب الثالث فی الاخلاق، الباب الاول، الفصل الثانی فی تعدید الاخلاق المحمودة، ج ۳، ص ۱۹۲، طبع موسسة الرسالة، بیروت)

گم نامی کی زندگی بہتر ہے

فرمایا: مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے کچھ کام نہیں کر پاتا، جہاں لکھنے بیٹھتا ہوں کوئی نہ کوئی آجاتا ہے، جب سے یہ بس چلنے لگی اور زیادہ پریشانی ہوگئی، جس زمانہ میں بس نہ چلتی تھی بہت کم لوگ آتے تھے۔ حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ "نومیل" (ایک مقام کا نام ہے) سے "ہتورا" کئی مرتبہ پیدل تشریف لائے ہیں، مَیں حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بار بار عرض کرتا کہ: دعا کر دیجیے کہ سڑک بن جائے، اور "ہتورا" تک بس آنے لگے، مفتی صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے: مَیں کبھی دعا نہیں کروں گا، بس چلے گی تو بھیڑ جمع ہوجائے گی، پریشان ہوجاؤ گے۔ اُس وقت تو سمجھ میں نہیں آیا، لیکن! اب سمجھ میں آرہا ہے کہ جب بس چلنے لگی بالکل بے بس ہوگیا، کچھ کام ہی نہیں کر پاتا، پہلے تھوڑے لوگ ہوا کرتے تھے، تھوڑی دیر میں سب کا کام کر دیا اور اپنے کام میں لگ گیا، اب تو بھیڑ کی بھیڑ آتی ہے، کام تو گم نامی میں ہوتا ہے، شہرت کے بعد کام نہیں ہو پاتا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال

فرمایا: حضرت ناظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ (حضرت مولانا اَسعد اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے پیر و مرشد) کا مزاج یہ تھا کہ ہر آنے والے سے اُسی کے حال و مزاج کے موافق گفتگو فرماتے تھے، کاشتکار آتے تو کھیتی، اور کاشتکاری کی باتیں کرنے لگتے، شاعر آتا تو شعر و شاعری کی باتیں کرنے لگتے، انگریزی دان آتا تو اُس سے انگریزی میں باتیں کرنے لگتے، معلوم ہوتا کہ کوئی "بی اے، ایم اے" کا ماہر بات کر رہا ہے، بہت روانی سے بے تکلف انگریزی بولتے تھے، لیکن! لکھتے کبھی نہ تھے، انگریزی سے نفرت کرتے تھے، قادر الکلام تھے، لیکن! بلاضرورت اُس کا اِستعمال نہ فرماتے تھے۔

حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا حال

فرمایا: حضرت مولانا حبیب الرحمٰن صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کے مرید تھے، کثرت سے خدمت میں حاضر ہوتے تھے، کچے مکان میں رہتے تھے، بڑی کوشش کے بعد پختہ مکان بنوایا، اور حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کو

اِطلاع دی کہ: مکان بن گیا۔ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پختہ مکان بن گیا بڑی خوشی کی بات ہے، راحت کا مکان ہے اللہ کی بڑی نعمت ہے، لیکن! مجھے تو یہی پسند ہے کہ کچا مکان ہوتا، بارش ہوتی تو کبھی چار پائی اِدھر کھسکاتے کبھی اُدھر کھسکاتے۔ (اِس حالت پر اللہ کو پیار آتا ہے، یہ حضرت شاہ عبد القادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ کا طبعی مزاج تھا۔)

دل سے ذکر جاری ہونے کا مطلب

فرمایا: پابندی سے ذکر کرتے کرتے کبھی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ اُس کے قلب سے ذکر جاری ہونے لگتا ہے، اُس کا قلب ہر وقت اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے، کبھی اُدھر سے غافل نہیں ہوتا، اپنے دل سے وہ ہر وقت اللہ کو یاد کرتا ہے، وہ کسی بھی کام میں لگا ہو اُس کے سارے اَعضاء، "ہاتھ، پیر، آنکھ، کان، زبان" ہر ایک اپنے اپنے کام میں مشغول ہوں، لیکن! دل اللہ کی طرف متوجہ رہتا ہے، "لطائفِ سِتَّۃ" جس کے جاری ہوتے ہیں اُس کو یہ بات نصیب ہوتی ہے، کثرتِ ذکر کی بہ دولت اللہ پاک یہ مقام نصیب فرما دیتا ہے۔

ایک بزرگ کا واقعہ

ایک بزرگ کا قصہ لکھا ہے کہ: وہ چلے جارہے تھے، کچھ مریدین اور خدام ساتھ تھے، جاتے جاتے اک دم سے ایک دکان کے پاس ٹھر گئے، دکان دار کو کھڑے دیکھتے رہے، دکان دار اپنے کام میں مشغول تھا، نہ لینا نہ دینا، نہ کوئی گفتگو کی، تھوڑی دیر ٹھہر کر آگے چل دیئے۔ بعض خدام نے اِس کی وجہ پوچھی؟!! اُن بزرگ نے فرمایا: مَیں اِس دکان دار کو دیکھ کر تعجب کر رہا ہوں کہ یہ شخص کتنا مصروف ہے، اور اِس کی زندگی کتنی مشغول ہے، یہ سامان لاؤ، وہ سامان لاؤ، ہاتھ پیر زبان سب مشغول ہیں، لیکن! اِس کا قلب ایک آن بھی اللہ کی طرف سے غافل نہیں، ہر آن، ہر لمحہ اللہ کی طرف متوجہ ہے، اللہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا۔ ایسے بھی اللہ کے بندے گذرے ہیں۔ اللہ ہمیں بھی ایسا بنا دے۔ (آمِین)

نماز میں غیر اِختیاری خیالات کا آنا خشوع کے منافی نہیں،

خطرات ووَساوِس کا علاج

ایک بڑے میاں جو کافی معمر تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: نماز میں گندے گندے خیالات و وساوس بہت آتے ہیں، اِس کی وجہ سے بڑی بے چینی رہتی ہے، نماز میں جی نہیں لگتا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو تسلی دی اور فرمایا کہ: اِس سے کوئی نہیں بچا، نماز میں طرح طرح کے خیالات ہر ایک کو آتے ہیں، اور یہ کوئی خشوع کے منافی نہیں۔ قلب کی مثال تو سڑک کی سی ہے، اُس میں گدھا بھی چلتا ہے، آدمی بھی چلتے ہیں، کتا، بلی، بیل اور تمام جانور سڑک سے گذرتے ہیں، اب اگر کوئی شخص اُن گذرنے والوں کو چھیڑنے لگے اور اُس سے تعرض کرے کہ یہاں سے کیوں گذرتے ہو؟!! تو کیا اُس کا راستہ طے ہو سکتا ہے؟!! ہرگز نہیں!! ارے! وہ اپنے راستے جا رہے ہیں تم اپنے راستے جاؤ، اُن کو چھیڑتے کیوں ہو؟!! تم تو چلتے چلے جاؤ، کتا گذرتا ہے تو گذرنے دو، بلی گذرتی ہے تو گذرتی رہے، چھیڑو گے تو خود پریشان ہو گے۔ یہی حال خطرات اور وساوس کا بھی ہے، قلب تو گویا ایک سڑک اور گذرگاہ ہے، اِس میں طرح طرح کے خیالات گذرتے ہیں تو گذرنے دو تم اپنے کام میں لگے رہو، اِن خیالات کے پیچھے نہ پڑو، نہ اِن کو چھیڑو، چھیڑو گے تو پریشان ہو گے۔

نماز میں خشوع کی حقیقت اور اُس کے حاصل کرنے کا طریقہ

فرمایا: نماز میں جو خیالات اَزخود آجاتے ہیں اُن کی طرف توجہ نہ کرنی چاہیے، نہ ہی اُن کو دفع کرنے کی کوشش کرنی چاہیے، دفع کرو گے تو اور بڑھیں گے، بل کہ نماز میں جو کچھ پڑھ رہا ہے اُس کے الفاظ و معانی اور ترجمہ میں غور کرے، دوسری طرف سے توجہ خود ہٹ جائے گی، اِسی کا نام "خشوع" ہے۔ "خشوع" اِس کو نہیں کہتے کہ نماز میں کسی قِسم کا خیال ہی نہ آئے، نماز میں اِستغراقی کیفیت ہو جانے کا نام خشوع نہیں ہے کہ دنیا و مافیہا کی بھی خبر نہ رہے، اِس کو تو اِستغراق کہتے ہیں، یہ مطلوب نہیں، اگرچہ بعض اللہ کے بندوں کو یہ بھی حاصل ہوتا ہے، لیکن! یہ "خشوع" نہیں جو کہ

مطلوب ہے، "خشوع" کے لیے اتنی بات کافی ہے کہ نماز میں جو کچھ پڑھ رہا ہے اُس کے الفاظ و معانی میں دھیان لگائے رکھے، اگر کبھی توجہ ہٹ بھی جائے تو پھر دوبارہ الفاظ و معانی میں غور کرنے لگے، درمیان میں بے توجہی و غفلت کا جو وقفہ ہوگا اُس میں کوئی حرج نہیں، یہ غیر اِختیاری چیز ہے، دو (۲) توجہ کے درمیان جو غفلت ہوگی وہ بھی توجہ کے حکم میں ہوگی، بس! شرط یہ ہے کہ اَز خود اِدھر اُدھر کے خیالات نہ سوچنے لگے، بل کہ قرآن کے الفاظ و معانی میں غور کرے، اگر کبھی ذہن ہٹ جائے تو دوبارہ پھر غور کرنا شروع کر دے، بس! اِسی کا نام خشوع ہے، زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ورنہ خیالات تو ہر ایک کو آتے ہیں کوئی اِس سے بچا نہیں۔

"تکبر" ایک مہلک مرض اور اُس کا علاج

فرمایا: "تکبر" اِتنا بڑا اور برا مرض ہے کہ ہر مرض کا تو علاج ہے، لیکن! "تکبر" کا علاج نہیں۔ یہ مطلب نہیں کہ "تکبر" کا علاج موجود نہیں، علاج تو ہے لیکن! متکبر اپنا علاج کراتا نہیں، کیوں کہ علاج تو وہ کراتا ہے جو اپنے کو مریض سمجھے، مکتبر اپنے کو مریض ہی نہیں سمجھتا وہ تو اپنے کو اَچھا اور صحت مند سمجھتا ہے، پھر کیوں علاج کرانے لگے گا؟!! لیکن! اگر واقعی کوئی اپنی اِصلاح چاہتا ہے تو آج بھی اِس کا دروازہ کھلا ہوا ہے، اُس کا طریقہ اِختیار کرے، کسی مصلح سے اِصلاحی تعلّق قائم کرے، جو بات اُس سے کہی جارہی ہے سمجھے کہ اِسی میں ہماری بھلائی ہے، نفس اِتنی جلدی سے قابو میں آنے والا نہیں ہے، جب نفس کے خلاف کوئی بات ہوگی اُس کی ذلّت ہوگی، چیں چیں کرنے لگے گا، لیکن! تم اُس کو چوں نہ کرنے دو، چیں چیں کرتا ہے تو کرنے دو، شروع میں تو کچھ دن مجاہدہ کرنا پڑتا ہے، ذرا کسی نے کچھ کہہ دیا تو نفس میں تکبر پیدا ہوتا ہے، لیکن! آہستہ آہستہ جب اُس کو قابو میں کرلیا جائے گا، تو عادت پڑ جائے گی، لیکن! پھر بھی چوکنا ہر وقت رہنا پڑے گا، یہ نفس کبھی اِنسان کا ساتھ نہیں دے سکتا، اِس کو تو جہاں موقع ملے گا اپنا اَثر دکھائے گا، شیطانی حرکت کرائے گا۔ خواجہ عزیز الحسن مجذوب رحمہ اللہ کا شعر ہے۔

دلا نفس کا اَژدہا اَبھی مرا نہیں   اِدھر غافل ہوا نہیں اُدھر اُس نے ڈسا نہیں

یہی تو کمال ہے کہ غصہ آئے پھر صبر و سکوت کرے

فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بعض لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر اعتراض کیا تھا کہ: جہاد میں جو مالِ غنیمت تقسیم کیا گیا ہے اُس میں اِنصاف سے کام نہیں لیا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سخت تکلیف ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِرشاد فرمایا: اللہ موسیٰ علیہ السلام پر رحم کرے! وہ اِس سے بھی زائد تکلیف پہنچائے گئے تھے۔ [1]

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِعتراض سے کوئی بچا نہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑا کون ہوگا؟!! آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بھی لوگوں نے اِعتراض کیا، پھر جب حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سب سے بڑے اور اُمّتی سب سے اَدنیٰ، اگر کسی اُمّتی پر اِعتراض کیا جائے یا اُس کو سخت باتیں کہہ دی جائیں تو اُس کو بھی وہی کرنا چاہیے جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا قصہ اور اُن کی تکلیف اور اُس پر صبر کو یاد کیا، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اِس واقعہ سے ہم کو سبق سکھلا دیا کہ جب تم پر ایسے حالات آئیں تو تم کو بھی یہی کرنا چاہیے کہ اپنے پہلوں کے حالات دیکھو، اُن کے واقعات سے عبرت حاصل کرو، اُنہوں نے کس طرح صبر کیا تم بھی اُسی طرح صبر کرو، اِنتقام نہ لو، اپنے جذبات کو اُبھارو نہیں، طبعی طور پر غصہ ضرور آتا ہے، تکلیف بھی ہوتی ہے لیکن! جب ہی تو صبر ہوتا ہے، اور اِسی پر تو اَجر کا وعدہ ہے، ترقی تو اِسی سے ہوتی ہے، ورنہ پھر ثواب ہی کس چیز کا؟!! اگر غصہ ہی نہ آئے تو پھر کون سا کمال ہے؟!! کمال کی بات تو یہ ہے کہ غصہ آئے پھر صبر کرے، ایک نامرد کہے کہ مَیں بدنگاہی، بدکاری نہیں کرتا، اِس میں اُس کا کیا کمال ہے؟!! کمال تو یہ ہے کہ قوّت ہو، تقاصہ ہو، پھر بھی اپنے کو بچالے، چھوٹوں کا کام تو اِعتراض کرنا ہے، بڑوں کا کام وہ ہے جو بڑے کرکے دکھلا گئے، یعنی صبر کرنا اور اِنتقام نہ لینا۔ اللہ ہم سب کو توفیق نصیب فرمائے۔ (آمِین)

نسبت اِجازت وخلافت کی حقیقت

منطق کی مشہور کتاب "قطبی" کا سبق پڑھاتے ہوئے اِرشاد فرمایا کہ: لفظِ "ھوَ" موضوع اور محمول کے درمیان رابطہ ہے، یعنی موضوع اور محمول کے درمیان ربط لفظِ "ھوَ" کے ذریعہ ہوتا ہے،

---

[1] (صحیح البخاری، کتاب فرض الخمس، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یعطی المؤلفۃ قلوبہم وغیرہم من الخمس ونحوہ، ج ۱ ص ۴۴۶، طبع یادگار شیخ، کراچی)

ربط کا واسطہ وذریعہ یہی لفظِ "ھوَ" بنتا ہے، اِسی وجہ سے اِس لفظ ہی کو رابطہ کہنے لگے، یہی مطلب ہوتا ہے "تَسْمِيَةُ الدَّالِ بِاسْمِ الْمَدْلُوْلِ" کا، یعنی مدلول پر جوشئ دلالت کرنے والی تھی دراصل وہ نسبت ہے، لیکن! اُس پر دلالت کرنے والا لفظِ "ھوَ" ہے اِسی لیے اِس کو رابطہ اور نسبت کہہ دیا۔

یہ ہے نسبت کی حقیقت!! جو شخص کسی کے ساتھ رہتا ہے، اُس کو اُس سے نسبت قائم ہوجاتی ہے، اُس سے رابطہ ہوجاتا ہے، اُس کے اَخلاق وعادات اُس کے اَندر منتقل ہوجاتے ہیں، جو باتیں اُس کے اَندر پائی جاتی ہیں وہ اُس کے اَندر پائی جانے لگتی ہیں، اِسی کا نام ہے نسبت کہ فلاں کو فلاں سے نسبت اور رابطہ ہے یعنی جو کام فلاں شخص کرتا تھا وہی کام یہ بھی کرتا ہے، اور اِسی کا نام ہے "خلافت" یعنی جو اَخلاق وعادات شیخ کے اَندر پائے جاتے تھے وہ اِس کے اَندر بھی پائے جانے لگے، تو اب یہ خود شیخ ہوگیا، شیخ کی نسبت وعادت اور شیخ کے اَخلاق اِس میں بھی منتقل ہوگئے، تو گویا یہ اپنے شیخ کے قائم مقام ہوگیا، اِسی کا نام ہے "خلافت"۔ لیکن! یہ حقیقت آج کل کون دیکھتا ہے؟!! اب تو بازار گرم ہے۔

فَائِدَہ: حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سمجھانے کے لیے مثال دی ہے، اُسی کے قریب حکیم الامّت حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ بھی تحریر فرمایا، البتہ! اُس میں یہ اِضافہ بھی فرمایا ہے کہ: شیخ کے اَندر خداداد اِصلاح وتربیت کی صلاحیت واِستعداد موجود ہوتی ہے، لہٰذا مصلح وشیخ (خلیفہ) کے اَندر اُس کا ہونا بھی ضروری ہے، محض صالح اور خلیق ہونا شیخ و مصلح بننے کے لیے کافی نہیں۔ نیز یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ: نائب اور خلیفہ کا اپنے شیخ کے جملہ صفات سے متصف ہونا ضروری نہیں۔

اپنے چھوٹوں کے سامنے بھی اپنے بڑوں کی خدمت اور اُن کا اِحترام

فرمایا: حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رائے پوری رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجہ کے بزرگ اور خلیفہ ہیں، اُن کے مریدین کا بڑا حلقہ تھا، لیکن! اِس کے باوجود حضرت قاری عبدالرحمٰن صاحب پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے، اور اُن کی مجلس میں جاکر بیٹھا کرتے تھے، اُن سے اِستفادہ کرتے تھے، اور اُن کو ذرا بھی اِحساس نہ ہوتا تھا کہ مَیں اپنے مریدین اور شاگردوں کے ساتھ ہوں، اِن کے سامنے اِس طرح چھوٹا بن کے رہوں گا تو میری شان کے خلاف ہوگا، اِس کا خیال بھی نہ ہوتا تھا۔

احقر راقم الحروف عرض کرتا ہے کہ: صاحبِ ملفوظ حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مزاج اور یہی عادت تھی، بڑوں کی خدمت میں خود حاضر ہوتے، اِستفادہ کرتے، اپنے چھوٹوں کے ہوتے ہوئے بھی اپنے بڑوں کی خدمت کرتے، اور ذرا بھی اِس میں عار نہ فرماتے۔ ایک مرتبہ اپنے اُستاد حضرت اَقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں "سہارن پور" تشریف لے گئے، اَحقر اُس وقت "مظاہر العلوم" میں زیرِ تعلیم تھا، حضرت اَقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا کہ طلباء کی موجودگی میں حضرت اَقدس مفتی محمود حسن صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبا رہے ہیں۔

اِسی طرح "ہردوئی" حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہ کثرت تشریف لے جاتے اور اپنے مریدین اور شاگردوں کی موجودگی میں بھی حضرت مولانا شاہ ابرار الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے پیر دبایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ہم کو بھی اپنے بڑوں کا ادب نصیب فرمائے۔ (آمین)

مخلوق کی خدمت و راحت کا خیال

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ رات کو بہت کم سوئے تھے، اور طبیعت بھی صحیح نہیں تھی، مہمانوں کا بڑا ہجوم تھا، جن میں اکثر تعویذ کے لیے آئے تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ بہت پریشان تھے، تدریس کے ساتھ مہمانوں کا کام بھی کرنا تھا، صبح سے اب تک ایک بجنے جا رہا تھا اور ایک لقمہ کھانے کا موقع نہیں ملا۔

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حضرت! وقت متعین نہ ہونے سے یہ پریشانی ہوتی ہے، آپ ہی تو ہیں کہ جو بھی جب آیا فوراً اُس کا کام اُسی وقت کرتے ہیں، تعویذ لکھنے کا وقت متعین کر دیجیے اور اعلان کر دیجیے کہ اِس وقت تعویذ ملے گا، ہر کام وقت پر ہو، لوگ آئیں تو ٹھہریں اور وقت ہی پر اُن کا کام کیا جائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: آرام کرنے کا کس کا جی نہیں چاہتا؟!! لیکن! تم بتاؤ کیا یہاں کے حالات ایسے ہیں کہ وقت متعین کیا جا سکے؟!! کھانے پینے کی کتنی پریشانی ہوگی؟ سواریوں کی کتنی دقت ہے؟ اور جگہ تو ہوٹل ہیں، سواریوں کی آسانیاں ہیں، جب چاہا چلے گئے، لیکن! یہاں کتنی پریشانی ہے؟!! یہاں پر کیسے وقت متعین ہو سکتا ہے؟!! لوگ پریشان ہو جائیں گے، اِس لیے اُن کو جلدی فارغ کر دیتا ہوں۔

سوانح لکھنے کی بابت حضرت رحمہ اللہ کا مزاج

"سوانحِ عمری" لکھنے کا تذکرہ چل رہا تھا۔ حضرت رحمہ اللہ نے فرمایا: "سوانح" اِس واسطے لکھی جاتی ہے کہ بعد کے لوگ اُن کے حالات و واقعات پڑھ کر متأثر ہوں، اُس سے عبرت حاصل کریں، مَیں نے بھی "سوانح" لکھی ہے، لیکن! کچھ نہ کچھ اُس میں تعلّی ہو جاتی ہے، اِس لیے سب چھوڑ دیا، جس کے عمل سے اللہ تعالیٰ کو فائدہ پہنچانا ہوگا کسی نہ کسی طریقے سے اللہ تعالیٰ اُس کو ظاہر ہی کردے گا، اِصلاح کے لیے بزرگوں کے جو ظاہری اَعمال و اَحوال ہوتے ہیں وہ کم نہیں وہی کافی ہیں، باطنی حالات تو کسی کو معلوم بھی نہیں ہوتے۔

اللہ تعالیٰ جس کو ہلاک کرنا چاہتا ہے نیک بندوں کے پیچھے لگا دیتا ہے عبرت ناک حکایت

فرمایا: اللہ تعالیٰ جس کو ہلاک و برباد کرنا چاہتا ہے اُس کو نیکوں کے پیچھے لگا دیتا ہے، نیک بندوں کی مخالفت کرتا ہے، اُن کو پریشان کرتا ہے، جس کے نتیجہ میں ہلاک ہو جاتا ہے، کہتے ہیں کہ: چیونٹی کی ہلاکت کے دن قریب آتے ہیں تو اُس کے پَر جم (نکل) آتے ہیں۔

کتابوں میں ایک عبرت ناک واقعہ لکھا ہے کہ: ایک بزرگ چلے جا رہے تھے، راستہ میں ایک عاشق اپنی محبوبہ کو ساتھ لیے جا رہا تھا، بارش کا موسم تھا، کیچڑ کا راستہ تھا، بزرگ چلے جا رہے تھے، چلنے میں تھوڑی کیچڑ کی چھینٹ اُس کی محبوبہ پر پڑ گئی، یہ شخص بگڑا، ڈانٹ ڈپٹ شروع کی، بزرگ نے معذرت کی کہ مَیں نے قصداً ایسا نہیں کیا غلطی سے ہو گیا، لیکن! وہ ایک نہ مانا، اور بزرگ کو ایک طمانچہ رسید کیا، اور چلتا بنا، بزرگ بھی چلے گئے، اَبھی یہ شخص اپنے مقام پر پہنچنے بھی نہ پایا تھا کہ معشوقہ و محبوبہ کو جس مقصد کے لیے لے جا رہا تھا وہ مقصد بھی پورا نہ کر سکا، پہنچنے سے پہلے ہی اُس کے ہاتھ میں شدید درد ہوا، درد کی شدّت اور تکلیف سے سب بھول گیا، سیدھے ڈاکٹر کے پاس پہنچا، ڈاکٹر نے دیکھا اور کہا کہ: درد کی وجہ کچھ سمجھ میں نہیں آتی، دوا دی لیکن! فائدہ نہ ہوا، تکلیف بڑھتی گئی، مختلف ڈاکٹروں کو دکھایا، لیکن! آرام نہ ہوا، ڈاکٹروں نے کہا: اگر اِس کا ہاتھ

نہ کاٹا گیا تو اندیشہ ہے سڑ جانے کا، چناں چہ ڈاکٹروں کے مشورہ سے ہاتھ کاٹ دیا گیا، لیکن! درد اُس کے بعد بھی نہ گیا، اور آگے کا حصہ سڑنا شروع ہوگیا، ڈاکٹروں کے مشورہ سے کچھ حصہ اور کاٹ دیا گیا۔ بعض دوسرے نیک ڈاکٹروں کو دکھلایا تو اُنہوں نے پوچھا کہ: یہ بتاؤ! درد کی شروعات کیسے ہوئی تھی؟!! تب اُس نے پورا قصہ بتایا کہ: ایک بزرگ کے ساتھ اِس طرح کا قصہ پیش آیا تھا۔ اُن ڈاکٹروں نے کہا: تم نے پہلے کیوں نہ بتلایا؟!! اِس کا علاج دواؤں میں نہیں ہے، پہلے بتایا ہوتا تو ہاتھ نہ کاٹا جاتا۔ اِس کا علاج تو یہ ہے کہ اُنہی بزرگ سے جا کر معافی مانگو، اُن سے دعا کراؤ۔ چناں چہ یہ شخص بزرگ کی خدمت میں حاضر ہوا، اپنی غلطی کی معافی مانگی۔ اُن بزرگ نے کہا کہ: اب معاملہ میرے ہاتھ سے نکل گیا ہے، مَیں کیا کروں؟!! یہ تو یاروں کا مسئلہ ہے، تم نے اپنے یار کی حمایت کی اُس کی وجہ سے مجھے مارا، میرے یار نے میری حمایت کی اور تم کو تمہارے جرم کی سزا دی، یہ تو یار، یار کا مسئلہ ہے، اگر تمہارا کوئی یار ہے تو میرا بھی کوئی یار ہے، مَیں اِس میں کچھ نہیں کر سکتا۔ اُس کے چلے جانے کے بعد بزرگ نے دعا کی یا اللہ! مَیں نے معاف کیا تو بھی اُس کو معاف کر دے۔ چناں چہ لکھا ہے کہ: پھر اُس کا ہاتھ درست ہوگیا۔

بڑا عبرت ناک واقعہ ہے، اِس سے عبرت لینی چاہیے، آج کل بھی لوگ غلطیاں کرتے ہیں، اور اِحساس بھی نہیں ہوتا، معافی کون مانگتا ہے، اوپر سے سینہ زوری کرتے ہیں، اللہ بچائے ایسے لوگوں سے۔ (آمین)

خواب ہر ایک سے نہیں بیان کرنا چاہیے

ایک صاحب بڑی دُور سے تعویذ لینے کے لیے تشریف لائے تھے، لمبی گفتگو اور تعویذ لینے کے بعد کہنے لگے: حضرت! ایک بہت عجیب وغریب خواب ہم نے دیکھا ہے، اُس کو سن لیجیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: خواب ہر ایک سے نہیں بیان کرنا چاہیے، جو آدمی خواب کی تعبیر جانتا ہو اُس سے بیان کرنا چاہیے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے منع فرمایا اور کہا کہ: مجھ سے بیان نہ کیجیے مجھے خواب کی تعبیر نہیں آتی، جو خواب کی تعبیر جانتا ہو اُس سے بیان کیجیے، اور حضرت مفتی محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتہ بتلا دیا۔

خواب میں اللہ تعالیٰ کی زیارت

فرمایا: مَیں نے اللہ تعالیٰ کو ایک مرتبہ خواب میں دیکھا ہے، بس! ایک بجلی اور تیز روشنی جیسی تھی، چمکی اور غائب ہوگئی، ایک مرتبہ اور بھی دیکھا تھا۔

اِصلاح وتربیت کا مفید اور آسان طریقہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ ایک مضمون

(یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا تحریر کردہ مضمون ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کس سیاق اور کس سوال کے جواب میں لکھا تھا اُس کا علم نہ ہوسکا، جتنا مل سکا اُتنا نقل کردیا۔)

آج کل مسلمان جہاں کہیں بھی ہیں دو(۲) طبقے میں منقسم ہیں: ایک طبقہ تو وہ ہے جن کو اِسلام کے کسی حصہ میں کسی قِسم کا شعور نہیں۔ مَیں اپنے تجربات اور ہر قِسم کے لوگوں سے تعلقات رکھنے پر جس نتیجہ پر پہنچا ہوں وہ یہ ہے کہ: اَسّی (۸۰) فیصد ایسے لوگ ملتے ہیں جن کو اذان تک سے واقفیت نہیں، ایسے لوگ جن کو کچھ تھوڑا سا شعور ہے وہ بیس (۲۰) فیصد سے زائد نہ ملیں گے، اِن میں وہ لوگ نہیں داخل ہیں جو کبھی کبھی جمعہ کو مسجد آجاتے ہیں، اور اُن میں فی ہزار ایک، دو ایسے ہیں جو عالم باعمل ہیں، غرض یہ کہ مسلمانوں کے دو(۲) طبقے ہیں۔

مجھے اِس کا اِحساس ہے کہ وہ لوگ اپنی حالت پر مطمئن نہیں، اِس میں کسی کا اِختلاف نہیں، ہم یہ یقین رکھتے ہیں جیسا ہم کو ہونا چاہیے ویسے نہیں، ہم کو اپنے آپ کو بدلنا چاہیے۔ پھر اِس تبدیلی کے لیے ذہن میں بعضوں کو یہ خیال آتا ہے کہ ہم کو دنیا کے اِعتبار سے بدلنا چاہیے، اور بعضوں کو جن کو دین کا کچھ اِحساس ہے اُن کو یہ خیال آتا ہے کہ ہم کو دین کے اِعتبار سے بدلنا چاہیے، یہ تذکرہ ہر طبقہ میں ہے، تو جب ہم کو اپنی زندگی بدلنی ہے تو مجھے اُن بیس (۲۰) فیصدی سے دریافت کرنا ہے کہ: ہم اپنی زندگی کیسے بدلیں؟!! اِس کے متعلّق میں ایک زمانہ تک تجربہ اور ترمیم کرنے کے بعد ایک بات عرض کرتا ہوں کہ: ہم کو چاہیے کہ ہمارا وقت ایسے ماحول میں گذرے، جس طرح کی ہم زندگی بدلنا چاہتے ہیں، یہ کوئی ہمارا اپنا نکالا ہوا طریقہ نہیں ہے، بل کہ

یہ ایک قدیمی اور انبیاء کرام علیہم السلام کی چیز ہے، ہم اِس کو عمومی دعوت بنانا چاہتے ہیں، یہ ماحول کہاں ہے؟ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ایسا ماحول ہر جگہ ہونا چاہیے، اِس کا طریقہ یہ ہے کہ کم اَز کم اَبھی اِتنا ہو کہ ہفتہ کی سات (۷) راتوں میں ایک رات ہم گھر پر نہیں گذاریں گے، بل کہ ایک مسجد میں خاص پابندیوں اور خاص اُصول کے ماتحت گذاریں گے، جہاں دین کا تذکرہ ہو، خواہ تقریر سے یا کتاب سے، اللہ سے دعا، معاملات، اَخلاق کا تذکرہ، سونے کے وقت سونا، وہ بھی دینی پابندی کے ماتحت، اِس طرح پر عمل کرنے میں، اِس فکر میں اور تیزی پیدا ہوگی اور مناسبت پیدا ہوجائے گی۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ کچھ دن اُس کے لیے مقرر کیے جائیں اور اُس میں اُس تبدیلی کا پیغام پہنچانے کے لیے باہر نکلنا چاہیے، اور اُس کے بعد قریب کی کوئی بستی تجویز کرلی جائے، اِس میں یہ فائدہ ہوگا کہ اِس تبدیلی کے بدلنے کا جو بیج پڑ چکا اُن خاص دنون میں اُس میں اور ترقی ہوگی، اِس کے متعلّق ٹیچروں سے یہ نہ کہیں گے کہ وہ اپنا دَرس چھوڑ دیں، ہم کسی ملازم تاجر، غرض یہ کہ ہر پیشہ کرنے والوں سے اُس کا پیشہ نہیں چھڑانا چاہتے، بل کہ یہ عرض کرتے ہیں کہ: اُس کے لیے کچھ وقت ضرور نکالا جائے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں بے شک! کچھ تھوڑی سی جماعت ایسی تھی جس کا کام صرف یہ تھا کہ جس کام کی جہاں ضرورت ہوئی وہ اُس کے لیے ہر وقت تیار رہتے، گذارے کے لیے کبھی کچھ کام کرلیا، لیکن! یہ تمام مسلمان ایسے نہیں تھے بل کہ بڑی جماعت ایسی تھی جو اپنے کاروبار میں بھی لگے رہتے اور اِس کے ساتھ ساتھ پورا دین حاصل کرنے کی کوشش میں رہتے۔

زندگی میں اَثر ڈالنے والی چھ (۶) چیزیں

زندگی میں اَثر ڈالنے والی چھ (۶) چیزیں ہیں:

① مناسب ماحول جو سفر میں دینی جماعت کے ساتھ حاصل ہوسکتا ہے۔

② نظامِ تعلیم وتربیت۔

میری مراد اِس سے صرف تقریری یا تحریری تعلیم نہیں، بل کہ اِس میں وہ تعلیم بھی (داخل) ہے جو صحبت سے حاصل ہوتی ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم نے جو تعلیم حاصل کی وہ کوئی کتابی نہیں ہوتی تھی بل کہ یہی صحبت کے ذریعہ سے حاصل کرتے تھے، پھر وہ کتنی مؤثر ہوئی؟!!

اُس کا نتیجہ آپ حدیث کی کتابوں میں دیکھتے ہیں کہ ساری سند کا دار ومدار صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم پر ہے، یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی تنقیص نہیں بل کہ یہ تو اُن کا عین کمال ہے کہ باوجود اِس کے کہ اُن کے پاس وقت نہیں ہوتا تھا، لیکن! پھر بھی اِتنا کمال پیدا کیا جس سے آج تک ہم اُس کی روشنی سے فائدہ حاصل کر رہے ہیں۔

③ اُصول معاشرت واَخلاق۔

ہر شخص ایک دوسرے کے حقوق اَدا کرے، چھوٹا بڑے کا، غریب اَمیر کا، اَمیر غریب کا۔

اَخلاق ومعاشرت کی دو (۲) بنیادیں ہیں: ① محبت۔ ② جذبۂ خدمت۔

محبت منحصر ہوگئی خونی رشتوں میں، جذبۂ خدمت منحصر ہوگیا جہاں اپنی اَغراض پوری ہوتی ہیں، ہم کو اِس کی مشق کرنے کی ضرورت ہے کہ ہماری محبت اور جذبۂ خدمت کسی میں منحصر ہو کر نہ رہ جائے، سفر میں اِس کی اَچھی خاصی مشق ہوتی رہتی ہے۔

مَیں صفائی سے عرض کرتا ہوں کہ: جماعتی دائرہ بھی کوئی وسیع دائرہ نہیں، بل کہ ایک محدود دائرہ ہے، البتہ! یہ ایک درمیانی دائرہ ہے اور اِس کو وسیع کرنے کی اِبتدائی منزل ہے۔

④ دین اور اَعلیٰ مقصد کے لیے جہد ومشقت۔

ہم میں سے کوئی ایسا نہیں جو تکلیف نہ اُٹھاتا ہو۔ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِيْ كَبَدٍ۝ ① "اِنسان کی سرشت میں تکلیف رکھی گئی ہے"۔ لیکن! اَفسوس!! کہ اَعلیٰ مقاصد کے لیے کوئی بھی تکلیف نہیں اُٹھاتا۔

⑤ آپس میں طبقات کا اِختلاف ختم کر کے اِتحاد پیدا کرنا۔

یہ بات یاد رکھیے!! اِتحاد پیدا ہوتا ہے وحدتِ مقصد سے، جب سب لوگوں کا مقصد اللہ کی رضا ہو جائے گا تو اِختلاف پیدا ہی نہ ہوگا۔

⑥ دعوت۔

"دعوت" علماء ومشائخ پر منحصر نہیں، ایک تو ہے وعظ، وہ دینی عالم کے علاوہ اور کے لیے جائز نہیں، اور ایک ہے "دعوت" اِس کے لیے ہر اُمّی کو بھی تیار ہونا چاہیے، آپ اگر کسی چیز کا اَثر کسی پر ڈالنا چاہتے ہیں تو اُس کو اُس چیز کا داعی بنا دیجیے، اِنْ شَآءَ اللہ ایسا اَثر پیدا ہوگا کہ کبھی زائل نہ ہوگا۔

---

① (سُوْرَةُ الْبَلَد، ۴)

"بغداد" میں "فتنۂ تاتار" سے مسلمانوں کی ہمت اِتنی شکستہ ہوگئی تھی کہ آج کل ہم لوگوں کی اِتنی ہمت شکستہ نہیں ہوئی۔ "تاتاریوں" نے اُس زمانہ میں مسلمانوں کی ہمت کی ریڑھ کی ہڈی توڑ دی تھی، مگر اُن کے اَندر دعوت باقی تھی جس کا اَثر یہ ہوا کہ ساری قوم مسلمان ہوگئی۔ دعوت میں ایک خاصہ یہ ہے کہ داعی محروم نہیں ہوتا، جو چیز آپ اپنے بھائیوں میں پیدا کرنا چاہتے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کے اَندر وہ چیز پیدا فرما دیں گے، جیسا کہ اَحادیثِ پاک سے معلوم ہوتا ہے۔ تمّت۔

وضو بلا مسواک کے اور نماز بغیر جماعت کے

فرمایا: مسواک وضو کی سنتوں میں سے ہے، مسواک کے بغیر وضو ہو تو جاتا ہے لیکن! خلافِ سنّت، مسواک کے بغیر اگر مَیں وضو کروں تو عجیب سا لگتا ہے، میرا جی ہی نہیں بھرتا، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وضو کیا ہی نہیں۔ حدیث شریف میں مسواک کی بڑی فضیلت آئی ہے۔ لیکن! مسواک ہی پر میری مصیبت آتی ہے، ہر سفر میں کوئی نہ کوئی مسواک کھو جاتی ہے، اِس لیے مَیں بھی کئی کئی مسواکیں رکھتا ہوں، جیب میں الگ، جھولے میں الگ، چھوٹی الگ، بڑی الگ، کہاں تک کھوئیں گی، اور کھوتی اِس وجہ سے ہیں کہ لوگ کھو دیتے ہیں، خدمت کے ذوق میں کوئی لوٹے میں پانی رکھ رہا ہے، کوئی مسواک لیے ہے، کوئی جوتے سیدھے کر رہا ہے، بس! اِسی میں کھو جاتی ہے، میرا خدمت لینے کا مزاج نہیں، مروّت میں کچھ کہہ نہیں پاتا۔ ہاں! مدد کرنی چاہیے، خدمت نہ کرے بل کہ مدد کر دے۔

فرمایا: بغیر مسواک کے وضو کروں تو ایسا لگتا ہے کہ وضو ہی نہیں کیا، اِسی طرح بغیر جماعت کے نماز پڑھوں تو ایسا لگتا ہے جیسے نماز ہی نہیں پڑھی۔

زمین پر نماز پڑھنا

حضرت اَقدس رحمہ اللہ "قدوری" کا سبق پڑھا رہے تھے، سبق کے درمیان فرمایا کہ: بجائے مصلّے کے فرش پر نماز پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور فرش بھی اگر کچا ہو، یعنی زمین پر نماز پڑھنا زیادہ اَچھا ہے۔ حضرت مولانا قاسم صاحب نانوتوی رحمہ اللہ بھی زمین ہی پر نماز اَدا کیا کرتے تھے۔

فَائِدَہ: یہ خاص حالات کے اِعتبار سے فرمایا ہے، کیوں کہ اِس میں تواضع اور عبدیت کی شان زیادہ ہے، یہ بھی اُس وقت ہے جب کہ کچا فرش بالکل پاک وصاف ہو، کپڑوں کی مٹی سے آلودہ ہونے کا خطرہ نہ ہو ورنہ بعض دوسری جہت سے مصلّے اور جائے نماز پر نماز پڑھنا اَفضل ہوگا۔[1]

---

[1] (از مرتّب)

فصل

(اولیاءاللہ اور اَکابرین اُمّت کا تقویٰ)

تقویٰ کی اَہمیت

فرمایا: تقویٰ بہت بڑی چیز ہے، اَکابرین اور بزرگانِ دین میں تقویٰ ہی کی صفت پائی جاتی تھی، آج کل لوگ لکھ پڑھ تو لیتے ہیں، لیکن! عمل واِخلاص اور تقویٰ سے بالکل کورے ہوتے ہیں، حال آں کہ اصل چیز تقویٰ ہے اور تقویٰ اُسی وقت حاصل ہوسکتا ہے، جب زمانۂ طالبِ علمی سے اُس کی عادت ڈالی جائے۔

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا حال

حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: یہ حضرات سنّت کا بہت اِہتمام فرماتے تھے، ایک مرتبہ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو مسواک کی ضرورت تھی، اور مسواک تھی نہیں، ایک نیم کا درخت تھا اُس سے لے سکتے تھے، لیکن! وہ درخت کسی ایک آدمی کی ملک نہ تھا بل کہ کئی آدمیوں کا مشترکہ تھا، تو جتنے آدمی اُس درخت میں شریک تھے اُن سب سے اِجازت لی، تب مسواک لی۔ یہ تقویٰ آخر اُن کو کب نصیب ہوا؟!! جب شروع ہی سے اور زمانۂ طالبِ علمی ہی سے اِس کی عادت ڈالی، پھر دیکھیے! اللہ نے اُن سے کتنا کام لیا؟!! اور کیسا اُنہوں نے اِصلاح کا کام کیا؟!! کتنے لوگوں میں تقویٰ کی صفت پیدا ہونے کا ذریعہ بنے، کتنوں کو تقویٰ والا بنایا؟!! جس کے اَندر خود تقویٰ موجود ہوتا ہے، اُس کی بات کا اَثر ہوتا ہے، اُس کی تربیت میں برکت ہوتی ہے، اُن کے اَندر تقویٰ موجود تھا، اُس کی برکت سے لوگوں میں تقویٰ پیدا ہوا، اور اگر خود ہی کسی کے پاس موجود نہ ہو تو وہ دوسروں کو کیا دے سکتا ہے؟!!

ہمارے اَکابر کا تقویٰ و اِحتیاط

حضرت شیخ الحدث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ "آپ بیتی" میں تحریر فرماتے ہیں کہ: "مظاہر

العلوم (سہارن پور)" کے سالانہ جلسہ میں مدرّسین وملازمین میں سے کبھی کسی نے جلسہ کا نہ کھانا کھایا، نہ چائے یا پان کا اِستعمال کیا، ہر شخص اپنا اپنا کھانا کھاتا تھا۔

حضرت مولانا عنایت اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت مولانا عنایت اِلٰہی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ جلسہ کے زمانہ میں دو (۲) شب وروز مدرسہ کے اَندر رہے اور ظہر کے وقت یارات کے بارہ (۱۲) بجے اپنے دفتر کے کونے میں بیٹھ کر گھر کا ٹھنڈا اور معمولی کھانا تنہاء کھالیتے تھے۔

حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

فرمایا: "سہارن پور" میں میرے اُستاد حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، اُن کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ مدرسہ کا کھانا بھی نہ چکھتے تھے، اگر کبھی ضرورت بھی پیش آتی تو خود نہیں دوسروں سے کہتے تھے کہ: ذرا اِس کا نمک چکھو! خود مجھ سے کئی بار کہا: صدیق! صدیق! (بہت جلدی بولا کرتے تھے) زبان میں کچھ لکنت سی تھی، فرماتے تھے: صدیق! صدیق! ذرا اِس کا نمک چکھو۔ مدرسہ کی چیزوں کا بہت خیال رکھتے تھے، خود نہیں اِستعمال کرتے تھے۔ اور اب تو مدرسہ کی چیزوں کو مالِ غنیمت سمجھتے ہیں۔

حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ جلسہ کے موقع پر مطبخ کے منتظم مقرر ہوئے تھے اور چوبیس (۲۴) گھنٹے مطبخ کے اَندر رہتے تھے، لیکن! سالن چاول وغیرہ کا نمک کسی طالبِ علم سے چکھواتے تھے، خود نہیں چکھتے تھے، جب وقت مل جاتا گھر جاکر کھانا کھا آتے۔

اِس ناکارہ نے بھی اپنی طالبِ علمی کے زمانہ میں اُساتذہ کو ایسا ہی دیکھا ہے۔ حضرت مولانا ظہور الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے ایک مرتبہ فرمایا کہ: سالن کا نمک چکھ لو! جلسہ کے موقع پر اَز خود اُن کے گھر سے اُن کا کھانا لاکر کھلایا۔ آج کل جو حضرات مدرسہ کی چیزوں کو مالِ غنیمت کی طرح اِستعمال کرتے ہیں اُن کو عبرت حاصل کرنی چاہیے۔

(آخری پیراگراف نظرِ ثانی کے وقت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قلم سے تحریر فرمایا۔)

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت مولانا محمد مظہر نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ مدرسہ کے اَوقات میں جب کوئی عزیز ذاتی ملاقات کے لیے آتا تو اُس سے باتیں شروع کرتے وقت گھڑی دیکھ لیتے، اور واپسی پر گھڑی دیکھ کر اُتنی دیر کا اِندراج کر لیتے اور ماہ کے ختم پر اُن کو جمع فرما کر نصف یوم سے کم ہو تو نصف دن کی رخصت اور نصف یوم سے زائد ہو تو پورے دن کی رخصت لکھوا دیتے۔

حضرت مولانا خلیل اَحمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

حضرت مولانا خلیل اَحمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کبھی بھی مدرسہ کی کسی چیز کا اِستعمال نہیں کرتے تھے، ایک مرتبہ اُن کے عزیز ملنے کے لیے آئے، دَوارنِ سبق بالکل باتیں نہیں کیں، سبق ختم ہونے کے بعد حضرت مولانا خلیل اَحمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ اُن کے پاس تشریف لائے۔ اُنہوں نے اِصرار کیا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ تشریف رکھیں۔ حضرت مولانا خلیل اَحمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مدرسہ نے یہ فرش اَسباق پڑھانے کے لیے دیا ہے، ذاتی اِستعمال کے لیے نہیں۔

"آج کل مدارس میں دَوارنِ سبق ہر سبق میں فضول باتیں ہوتی ہیں، جس کا طلباء پر برا اَثر پڑتا ہے، یہی طلباء مدرّس ہو کر بھی ایسا ہی کریں گے"۔

(آخری عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نظرِ ثانی کے وقت اِضافہ فرمائی۔)

فرمایا: حضرت مولانا خلیل اَحمد سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کو خصوصی مہمانون کے ساتھ بیٹھنا پڑتا، لیکن! گھر سے دس، بارہ (۱۰، ۱۲) آدمیون کا کھانا آتا، جو مختلف مہمانوں کے سامنے رکھا جاتا، اُسی میں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی تناول فرماتے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا تقویٰ

فرمایا: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے درجہ کے بزرگ اور متقی و پرہیزگار تھے، حضرت اَقدس مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید اَحمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سب کے بڑے تھے، اُن کے تقوے کا یہ عالم تھا کہ طالبِ علمی کے زمانہ میں جب "دلّی" میں پڑھا کرتے تھے

تو روٹی سالن سے نہیں کھایا کرتے تھے، صرف اِس بنا پر کہ "دلّی" میں اُس وقت ہوٹلوں میں جو سالن ملتا تھا اُس میں عموماً اَمچول (کھٹائی) پڑا کرتی تھی، اور آموں کے باغات کی بیع کا اُس وقت جو رواج تھا وہ شرعاً ناجائز تھا، کیوں کہ پھل آنے سے پہلے ہی اُس کی بیع کر دی جاتی تھی، جو شرعاً ناجائز ہے۔ اُن کے تقوٰی کا یہ اَثر تھا کہ حرام مال اور حرام غذا کو اُن کا معدہ قبول نہ کرتا تھا، اگر کبھی اِس قِسم کی غذا پیٹ میں چلی بھی گئی تو فوراً قے ہو جاتی تھی، اِسی لیے اُن کی دعوت کرتے وقت لوگ ڈرا کرتے تھے، کوئی اُن کی دعوت جلدی نہیں کرتا تھا، سب ڈرتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ کھانا کھانے کے بعد قے ہو جائے جس کی وجہ سے ہمارا مال حرام ہونا ظاہر ہو جائے اور ہماری بے عزّتی ہو۔

حضرت مولانا اَحمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ کا تقوٰی

حضرت مولانا اَحمد علی سہارن پوری رحمۃ اللہ علیہ "مظاہر العلوم" کی قدیم عمارت کے چندے کے سلسلہ میں "کلکتہ" تشریف لے گئے، وہاں کسی عزیز سے مدرسہ کے کام سے ملاقات کے لیے جانا تھا، رکشہ سے تشریف لے گئے، لیکن! رکشہ کا کرایہ خود اَدا کیا، مدرسہ سے نہیں دیا، اِس لیے کہ یہ ہمارے عزیز ہیں اور مَیں اُن سے ملنے جا رہا ہوں۔ یہ اُن کے تقوٰی اور اِحتیاط کا عالم تھا۔

سفر سے واپسی پر مفصل حساب مدرسہ میں داخل کیا تو اُس میں لکھا تھا کہ: "کلکتہ" میں فلاں جگہ مَیں اپنے ایک دوست سے ملنے گیا تھا، اگر چہ وہاں چندہ خوب ہوا، لیکن! میری سفر کی نیت دوست سے ملنے کی تھی چندہ کی نہیں تھی، اِس لیے وہاں کی آمد و رفت کا اتنا کرایہ حساب سے وضع کر لیا جائے۔

آج کل تو لوگوں نے مدارس کو آمدنی کا ذریعہ بنا رکھا ہے، جس کو دیکھو چھوٹا سا مدرسہ بنا لیا، خوش نما رسیدیں چھپوالیں، لمبے لمبے اِشتہار چھپوا لیے، اور چندہ کرنا شروع کر دیا، اَچھی خاصی آمدنی ہونے لگی۔

مدرسہ میں رہنا اور ناظم و مہتمم بننا بہت بڑی ذمہ داری کا کام ہے، آسان کام نہیں ہے، یا تو سیدھے جنّت میں جائے گا یا سیدھے دوزخ میں جائے گا۔ اللہ ہی حفاظت فرمائے۔ (آمِین)

جو تقویٰ اختیار کرنا چاہے اللہ اُس کی مدد فرماتا ہے

گناہ سے بچنے کی ہزاروں صورتیں ہیں، لیکن! کوئی بچنا تو چاہے!!! جو بچنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو بچاتا ہے اور اُس کے بچنے کی غیب سے صورتیں پیدا فرما دیتا ہے۔ وَ مَنۡ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجۡعَلۡ لَّہٗ مَخۡرَجًا ۞ (1) کا یہی مطلب ہے کہ جو اللہ سے ڈرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے نکلنے کی صورت پیدا فرما دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے دل میں خود ایسی صورتوں کا اِلہام فرماتا ہے جس سے وہ گناہوں سے بچ جاتا ہے، اور اللہ اُس کی مدد فرماتا ہے، لیکن! یہ سب اُس کے لیے ہوتا ہے جو بچنا چاہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ

چناں چہ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ مشہور ہے کہ: زلیخا، عزیز مصر کی بیوی اُن پر عاشق ہوگئی اور اُس نے اپنے جال میں پھنسانے کے لیے ہر طرح کی تدبیریں کر ڈالیں، لیکن! حضرت یوسف علیہ السلام تیار نہیں ہوئے، واقعی!! بڑی سخت آزمائش تھی، ایسی ویسی عورت ہوتی تو اُس سے بچنا آسان ہوتا ہے، کوئی طائفہ فاحشہ، بازاری عورت، باندی وغیرہ ہو تو اُدھر کون التفات کرتا ہے؟!! لیکن! بادشاہ کی بیوی، حسن و جمال میں یکتا، اور وہ اپنی طرف آمادہ کرے، واقعی!! بڑی سخت آزمائش تھی اور پھر یہ بھی نہیں کہ دو (۲) دن کا یا چند گھنٹوں کا سابقہ ہو، وہاں تو دن رات ساتھ رہنا تھا، واقعی! بڑا مشکل مرحلہ تھا، حضرت یوسف علیہ السلام کی پاک دامنی کا بھی اِس سے اَندازہ ہوتا ہے۔ جب دوسری عورتوں نے اُس کو ملامت کی تو زلیخا نے اُن عورتوں کی دعوت کی اور حضرت یوسف علیہ السلام کو کسی بہانہ سے سامنے آنے کا حکم دیا، اُن عورتوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو دیکھتے ہی بجائے پھل کاٹنے کے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لیے، اُن کا اِتنی ہی دیر میں یہ حال ہوگیا، اور زلیخا کا تو دن بھر کا ساتھ تھا اور اُس پر بھی اِتنا صبر، جب اُن عورتوں نے اپنے اپنے ہاتھ کاٹ لیے تو حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن و جمال کو دیکھ کر بے ساختہ کہنے لگیں کہ: یہ اِنسان نہیں فرشتہ ہے، اُن عورتوں نے بھی حضرت یوسف علیہ السلام کو سمجھایا کہ زلیخا کی بات مان لو! لیکن! حضرت یوسف علیہ السلام نے بات نہیں مانی۔

---

(1) (سُوْرَۃُ الطَّلَاق، ۲)

تکوینی طور پر بسا اَوقات بڑوں سے غلطی کرائی جاتی ہے

جب حضرت یوسف علیہ السلام نے یہ ماحول دیکھا کہ یہاں بچنا بہت دشوار ہے، یہ عورتیں بھی میرے پیچھے ہاتھ دھو کے پڑی ہیں اور زلیخا کہتی تھی کہ: میری خواہش پوری کرو، میری بات مانو ورنہ جیل خانہ بھجوادوں گی۔ اُس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ: یا اللہ! اِس مصیبت سے تو قید خانہ میرے لیے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَچھا ٹھیک ہے! تم نے اپنے لیے قید خانہ تجویز کیا ہے تو ہم قید خانہ بھیج دیتے ہیں، ورنہ ہم تو اُس کے بغیر یعنی جیل خانہ جائے بغیر بھی بچا سکتے تھے، جیل خانہ کی دعا کیوں کی؟!! تم نے اپنی تجویز سے قید خانہ کی دعا کی ہے، ہم قید خانہ بھیج دیتے ہیں۔ بڑوں کی گرفت بھی جلدی ہوتی ہے، معمولی بات پر بھی گرفت ہوجاتی ہے، حضرت یوسف علیہ السلام سے اِجتہادی چوک ہوگئی اور تکوینی طور پر آپ علیہ السلام سے یہ خطا کرائی گئی، آپ علیہ السلام کی زبان سے یہ کلمات نکلوائے گئے، تکوینی طور پر جیل خانہ بھیجنا تھا، اور وہاں جاکر سیکڑوں، ہزاروں کو آپ علیہ السلام کے ذریعہ ہدایت دینی تھی، اِس لیے تکوینی طور پر آپ علیہ السلام کی زبان سے یہ جملے نکلوائے گئے۔

جتنا بس ہو اُتنا کرو آگے اللہ مدد کرتا ہے

ایک مرتبہ زلیخا نے حضرت یوسف علیہ السلام کو بہکانے کی پوری کوشش کر ڈالی، خوب بن سنور کر آئی اور محل کے سارے دروازے مُقفَّل (تالے) کر دیئے، اُس کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام کو اپنے مقصد کے لیے بلایا۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے اِنکار فرمایا اور باہر نکلنے کی کوشش کی تو دیکھا کہ دروازہ بند تالا پڑا ہوا۔ لیکن! جتنا حضرت یوسف علیہ السلام کے بس میں تھا اُتنا کیا دروازہ تک بھاگ کر آئے، اللہ تعالیٰ نے تالا کھول دیا، حضرت یوسف علیہ السلام آگے بڑھتے جاتے اور تالے تڑ تڑ ٹوٹ کر گرتے جاتے۔ جتنا اپنے بس میں ہو اُتنا کرتا رہے آگے اللہ تعالیٰ غیب سے حفاظت کا اِنتظام فرماتا ہے۔ وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝[1]

---

[1] (سُوْرَةُ الطَّلَاق، ۲)

جو حرام سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ حلال طریقہ سے اِنتظام فرماتا ہے

بعض اسرائیلی روایات میں آیا ہے کہ: بعد میں حضرت یوسف علیہ السلام اور زلیخا کی شادی ہوگئی، دونوں ساتھ میں میاں بیوی بن کر رہتے تھے، جو حرام سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ حلال طریقے سے وہ چیز اُس کو نصیب کرتا ہے۔ زلیخا پہلے حرام تھیں، حضرت یوسف علیہ السلام نے پاک دامنی اِختیار کی اللہ تعالیٰ نے حلال کر کے اُن کو پیش کر دیا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک شاگرد کا عجیب واقعہ

اِسی مناسبت سے کہ جو اِنسان گناہوں سے بچنا چاہتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کو ہزار طریقے سے بچاتا ہے، اور بچنے کے طریقے اُس کے دل میں القاء فرماتا ہے، اور اُن طریقوں کا اِختیار کرنا آسان فرما دیتا ہے، اِس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ سنایا کہ:

"دہلی" میں ایک طالبِ علم حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں روزانہ حدیث پڑھنے جایا کرتا تھا، ایک راستہ سے روزانہ اُس کا گذر ہوتا تھا، ایک دن ایک مکان کے دروازے پر کھڑی ہوئی لڑکی اُس کو بلانے لگی، یہ کیوں اُدھر جاتے؟!! اُدھر کا رخ بھی نہیں کیا۔ لڑکی نے کہا کہ: بھائی صاحب! میرا خط پڑھ دیجیے۔ سیدھے طالبِ علم تھے یہ سوچ کر چلے گئے کہ واقعتاً کوئی خط ہوگا، یہ لوگ پڑھنا نہیں جانتے پڑھ دوں گا۔ جب دروازہ پر پہنچے اُس نے کہا کہ: یہاں دروازہ میں کھڑے ہوئے اَچھا معلوم نہیں ہوتا، اَندر بیٹھ جایئے، دو (۲) منٹ کی بات ہے، چند سطر کا خط پڑھ دیجیے۔ جب اَندر پہنچے تو اُس نے جھٹ سے تالا بند کر دیا، اور کہا کہ: خط مجھ کو نہیں پڑھوانا، مَیں نے تو تم کو اِس کام کے لیے بلایا ہے اور اپنی خواہش کا اِظہار کیا۔ مَیں مہینوں سے تمہاری عاشق ہوں، روز تم کو نکلتا ہوا دیکھتی ہوں آج مجھ کو موقع ملا ہے، میری بات مان لو! طالبِ علم نے کہا: مَیں کہاں جال میں پھنسا، اُس نے اپنی ناراضگی کا اِظہار کیا، اور کسی طرح تیار نہ ہوا۔ لڑکی نے کہا کہ: میری بات نہیں مانتے تو مَیں اَبھی فوراً چلاتی ہوں کہ بَدمعاش لڑکا میرے گھر میں گُس آیا، مجھ پر حملہ کر رہا ہے، بچ کر جانا مشکل ہو جائے گا۔ اب یہ بڑا پریشان ہوا، اُس طالبِ علم کے دل میں اللہ نے ایک بات ڈالی، طالبِ علم نے لڑکی سے کہا: اَچھا ذرا پانی لاؤ! منہ ہاتھ دھو

لیں ! استنجاء کرلیں ! لڑکی بڑی خوش ہوئی ! فوراً پانی لا کر دیا ، یہ بیت الخلاء کے اُندر گئے ۔ اُس زمانہ میں بیت الخلاء آج کل کی طرح فلش نہ تھے ، بیت الخلاء میں جتنا پاخانہ اور جتنی گندگی تھی کپڑے اُتار کر سب اپنے بدن میں مل لی اور اِسی حال میں باہر آئے ۔ اور کہا: ہاں بہن ! کہو کیا کہتی ہو؟!! لڑکی نے جب اِس حال میں دیکھا تو کہنے لگی دُور ہو، بھاگو! یہ مجنون اور پاگل معلوم ہوتا ہے ، پاگل سمجھ کر گھر سے باہر کر دیا ، یہ جلدی سے باہر نکلے ، ایک دریا میں پہنچ کر جلدی جلدی کپڑے دھوئے ، غسل کیا اور فوراً حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں پہنچے ، کپڑے خشک نہ ہوئے تھے ، گیلے کپڑے پہن کر ہی پیچھے سبق میں جا کر شریک ہو گئے ، سبق میں کافی تاخیر ہو گئی تھی ، تھوڑی دیر میں حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ خوشبو کہاں سے آرہی ہے؟!! کئی مرتبہ یہ جملہ فرمایا: ارے! یہ خوشبو اِتنی عمدہ کہاں سے آرہی ہے؟!! اِیسی خوشبو تو کبھی سونگھی نہیں ۔ اور یہ طالبِ علم شرم کی وجہ سے سر نیچے کیے ہوئے تھے اور سمجھ رہے تھے کہ میرے جسم میں جو گندگی لگی تھی اُس کی بدبو ہو گی ، اُس کو حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اِس طرح فرما رہے ہیں ، عالی ظرف لوگ اِس طرح نہیں کہا کرتے کہ بدبو آرہی ہے ، برداشت کرتے ہیں یا پھر اِشارہ کنایہ میں کہتے ہیں ۔ سبق ختم ہونے کے بعد اُس طالبِ علم نے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہو کر معذرت کی اور تنہائی میں عرض کیا کہ: حضرت ! ایسا قصہ پیش آیا تھا ، جلدی میں مَیں نے کپڑے دھوئے اُس کی وجہ سے بدبو رہ گئی ہو ، حضرت کو میری وجہ سے تکلیف ہوئی معاف فرمائیں ۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: بہ خدا واقعی مجھ کو خوشبو آرہی تھی ، مَیں نے ایسی خوشبو کبھی نہیں سونگھی ، تم نے گناہ سے بچنے اور اللہ کو راضی کرنے کے لیے اپنے جسم کو بدبودار کیا تھا ، اللہ تعالیٰ نے اِس کے عوض میں ہمیشہ کے لیے تمہارے جسم کو معطر اور خوشبودار بنا دیا ۔ چناں چہ لکھا ہے کہ: ہمیشہ اُس کے جسم سے خوشبو آیا کرتی تھی ۔

جو حرام کاموں سے بچتا ہے اللہ تعالیٰ اُس کے لیے حلال دروازے کھولتا ہے

فرمایا: کوئی حرام کاموں سے بچ کر تو دیکھے ، اللہ تعالیٰ اُس کے لیے حلال دروازے کس طرح کھولتا ہے؟!! اللہ تعالیٰ تو دل کے حال کو جانتا ہے ، ایک ایسا شخص اور ایسا طالبِ علم جس کے

پاس صابن نہ ہو، اِس لیے بغیر صابن کے کپڑے دھوتا ہو، لیکن! کسی دوسرے کا صابن نہیں چھوتا۔ ایک شخص ننگے پاؤں چلتا پھرتا ہے، ننگے پاؤں اِستنجاء کرلیتا ہے، لیکن! کیا مجال ہے کہ کبھی کسی دوسرے کا چپل جوتہ بغیر پوچھے اِستعمال کرلے، ایک شخص کے پاس پورے کپڑے پہننے کونہیں ہیں، ننگے بدن پھر رہا ہے، لیکن! کسی کی چوری کر کے کپڑے نہیں پہنتا، بھوک کے مارے بے چین ہے، لیکن! کسی کا کھانا بلا اِجازت چوری کر کے، خیانت کر کے نہیں کھاتا، کیا ایسے شخص پر لوگوں کو رحم نہیں آئے گا؟ کیا ایسے شخص کے لیے اللہ تعالیٰ دروازے نہیں کھولے گا؟!! لیکن! یہاں تو پہلے ہی سے نیت خراب ہوتی ہے، اِسی لیے برکت نہیں ہوتی اور خیر اُٹھتی جارہی ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا توکل اور شان اِستغناء

حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر والد ماجد کے اِنتقال کے بعد بڑی تنگی کا دَور آیا، بعض حضرات نے تجارت کا مشورہ دیا کہ "میرٹھ" میں تجارت کے اَچھے مواقع ہیں، وہاں تجربہ کار حضرات کی سرپرستی بھی حاصل رہے گی، جس سے تجارت میں ترقی ہوگی، مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دَرس کو چھوڑنا بالکل پسند نہ کیا اور بلا معاوضہ برابر "مظاہر العلوم" میں دَرس دیا۔

ایک مرتبہ "حیدر آباد" سے ایک طویل خط آیا، جس میں ہر طرح کی راحت اور آسانی کے ساتھ ساتھ علمی اِشتغال ہی کے سلسلہ میں جو حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا محبوب مشغلہ تھا، اِس ارزانی کے زمانہ میں جب کہ بیس (۲۰) کا گندم ملتا تھا، آٹھ سو (۸۰۰) روپیہ کی تنخواہ کی ملازمت آئی، مگر حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کسی طرح "مظاہر العلوم" کو چھوڑنا پسند نہ کیا اور تحریر فرمایا: "مجھ کو جینا ہی نہیں بندۂ اِحسان ہوکر"۔

تقسیم "ہند" سے دو، تین (۲، ۳) سال قبل "ڈھاکہ" سے خط آیا کہ: صرف "بخاری شریف" اور "ترمذی شریف" آپ کے دَرس میں ہوں گی، اور بارہ سو (۱۲۰۰) روپیہ تنخواہ ہوگی، اِس پر بار بار اِصرار کیا گیا اور متعدد جوابی تار اور خط بھیجے گئے۔ حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جواب میں تحریر فرمایا: جن دوستوں نے آپ سے میرا نام لیا ہے، اُنہوں نے محض حسن ظن

سے غلط روایات پہنچائی ہیں، یہ ناکارہ نہ اِس کا اہل ہے اور نہ متحمل۔ (۱)

"یہ ہے ہمارے اُکابر کی زندگی جس کو نمونہ بنایا گیا، آج کل حالت یہ ہے کہ دینی مدرسہ میں بیس بیس (۲۰،۲۰) سال تک درس دیتے رہے، لیکن! ذرا سی مال کی لالچ پر سب چھوڑ کر دوسرے ملک جا کر کمائی میں لگ گئے، جس پر نماز تک کی پابندی نہ رہی"۔

(آخیر کی یہ عبارت حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے نظرِ ثانی کے وقت اپنے قلم سے تحریر فرمائی۔)

بلا ضرورت خدمت کا مزاج نہیں ہونا چاہیے

حضرت رحمۃ اللہ علیہ "بخاری شریف" کے دَرس سے فارغ ہوئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب ایک طالبِ علم نے اپنے ہاتھ میں لے لی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: میری کتاب کہاں ہے؟ لاؤ! مَیں خود لے کر چلوں گا، مَیں کوئی مجبور ومعذور تھوڑی ہوں۔ خدمت کی ایسی عادت نہیں ڈالنی چاہیے کہ خادم لیے جا رہا ہے اور حضرت اکیلے تشریف لے جا رہے ہیں۔

احقر راقم الحروف نے ادب و عاجزی سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا کہ: حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بسا اُوقات ضروریات کے لیے تشریف لے جاتے تو بعض صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم لوٹا، چھڑی وغیرہ ساتھ لے جاتے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم خود لے کر جاتے تھے حال آں کہ ایسی کوئی مجبوری نہیں ہوتی تھی، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم خود بھی لے جا سکتے تھے، لیکن! صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم لے جاتے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مَیں ناجائز کب کہتا ہوں؟!! میرا مطلب یہ ہے کہ ایسی عادت نہیں ہونی چاہیے، البتہ! خادم کو یہی چاہیے۔ (نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ میں دونوں طرح کے نمونے ہیں۔)

---

(۱) (بیاض صدیقی بہ حوالہ آپ بیتی)

چوتھا باب

(عملیات اور اُس کے متعلقات)

بزرگوں سے چال بازی مت کرو صاف صاف بات کہہ دو

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں اپنی ضرورت سے تعویذ وغیرہ کی ضرورت سے حاضر ہوئے اور لوگوں سے کہتے پھر رہے تھے کہ: مَیں اپنے گاؤں سے چار، پانچ (۴،۵) لڑکے پڑھنے کے لیے مدرسہ میں داخل کروں گا۔ (ایسا اِس لیے کہہ رہے تھے کہ اُن کو معلوم ہوا تھا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اَطراف کے دیہات کے بچوں کو لالا کر پڑھانے کی کوشش کرتے ہیں، گویا چاپلوسی کے طور پر اُنہوں نے اِس طرح کہا۔) حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے اِس کا ذکر ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے فرمایا: مَیں کسی لالچ میں کام نہیں کرتا، شاید آپ اِس وجہ سے کہہ رہے ہوں کہ لڑکوں کا داخلہ کرانے کو کہہ دیں گے تو تعویذ کا کام ہوجائے گا۔ کام تو مَیں ویسے بھی کردوں گا۔

بعض لوگ آتے ہیں اور بیعت کے لیے کہتے ہیں، بیعت کے بعد خوب تعویذ لیتے ہیں، سمجھتے ہوں گے کہ بیعت ہونے کے بعد خوب کام کروائیں گے، لمبی چوڑی تعویذ کی فہرست نکالتے ہیں، اِس لیے مَیں تعویذ والوں کو بیعت نہیں کرتا، یہ لوگ سوچتے ہیں کہ بیعت کے لیے یہ تو اُدھار کھائے بیٹھے ہیں، (یعنی منتظر ہیں کہ کوئی آئے اور فوراً اُسے بیعت کرلیں) بعض لوگ یہ سوچتے بھی ہوں گے کہ لوگ خوب آئیں اور تعداد بڑھے، اَلْحَمْدُ لِلّٰه ! یہاں یہ کچھ نہیں، جس کو تعویذ لینا ہو لے، بہانہ کیوں بناتا ہے؟!! مَیں کسی کا کام لالچ مَیں نہیں کرتا اللہ واسطے کرتا ہوں۔

نماز نہیں پڑھوگے تو پریشانی دُور نہ ہوگی

ایک صاحب نے پریشانیوں سے نجات کا تعویذ مانگا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز پڑھتے ہو؟!! کہا: نہیں! حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: جب تم نماز نہیں پڑھتے تو پریشانی کیسے دُور ہوسکتی ہے؟!! جب تک نماز کی پابندی نہ کروگے پریشانی دُور نہ ہوگی۔

نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر بھوت اور شیطان سوار رہے گا

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تعویذ کی غرض سے حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ: میری عجیب حالت ہے!! دل میں طرح طرح کے گندے خیالات اور وساوس آتے رہتے ہیں، ایسا محسوس ہوتا ہے کہ مَیں کچھ بھی نہیں ہوں، کبھی خودکشی کر لینے کو جی چاہتا ہے، کسی کام میں دل نہیں لگتا، اور کسی کام میں مستقل مزاجی نہیں، اِحساس کمتری کا شکار ہوں، ایسا لگتا ہے کہ ہر وقت شیطان سوار ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن صاحب سے پوچھا کہ: نماز پڑھتے ہو؟!! کتنے وقت کی پڑھتے ہو؟!! اُن صاحب نے عرض کیا کہ: نہیں پڑھتا!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو اصل علاج ہے اُس کو تو کرتے نہیں، اِدھر اُدھر مارے مارے پھرتے ہو، کرایہ خرچ کرتے ہو، ہزاروں روپیہ برباد کرتے ہو، اِدھر اُدھر کے علاج میں نہ معلوم اب تک کتنا پیسہ خرچ کیا ہوگا؟!! اگر ابھی میں کہہ دوں کہ: فلاں جگہ چلے جاؤ، فلاں ڈاکٹر اچھا ہے، اُس سے علاج کراؤ فائدہ ہوگا، تو ہزاروں روپیہ خرچ کر ڈالو گے، لیکن! اصل علاج جو بتلاتا ہوں اُس کو کرتے نہیں، اُس کے کرنے میں جان نکلتی ہے۔ جب تم نماز نہیں پڑھو گے تو تم پر شیطان نہیں سوار ہوگا تو اور کیا سوار ہوگا؟!! جب شیطان ہر وقت مسلط رہے گا تو گندے خیالات اور وساوس نہ آئیں گے تو کیا اَچھے خیالات آئیں گے؟!! مَیں سچ کہتا ہوں: اگر آج ہی سے تم نماز کا اِہتمام شروع کردو، صفائی کا اور پاکی کا اِہتمام رکھو، پانچوں وقت وضو کرو اور وضو کر کے سورہ "اِنَّآ اَنْزَلْنَا" (یعنی سُوْرَۃُ الْقَدْر) پڑھو، اور وضو کا بچا ہوا پانی کھڑے ہو کر آسمان کی طرف منہ کر کے پیو، دیکھو! نہ فائدہ ہوا تو کہنا!! یہ ہے اصل علاج!! یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف "اِنابت، توبہ، اِستغفار، دعا، نماز کی پابندی" اِس سے دل کو سکون ملتا ہے۔ یہ تو کرتے نہیں!! محض تعویذ سے کام چلانا چاہتے ہیں۔ کتابوں میں لکھا ہے کہ: بے نمازی کے لیے اگر غوث، قطب بھی دعا کریں تو اُس کے حق میں اُن کی دعا قبول نہیں ہوتی، تعویذ بے چارہ کیا کرے گا؟!!

نماز نہیں پڑھو گے تو تعویذ سے فائدہ نہ ہوگا

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مختلف پریشانیوں کا تذکرہ کرنے کے بعد اُن پریشانیوں سے نجات اور خیر و برکت کے لیے تعویذ مانگا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نماز

پڑھتے ہو؟!! اِس پر وہ صاحب خاموش رہے اور کچھ جواب نہیں دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم ہزار تعویذ باندھ لو، گلے میں نہیں دل کے اَندر لٹکالو تب بھی فائدہ نہ ہوگا، جو شخص نماز کا پابند نہ ہوگا اُس کے مال میں خیر و برکت نہیں ہوسکتی، ایسا شخص ہمیشہ پریشان رہتا ہے، قرآن حدیث غلط تھوڑی ہوسکتے ہیں۔

تعویذ عالموں کے لیے نہیں جاہلوں کے لیے ہوتے ہیں

ایک عالم صاحب نے مختلف اَغراض کے لیے تعویذ مانگے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تعویذ، گنڈے عالموں کے لیے نہیں جاہلوں کے لیے ہوتے ہیں، جو پڑھنا نہیں جانتے، اہل علم کے لیے تو خود پڑھنا ہے۔ پھر اُن عالم صاحب کو تعویذ نہیں دیا۔

تعویذ میں غلو

آج کل تعویذ کی بابت لوگوں نے بہت غلو کر رکھا ہے، یہ سمجھتے ہیں کہ ”نَعُوْذُ بِاللہ“ اللہ تعالیٰ ویسے تو میرا کام کرتے نہیں، چلو فلاں صاحب سے تعویذ لکھالو، تعویذ گویا فلاں صاحب کا حکم ہے، اُن کا فرمان ہے، اب تو اللہ تعالیٰ کو ضرور یہ کام کرنا پڑے گا (نَعُوْذُ بِاللہ)۔ سمجھتے ہیں کہ تعویذ ہی سے سب کچھ ہوجائے گا۔

بچوں کی اِصلاح و تربیت کے سلسلہ میں اَہم ہدایات

بچوں کی ضد سے پریشان نہ ہونا چاہیے

ایک صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے بچہ کی اِصلاح کے لیے تعویذ مانگا۔ عرض کیا کہ: حضرت! بچہ بہت ضد کرتا ہے، ایسا تعویذ دے دیجئے کہ بچہ ضد نہ کرے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بچہ نہیں تو کیا بوڑھا ضد کرے گا؟!! بچے ہی تو ضد کرتے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پوچھا: کتنے سال کا ہے؟ اُس نے کہا: تین، چار (۳، ۴) سال کا ہے۔ فرمایا: تین (۳) سال کا بچہ ضد نہیں کرے گا تو اور کیا کرے گا؟!! بچے ضد کرتے ہی ہیں، ہر بات کا تعویذ نہیں ہوتا، تم تو ذرا میں پریشان ہوجاتے ہو،

بچوں کو اِتنا زیادہ مہذب بنانے کی کوشش نہ کرو، (کہ وہ ضد بھی نہ کریں) زیادہ پیچھے نہ پڑو، جو لوگ شروع سے ہی اُن کو زیادہ مہذب اور بزرگ بنانے کی کوشش کرتے ہیں آگے چل کر اُن کے بچے اور خراب ہوجاتے ہیں۔ البتہ! اِس کی کوشش کرنی چاہیے کہ عادتیں خراب نہ ہونے پائیں، اِس کی تو فکر نہیں کرتے، بچہ کی ضد سے پریشان ہوتے ہیں۔

اِسی ضمن میں فرمایا کہ: ایک جگہ ایک صاحب کسی سے ملاقات کے لیے گئے، دستک دی اَندر سے بچہ آیا، اُس سے پوچھا کہ: ابا ہیں؟ بچہ اَندر گیا اور اُس نے واپس آکر جواب دیا کہ: ابا کہہ رہے ہیں کہہ دو کہ نہیں ہیں۔ یہ اِسی علاقہ کا واقعہ ہے، اِس طرح کے اَخلاق کا بچوں پر بہت برا اَثر ہوتا ہے، اُن کی بھی عادتیں خراب ہوتی ہیں، اور وہ بھی شروع سے جھوٹ بولنے کے عادی ہوجاتے ہیں، ایسی حرکتوں سے بچہ کو بچانا چاہیے۔

تعویذ والوں کی وجہ سے پریشانی اور دینی نقصان

فرمایا: اب تو تعویذ والوں کی اِتنی بھیڑ ہوگئی ہے کہ مَیں سخت پریشان ہوگیا ہوں، اِس کی وجہ سے لکھ پڑھ نہیں پاتا، تین (۳) دن سے لکھانے کا ناغہ ہورہا ہے، پہلے تقریر لکھتا ہوں، اُسی کا اِملاء کراتا ہوں، اور تعویذ والوں کی وجہ سے لکھنے کا موقع ہی نہیں ملتا، سو، ڈیڑھ سو (۱۰۰، ۱۵۰) آدمی آجاتے ہیں، ایسا مَیں نے کہیں نہیں دیکھا، اب تو یہی صورت حال ہے کہ مَیں یہاں سے کہیں چلا جاؤں، بہت پریشان ہوگیا ہوں، تعویذ تو تعویذ!! جتنے لوگ آتے ہیں اُن کے ناشتہ، کھانے میں اَچھا خاصا خرچ ہوتا ہے، اَبھی جو یہ گاڑی آئی تھی سیکڑوں گے نتھے گئی ہوگی، خیر!! کھانے کی اِتنی بات نہیں جو کھاتا ہے اپنے مقدّر کا کھاتا ہے، لیکن! مَیں وقت کہاں سے لاؤ؟!! میرے پاس اِتنا وقت تو ہے نہیں کہ ہر ایک کی تفصیلی بات سنوں۔

سمجھ دار اور دین دار لوگوں کو بھی سحر وآسیب کا وہم

ایک صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعویذ لینے آئے اور عرض کیا کہ: حضرت! ایسا لگتا ہے کہ کوئی ہمارے پیچھے لگا ہے، کسی نے کچھ کرا دیا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عجیب بات ہے!! آج کل جس کو دیکھو ہر ایک یہی کہتا ہے کہ: سحر وآسیب کا اَثر ہے، جہاں ذرا کوئی پریشانی یا بیماری آئی فوراً

زبان پر یہی آتا ہے کہ کسی نے کچھ کرا دیا، سحر کا یا آسیب کا اثر ہے، اس میں اچھے اچھے پڑھے لکھے لوگ بل کہ بڑے بڑے علماء تک مبتلاء ہیں۔ بیماری ہو تو بھی سحر ہے، پریشانی ہو تو کسی نے کچھ کر دیا ہے، کوئی نقصان ہو تو بھی کوئی پیچھے پڑا ہے۔ تعجب ہے کہ!!! اچھے اچھے موحد اور توحید کا سبق سکھانے والے، تبلیغ کرنے والے وہ بھی اس میں مبتلاء ہیں، اور یہی کہتے نظر آتے ہیں کہ: صاحب کسی نے کچھ کر دیا۔ اللہ رحم کرے!! اس وہم کی وجہ سے ایسی ایسی بدگمانیاں قائم کی جاتی ہیں کہ فلاں رشتہ دار نے یا فلاں شخص نے کچھ کرا دیا، اس کو ایسا حق اور یقینی سمجھتے ہیں جیسے آسمان سے وحی نازل ہوگئی ہے کہ واقعی!! فلاں ہی کے کرنے سے یہ ہوگیا ہے، اُسی نے کچھ کر دیا ہے۔

ارے! جو کچھ ہوتا ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے، جو کرتا ہے اللہ کرتا ہے، سحر بھی اگر ہو اور اُس کا اثر ہوا تو بھی اللہ ہی کے کرنے سے ہوا، اللہ کی مشیت کے بغیر کچھ نہیں ہوسکتا، جب اللہ ہی سب کچھ کرنے والا ہے تو اللہ کی طرف کیوں متوجہ نہیں ہوتے؟!! اُس سے دعا کیوں نہیں کرتے؟!! یا نَعُوْذُ بِاللّٰہ شیطان اور خبیث، اللہ کی حکومت میں ایسے دخیل بن گئے کہ اللہ پر بھی نَعُوْذُ بِاللّٰہ غالب آگئے، اور اللہ تعالیٰ اُن کے سامنے کچھ نہیں کرسکتا، جنات بھی اگر کچھ کرتے ہیں، تو کرتے ہیں جنات!! لیکن! اللہ کی مشیت سے کرتے ہیں، تو پھر اللہ کے سامنے کیوں نہیں جھکتے؟!! تَوَجُّه اِلَى اللّٰه، دعا اور اِنَابَت اِلَى اللّٰه اصل علاج ہے، اس کو کوئی نہیں کرتا، تعویذ تعویذ چلایا کرتے ہیں۔ میرے گھر میں بھی جنات رہتے ہیں، کئی مرتبہ اُس کے آثار بھی نظر آئے، لیکن! کبھی شرارت نہیں کی۔ ارے! جن خود کیا کرے گا؟!! جو کرے گا اللہ کے حکم اور اُس کی مشیت سے کرے گا، میرے گھر میں بھی لوگ بیمار رہتے ہیں، ہر وقت کوئی نہ کوئی پڑا رہتا ہے، چارپائی خالی نہیں رہتی، کوئی نہ کوئی بیمار ہی رہتا ہے تو مَیں بھی کہوں کہ: کسی نے کچھ کرا دیا ہے، کسی نے جادو کر دیا ہے، کوئی پیچھے پڑا ہے، مَیں تو کبھی نہیں کہتا، بیماری و شفا سب اللہ کی طرف سے ہوتی ہے، کسی کے کرنے سے کیا ہوتا ہے!!! ایک مسلمان کو اللہ کی ذات پر بھروسہ رکھنا چاہیے، میرے اوپر بھی سحر کیا گیا، اور اُس کا اثر بھی ہے، لیکن! آدمی اللہ پر توکل کرے، اُسی سے تعلّق جوڑے، جو کہنا ہو اُسی سے کہے، اُس کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کرے۔

حاسدین کے شر سے حفاظت کا ایک عمل

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: حاسدین سے بہت پریشان ہوں، میرے بہت دشمن اور حاسد ہیں، ہر وقت خطرہ رہتا ہے کوئی کچھ نہ کر دے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: روزانہ صبح وشام سُوْرَۃُ الْفَاتِحَۃ وسُوْرَۃُ الْفَلَق وسُوْرَۃُ النَّاس تین، تین (۳، ۳) بار پڑھ کر دم کرلیا کرو۔

نگاہ تیز ہونے کا ایک عمل

ایک صاحب نے "ضُعْفِ بَصَر" ونگاہ کی کمزوری کی شکایت کی۔ فرمایا: نماز پڑھنے کے بعد درود شریف پڑھ کر اُنگلی پر دم کر کے آنکھوں پر پھیر لیا کرو، اِنْ شَآءَ اللہ شفاء ہوگی اور نگاہ تیز ہوگی۔

تعویذ سے فائدہ نہیں ہوا تو بس اب اللہ سے دعا کرو

ایک صاحب نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے تعویذ لیا تھا، دوبارہ آکر عرض کیا کہ: حضرت! تعویذ سے فائدہ نہیں ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تعویذ سے فائدہ نہیں ہوا تو بس! اب اللہ سے دعا کرو، اصل چیز تو دعا ہے۔ "یَا لَطِیْفُ" (جو حق تعالیٰ کا نام ہے، جس کا مطلب ہے، اے لطف ومہربانی کا معاملہ کرنے والے) اِس کو پڑھ کر اللہ سے دعا کریں، اِنْ شَآءَ اللہ دعا قبول ہوگی۔

بیماری یا وہم

ایک مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر شدید دل کا دورہ پڑا تھا، جس سے لوگوں کی اُمیدیں ختم ہو چکی تھیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ "کانپور" میں زیرِ علاج تھے، شہر "کانپور" کے تمام بڑے ڈاکٹر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے علاج کی طرف پورے طور پر متوجہ تھے۔ اَلْحَمْدُ لِلہ! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شفاء ہوئی، اِس کی خوشی میں میزبان صاحب نے "کانپور" کے تمام بڑے ڈاکٹروں اور معزز حضرات ومحبین کی دعوت کی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس میں تشریف فرما تھے، اُس دعوت میں بہت سے بڑے ڈاکٹر بھی مدعو تھے، جو حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت ومحبت رکھتے تھے، ڈاکٹروں کے درمیاں دسترخوان پر حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ جلوہ اَفروز تھے، مختلف تذکرہ چل رہے تھے۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ:

کثرت سے ایسے مریض آتے ہیں کہ بیماری تو اُن کو کچھ ہوتی نہیں، خواہ مہ خواہ پریشان ہوتے ہیں، سیکڑوں روپیہ برباد کرتے ہیں، مجبوراً نفسیاتی طور پر اُن کا علاج کرنا پڑتا ہے اور اُسی سے اُن کو شفاء ہوتی ہے۔

ایک صاحب کی بیماری کا تذکرہ ہوا کہ: اِتنے بڑے بڑے ڈاکٹروں نے جانچ کرڈالی، لیکن! مرض کی تشخیص نہیں ہوسکی، کتنی جانچیں کروالیں، مرض کا سراغ نہ لگ سکا، بعد میں معلوم ہوا کہ کچھ نہیں!! اُن کو صرف "ملیریا بخار" ہے۔ ایک ڈاکٹر صاحب نے عرض کیا کہ: یہ بھی اللہ کی شان ہے کہ اِتنا عام مرض "ملیریا"، لیکن! بڑے بڑے ڈاکٹر سب پریشان تھے اور مرض کی تشخیص نہیں کرسکے۔

ڈاکٹر صاحب دینی مزاج کے تھے، فرمانے لگے کہ: "باندہ" اَطراف اور "مودھا" وغیرہ کے جو مریض آتے ہیں اُن کے عقائد اَکثر خراب ہوتے ہیں، وہاں کام کی زیادہ ضرورت معلوم ہوتی ہے، عجیب عجیب طرح کے اُن کے عقائد ہوتے ہیں، سن کر تعجب ہوتا ہے۔ اِس پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک واقعہ اِرشاد فرمایا۔

ایک واقعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بیان فرمایا کہ: نجیب (حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے منجھلے صاحب زادے) کے خسر کے خسر صاحب بڑے دین دار تھے، صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے، اَولاد کوئی نہیں تھی، بڑے ارمانوں کے بعد ایک لڑکا پیدا ہوا اور بیس، پچیس (۲۰،۲۵) سال کی عمر میں اُس کا بھی اِنتقال ہوگیا، اب اُن کا برا حال، نماز وغیرہ سب چھوڑ دی اور یہاں تک کہنے لگے کہ: (نَعُوْذُ بِاللّٰہ) اللہ تعالیٰ نے میرا لڑکا مار ڈالا، میرا ایک لڑکا اللہ میاں سے نہ دیکھا گیا، اِتنے دن سے میں نماز پڑھتا ہوں، میرا لڑکا چھین لیا۔ عجیب عجیب طرح کے کفریہ کلمات زبان سے نکالا کرتے تھے، دہریہ، ملحد ہوگئے تھے، نماز وغیرہ سب چھوڑ بیٹھے تھے، ہم لوگ سمجھاتے تو اِس کا اور اُلٹا اَثر ہوتا، بہت دن اِس طرح گذر گئے، کافی عرصہ بعد پھر ایک لڑکی پیدا ہوئی، اور وہ بھی اِتفاق سے ایک دن کنویں میں گر پڑی، بس! فوراً یہ اللہ کے حضور میں گر پڑے، اور کہنے لگے: ارے میرے اللہ! اِسے بچالے تو ہی بچا سکتا ہے، لڑکی بچ گئی، اور اُسے ایک خراش تک نہ آئی، بالکل صحیح سالم نکل آئی۔

اِس کے بعد وہ کہتے تھے کہ: میرے اللہ نے لڑکی بچادی، اللہ کا بہت شکر ادا کرتے تھے، اور اِس سے پہلے کفریہ کلمات جو بکا کرتے تھے اُس پر بہت نادم تھے، بہت توبہ واِستغفار کی، ہر وقت اللہ کا ذکر کرتے رہتے، ہر وقت تسبیح ہاتھ میں رہتی اور اِسی حال میں "اللہ، اللہ" کرتے اُن کا اِنتقال ہوا ہے، اُس وقت تسبیح اُن کے سینہ پر تھی۔

"بانداہ" کے منو بھائی کا قصہ

بیوی نیک ہو تو شوہر کو بھی نیک بنادیتی ہے

اِسی ضمن میں شہر "بانداہ" کے منو بھائی کا تذکرہ فرمایا کہ: اُن کا بھی عجیب حال تھا!! اللہ نے بہت کافی مال دولت سے نوازا تھا اور شروع ہی سے وہ مجھے بہت مانتے تھے، میرا بہت خیال رکھتے تھے، اُن کے اَندر اللہ نے بعض ایسی خوبیاں رکھیں تھیں جو "بانداہ" بھر میں کسی میں نہ ہوں گی، "بانداہ" کی جامع مسجد کا پورا اِنتظام اُنہی کے ذریعہ ہوتا تھا، "بانداہ" میں عیدگاہ بنی ہے وہ بھی اُنہی کی کوشش واِیثار کا نتیجہ ہے۔ بس! کمی اُن میں یہ تھی کہ شراب پیتے تھے اور جوا کھیلتے تھے۔ لیکن! بعدؔمیں ایسے حالات بدلے اور ایسی کایا پلٹی کہ بڑے پکے دین دار ہوگئے تھے، ہاتھ میں تسبیح آگئی، پانچوں وقت کی نماز باجماعت پابندی سے پڑھتے تھے، مسجد میں جھاڑو اپنے ہاتھ سے لگاتے تھے، تمام گناہوں سے توبہ کی، حج کیا، اور اُن کا حال بہت اَچھا ہوگیا، اور یہ سب اُن کی بیوی کی برکت تھی، اُن کی بیوی بڑی دین دار تھی، اور میرے ذریعہ اُن کو نصیحت کراتی تھی، میرے اوپر بھی اُن لوگوں کے بڑے اِحسانات ہیں، اُن کے یہاں جانے کی وجہ سے مجھے بہت باتیں بھی سننا پڑیں، لوگ کہا کرتے تھے کہ: مال دار ہیں، پیسے والے ہیں، اِس لیے بار بار وہاں جاتے ہیں، مَیں سوچا کرتا تھا، خوب کہہ لو!! جو کہنا ہے، خدا جانتا ہے مَیں کیوں جاتا ہوں؟!! اُن کی بیوی مجھے بلاتیں اور کہتیں کہ: مولانا! اِن کو سمجھائیے، اِن کو سنبھالے رہیے۔ دین کی وجہ سے بلاتی تھیں، اِس وجہ سے مجھے جانا پڑتا تھا، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اِس کا اَچھا اَثر ہوا۔

شہر "باندہ" میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری اور مخالفین کی فتنہ انگیزی اور اللہ کی نصرت کا عجیب واقعہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: شروع میں ہم نے ایک مرتبہ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو "باندہ" میں تشریف آوری کی دعوت دی تھی، رمضان کا مہینہ تھا، مَیں "ہتورا" میں اعتکاف کیے ہوئے تھا، اُس وقت اِطلاع ملی کہ: حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دعوت قبول فرمائی ہے، اور شوال کی اِبتدائی تاریخوں میں تشریف لائیں گے، مَیں بڑا متفکر ہوگیا کہ اِتنی جلدی کیسے اِنتظامات ہوسکتے ہیں؟!! "باندہ" کے منو بھائی اور شمیم محسن صاحب کے والد صاحب ہمارے بڑے محسنین میں سے ہیں، اُن کو جب معلوم ہوا تو اُن لوگوں نے میرے پاس اِطلاع بھیجی کہ مولانا! آپ بالکل پریشان نہ ہوں، سارا اِنتظام ہم کرلیں گے، آپ کسی قسم کی فکر نہ کریں۔ چناں چہ اِنتظامات کیے گئے، جب حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا وقت قریب آیا تو منو بھائی چوں کہ بڑے بااثر اور بااِقتدار تھے اپنی کوشش سے بہت سے لوگوں کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اِستقبال کے لیے جمع کیا، اور مجمع کے ساتھ حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو لینے کے لیے اسٹیشن پہنچے، پورا اسٹیشن اور پلیٹ فام کھچا کھچ بھرا ہوا تھا، بڑا شان دار اِستقبال ہوا، اِتنا مجمع کسی کے اِستقبال کے لیے "باندہ" میں کبھی نہیں ہوا، کسی بڑے سے بڑے عہدے دار کی آمد پر بھی اِتنا مجمع نہ ہوتا تھا، "باندہ" والوں نے کسی کے اِستقبال میں اِتنا بڑا مجمع پہلی بات دیکھا تھا، بھرے مجمع کے بیچ سے حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لائے، فرشتہ صفت اِنسان، نورانی چہرہ سب دیکھتے رہ گئے۔

اہلِ بدعت کی فتنہ انگیزی اور ناکام سازش

"باندہ" کے بدعتیوں کو جب علم ہوا کہ: مولانا قاری محمد طیب صاحب دیوبندی تشریف لا رہے ہیں تو اُنہوں نے بڑا شور برپا کیا کہ وہابیوں کا اِمام آرہا ہے، پورا زور لگادیا کہ "باندہ" کی سرزمین میں حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف نہ لاسکیں، کوتوالی میں جاکر اِطلاع کردی کہ

اِن کے آنے سے فتنہ کا خطرہ ہے، دیگر اَفسران سے مل کر پابندی لگانا چاہی تھی۔ لیکن! شمیم محسن کے والد صاحب خود، مجسٹریٹ تھے، بڑے اَفسران سے اُن کے گہرے روابط تھے، اِس لیے مخالفین کی کچھ نہ چلی، بدعتیوں نے بڑا زور لگایا اور بہت شور وغل مچایا، بڑے بڑے لوگوں کے پاس جا کر کہا کہ: اُن کو ہرگز نہ آنا چاہیے، پولیس، داروغہ سب سے ملے، جب زیادہ تدبیریں کیں تو شمیم محسن صاحب نے ایک اور تدبیر اِختیار کی اور یہ کیا کہ سب کی دعوت کر دی، مخیر آدمی تھے، اللہ نے خوب دیا تھا۔ چناں چہ عمومی پیمانہ پر "باندہ" کے تمام بڑے بڑے لوگوں کی دعوت کر دی، اور اِس طرح سب کا منہ بند کر دیا۔ جب ہر طرف سے مخالفین ناکام ہوئے تو ایک تدبیر اور اِختیار کی کہ اَطراف اور دیہاتوں میں جا جا کر پروپیگنڈہ کیا کہ ایک وہابی کافر آ رہا ہے، کوئی اُس سے ملنے نہ جائے، اُس کی تقریر نہ سنی جائے، پورے علاقہ میں ہل چل مچ گئی، اور اُنہوں نے پورا زور لگا دیا کہ ایک آدمی بھی جلسہ میں شریک نہ ہونے پائے۔ منو بھائی کو جب اِس کا علم ہوا تو اپنی گاڑیاں بالکل فری کر دیں، اُس وقت اُن کی بارہ (۱۲) گاڑیاں چلتی تھیں، چاروں طرف بسیں پھیلا دیں، جس کو آنا ہو آئے کوئی کرایہ نہیں، پھر کیا تھا کھچا کھچ بھرے ہوئے آدمی گاڑیوں سے آنے لگے، اَطراف ودیہات سے کافی لوگ جمع ہو گئے۔

اُن کم بختوں نے ایک شرارت اور کی کہ عین وقت میں جب کہ مجمع کافی ہو چکا تھا جامع مسجد کا سارا پانی جو ٹنکیوں میں بھرا ہوا تھا، سارا پانی چپکے سے بہا دیا، اب پینے کے لیے پانی نہیں، بڑی سخت پریشانی ہوئی کہ اب کیا کرنا چاہیے؟!! فوراً کچھ لوگوں نے یہ تدبیر اِختیار کی کہ شہر سے گھروں گھروں سے رسّی، بالٹی مانگ لائے، اور کنویں سے پانی کھینچنا شروع کیا، دیہات کے لوگ تو تھے ہی، تھوڑی دیر میں دیکھا دیکھی پوری ٹنکی اور خالی ڈرم سب بھر گئے، اِس طرح پانی کا اِنتظام ہو گیا، اُس کے بعد جو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بیان ہوا ہے واقعی وہ بیان تھا، اور حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تو ہر بیان عجیب وغریب ہوتا تھا۔

(یہ ہے اللہ کی کھلی نصرت وحمایت۔ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ تو اِعتکاف میں بیٹھے ہوئے تھے، اُس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ کو حضرت مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کی اِطلاع ملی، اِعتکاف کی حالت میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ سے دعا مانگی، گریہ وزاری کی، اللہ نے غیب سے کس

طرح اِنتظام فرمایا اور مخالفین کی سازشوں کو کس طرح ناکام کیا۔ واقعۃً دعا و اِخلاص میں بڑی طاقت ہے۔ سچ ہے: مَنْ کَانَ لِلّٰہِ کَانَ اللّٰہُ لَہٗ۔ (۱) جو اللہ کا ہوجاتا ہے، جس کا ہر کام اللہ واسطے ہوتا ہے اللہ اُس کا ہوجاتا ہے، اور اُس کے سارے کام بناتا ہے۔)

حج بازی

اِسی ضمن میں شمیم صاحب کے والد صاحب کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: بڑے عجیب وغریب آدمی تھے، بڑے مخیر تھے، رزق حلال کا اِہتمام تھا، بھونسے کی تجارت کرتے تھے، اور بھونسہ بیچ کر حج کرنے جاتے تھے۔ کہا کرتے تھے کہ: کسی کو کسی چیز کا شوق ہوتا ہے، وہ اُس میں بازی لگاتا ہے اور شوق پورا کرتا ہے، کسی کو کبوتر بازی، تیتر بازی، پتنگ بازی کا شوق ہوتا ہے اور وہ اُس میں بازی لگاتا ہے، ہم کو حج کا شوق ہے ہم حج کی بازی لگاتے ہیں۔ چناں چہ ہر سال حج کرنے جاتے تھے اور صرف اپنی کمائی سے بھوسہ بیچ کر۔ وَفِیْ ذٰلِکَ فَلْیَتَنَافَسِ الْمُتَنَافِسُوْنَ ○ (۲)

یہ ساری گفتگو حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے ڈاکٹروں کی مجلس میں ناشتہ کی دعوت کے موقع پر فرمارہے تھے، دسترخوان پر قِسم قِسم کی نعمتیں سجی ہوئی تھیں، اَندازہ لگایئے "کانپور" کے بڑے ڈاکٹروں کی دعوت میں کس قِسم کے اِنتظامات ہوں گے؟!! اُن ہی کے بیچ میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی تھے، سارے لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی طرف متوجہ تھے۔

حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تواضع

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس قِسم کا دسترخوان دیکھ کر مجھے حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک جملہ یاد آتا ہے۔ حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ اِس علاقہ میں کثرت سے آیا کرتے تھے، "برولی" بھی کئی مرتبہ تشریف لائے ہیں، اُس وقت "برولی" کے حالات بہت اَچھے تھے۔ پورے علاقہ میں "برولی" سے اَچھا کوئی قصبہ نہ تھا، سب شریف لوگ آباد تھے، حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے تو پورے قصبہ میں ہل چل مچ جاتی، خوشی کی لہر دوڑ جاتی، حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِعزاز میں قِسم قِسم

---

(۱) (مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح، کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ الضحیٰ، ج ۳، ص ۹۸۰، طبع دار الفکر بیروت) (۲) (سُوْرَۃُ الْمُطَفِّفِیْن، ۲۶)

کے کھانے پکتے تھے، دسترخوان لگتا، گھر میں جو پکتا تھا ہر شخص حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے لیے بھیجتا۔ ایک مرتبہ تشریف لائے تو اِسی طرح دسترخوان میں قسم قسم کے کھانے لگے تھے، کئی طرح کی نعمتیں جمع ہوگئیں، اُس وقت حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک جملہ فرمایا، وہی جملہ مجھے بھی بار بار یاد آتا ہے کہ: "یا اللہ! یہ لوگ تو مجھے ایک عالم اور بزرگ سمجھ کر کھلاتے ہیں، اہتمام کرتے ہیں اور مَیں ایسا ہوں نہیں"۔ یہ کہہ کر حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے اور فرمایا: اِن کی تو بن گئی، مجھے نیک سمجھ کر یہ برتاؤ میرے ساتھ کرتے ہیں، لیکن! میرا کیا ہوگا؟!! حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کا تذکرہ کرتے ہوئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے بھی لوگ کچھ سمجھ کر بلاتے ہیں، دعوت کرتے ہیں، اور مَیں ایسا نہیں ہوں، یہ کہہ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی آب دیدہ ہوگئے۔ اور فرمایا کہ: مَیں تو ایک دیہات کا رہنے والا ہوں، اِس قسم کی نعمتیں ہم نے کبھی دیکھی بھی نہیں، بس! یہ اللہ کا اِحسان ہے، اُس کا فضل وکرم ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: حضرت قاری محمد صدیق صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ کے اِس علاقہ پر، "برولی" پر اور مجھ پر بڑے اِحسانات ہیں، علاقہ میں کئی کئی روز تک اُن کے پروگرام ہوتے تھے، اُن کی تقریریں صاف سلجھی ہوئی، عام فہم ہوتی تھیں، ایک مرتبہ تشریف لائے اور گیارہ، بارہ (۱۱، ۱۲) روز تک قیام فرمایا، آج یہاں پروگرام ہے تو کل وہاں پروگرام ہے، دیہات میں بیل گاڑی سے سفر ہوا کرتا تھا، بخار آگیا، بخار کے حال میں بھی برابر سفر کرتے رہے۔ کچھ لوگوں نے کہا بھی کہ: حضرت! اِس حال میں سفر کوئی ضروری نہیں۔ میری طرف اِشارہ کرکے فرمایا: اِس کا کیا ہوگا؟!! اِس نے تو پہلے سے پروگرام طے کر رکھا ہے، اِس بے چارہ کا کیا ہوگا؟!! لوگ اِس کو کیا کہیں گے؟!! ذلّت ہوگی، بدنامی ہوگی۔ (اللہ تعالیٰ ہمارے اِن تمام اَکابر کی قبروں کو نور سے بھر دے اور ہم کو بھی اُن کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین)

بس کے ذریعہ سفرِ حج

ایک نوجوان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ: ہم نے ایک پارٹی بنائی ہے، بس یا کار کی سواری سے ہم لوگ حج کرنے جائیں گے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس طرح کرنا

کوئی ضروری تو ہے نہیں، کیوں خواہ مہ خواہ پریشانی مول لی جائے۔ اُس نوجوان نے کہا کہ: ہم نے قانونی کاروائی کرلی ہے، سرکار حفاظت کرے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ تو ٹھیک ہے، لیکن! بعض دوسرے ممالک راستہ میں پڑتے ہیں، جہاں سے گذرنا ہوگا، کچھ اِطمینان نہیں کیسے حالات ہوں؟!! کچھ بھی خطرہ ہوسکتا ہے، طرح طرح کی پریشانیاں آسکتی ہیں۔ الغرض!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس نوجوان کی اِس تجویز کو پسند نہ کیا اور فرمایا: اَچھا جایئے بعد میں بات کیجیے گا۔ اُس کے بعد وہ صاحب اَحقر کی موجودگی میں نہیں آئے۔

سود خور کا قصہ

ایک پروگرام کے تحت حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ (جامع العلوم، پٹکا پور، کانپور) تشریف لائے تھے، شیخ الحدیث حضرت اَقدس مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی تشریف فرما تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا کہ: ہمارے اَطراف کا قصہ ہے ایک سود خور بہت سودی لین دین کرتا تھا، جب اُس کا اِنتقال ہوا تو اُس کے لیے قبر کھودی گئی، پوری قبر کھد جانے بعد بھی دفن کرنے سے پہلے زمین خود بہ خود مل جاتی اور میت کو دفن نہ کرسکتے تھے، دوبارہ قبر کھودی جاتی پھر مل جاتی، کئی قبریں کھودی گئیں ہر مرتبہ یہی ہوا، گویا زمین نے بھی اُس کو قبول کرنے سے اِنکار کردیا، سب لوگ بڑے پریشان ہوئے۔ اُس علاقہ کے بڑے عالم مولانا ظہور الحسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے، اُن کو بلایا گیا، اُنہوں نے دیکھا اور اللہ سے دعا کی کہ: "یا اللہ! تُو نے جس کام کا حکم دیا ہے وہ ہم کو کرلینے دے، تیرا بندہ، پھر تُو جو چاہے کرے"۔ چناں چہ اُس کے بعد جب قبر کھودی گئی وہ کھلی رہی اور اُسی میں دفن کردیا گیا، اوپر سے مٹی ڈال دی گئی، مٹی ڈال کر فارغ ہی ہوئے تھے دیکھا کہ فوراً اَچانک اک دم سے قبر کے اَندر سے دھواں نکلا، تمام لوگوں نے اُس کو دیکھا۔ یہ قصہ ہمارے اَطراف کا ہے، یہ نحوست ہوتی ہے سود خور کی۔ اللہ بچائے۔ (آمین)

"سُوْرَةُ الْفَاتِحَة" کی مختصر تفسیر

"سُوْرَةُ الْفَاتِحَة" کا دَرس دیتے ہوئے درمیاں میں اِرشاد فرمایا: "سُوْرَةُ الْفَاتِحَة" دراصل دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ سے درخواست کرنا ہے، اللہ تعالیٰ نے اِس سورۃ میں اپنے بندوں کو

دعا کرنے کا اور مانگنے کا طریقہ بتایا ہے، جب کوئی کسی سے مانگتا ہے تو پہلے اُس کی تعریف، اُس کی حمد وثناء کرتا ہے، چناں چہ شروع کی آیتون میں اللہ تعالیٰ کی تعریف، اُس کی حمد، اُس کی صفت "رَحْمٰن و رَحِیْم" کا ذکر ہے۔ "یَوْمِ جَزَآء" یعنی قیامت کے دن اُس کی مالکیت و حاکمیت کا تذکرہ ہے۔ یہ تو اُس کی تعریف ہوئی، اُس کے بعد بندہ نے اپنے رشتہ کو بیان کیا ہے کہ ہمارا آپ سے کیا تعلّق ہے؟!! آپ میرے آقا ہیں، ہم آپ ہی کی عبادت کرتے ہیں، اور آپ ہی سے مدد چاہتے ہیں، آپ کے علاوہ ہم کسی اور سے سوال نہیں کرتے۔ اور ہم آپ سے مانگتے کیا چیز ہیں؟!! سیدھا راستہ دکھادے۔ کون سا سیدھا راستہ؟!! ارے!! وہی سیدھا راستہ جس پر چل کر لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ اور جن پر آپ نے اِنعام کیا ہے، وہی راستہ ہم کو بھی بتادیجیے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے گویا جواب ملا کہ: اُچھا! یہ راستہ مانگتے ہو؟!! لو!! یہ کتاب (قرآن پاک) ہدایت نامہ ہے۔ چناں چہ اِرشاد ہے: ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ فِيْهِ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝ (۱) ہی سیدھا راستہ ہے، اِس کو پڑھو، اِس کے مطابق عمل کرو کامیاب ہو جاؤ گے۔ یہ ہے ربط "سُوْرَةُ الْفَاتِحَة" کی آیتوں کے درمیان۔

آگے فرمایا: وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝ (۲) کہ ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں، اِس میں "نَسْتَعِیْن" کا مفعول اور متعلّق ذکر نہیں کیا گیا کہ کس چیز میں مدد چاہتے ہیں؟!! تاکہ ہر چیز کو عام ہو جائے، یعنی ہم تجھ سے ہر ہر کام میں مدد چاہتے ہیں، چھوٹا کام ہو یا بڑا۔ اور ہے بھی یہی چیز کہ اللہ تعالیٰ سے ہر کام میں مدد مانگنی چاہیے، اور اُسی سے اِستعانت کرنی چاہیے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا نہ کرنا اور اُس سے نہ مانگنا اور اِدھر اُدھر مزاروں میں جا کر ٹکریں مارنا، اِس میں اللہ تعالیٰ کی بے ادبی اور اُس کی توہین بھی ہے۔ یہ تو ایسا ہے کہ غلامی تو کریں ہم آپ کی، عبادت تو کریں ہم تیری اور مانگیں دوسرے سے، ہاتھ پھیلائیں دوسرے کے سامنے، اِس میں آقا کی واقعی توہین ہے۔ اِس کا مطلب تو یہ ہوا کہ: ہمارا آقا ایسا ہے کہ ہمارا کچھ خیال نہیں کرتا، اِس لیے دوسرے کے سامنے ہاتھ پھیلا رہا ہے، روٹی کا ایک ٹکڑا دے دے، کپڑا پہننے کو دے دے، گویا اُس کے آقا کا خزانہ خالی ہو گیا، اُس کے پاس کچھ نہیں رہا، یا پھر یہ کہ آقا اپنے غلام کو کچھ دیتا نہیں۔

---

(۱) (سُوْرَةُ الْبَقَرَة: ۲) (۲) (سُوْرَةُ الْفَاتِحَة: ۴)

جس کے خزانے میں سب کچھ ہو اور جو زمین و آسمان کا بادشاہ اور مالک ہو اُس کو چھوڑ کر دوسرے کے در پر جا رہا ہے اور پکار رہا ہے کہ: غوث اُعظم، بڑے پیر صاحب میری مدد کیجیے، ہم تیری مدد کے محتاج ہیں، ہم کو لڑکا دے دے، گویا اللہ تعالیٰ کا خزانہ خالی ہو گیا ہے اور اُس کی قدرت ختم ہو گئی ہے، اب جو کچھ ملے گا دوسروں ہی کے در سے ملے گا، تب ہی تو بھاگا چلا جا رہا ہے، مزاروں کی طرف اور وہاں جا کر چادریں چڑھاتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذٰلِكَ۔

پانچواں باب

(اِصلاحِ معاشرہ)

نکاح ایک عبادت ہے اُس کو عبادت سمجھ کر مسجد میں کرنا چاہیے

مغرب بعد مسجد میں ایک نکاح ہوا جس میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر اَنداز میں چند باتیں اِرشاد فرمائیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: نکاح ایک عبادت ہے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے نکاح کو مسجد میں کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

چناں چہ "مشکوٰۃ شریف" میں روایت موجود ہے، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اِرشاد فرمایا:

أَعْلِنُوْا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوْهُ فِي الْمَسَاجِدِ۔[1]

"یعنی نکاح خفیہ طور پر نہ کیا کرو بل کہ علی الاعلان کیا کرو اور نکاح مسجد میں کیا کرو"۔ وجہ اِس کی یہی ہے کہ نکاح جب مسجد میں کیا جائے گا تو جو خرافات اِس موقع پر مسجد سے باہر ہوا کرتی ہیں وہ مسجد کے اَندر نہیں ہوں گی، مسجد میں سادگی کے ساتھ نکاح ہو جائے گا، جو باعثِ اَجر و ثواب اور خیر برکت کا ذریعہ ہوگا، آج کل تو ہزاروں رپیہ سجاوٹ ہی میں پھونک ڈالتے ہیں، اسٹیج بنانے میں کافی پیسہ صرف کرتے ہیں، روشنی میں اِسراف ہوتا ہے، مسجد میں اگر نکاح ہو تو اِن سب باتوں سے حفاظت ہو جاتی ہے، نکاح کے موقع پر اور بھی جو خرافات و رسومات ہوتی ہیں، مسجد میں وہ بھی نہیں ہو پاتیں، کیوں کہ نکاح تو ایک عبادت ہے اور جب نکاح کو عبادت سمجھ کر کیا جائے گا تو عبادت کے اَندر نانا دادا کا طریقہ اِختیار نہیں کیا جاتا کہ ہمارے دادا اِیسا کرتے تھے، ہمارے گھرانہ میں اِیسا ہوتا ہے، وہاں تو اِسلامی طریقہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا طریقہ ہوگا تب ہی عبادت ہوگا، عبادت کہتے ہی اُس کو ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقے کے مطابق ہو، چودہ سو (۱۴۰۰) برس پہلے ظہر کی جتنی رکعتیں پڑھی جاتی تھیں، آج بھی اُتنی ہی پڑھی جاتی ہیں، اُس میں کمی و زیادتی نہیں ہو سکتی کیوں کہ یہ عبادت ہے اور عبادت اُسی کو کہتے ہیں جو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طریقہ کے

---

[1] (مشکوٰۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۷۱، ۲، طبع میزان، لاہور)

مطابق ہو، مسلمان کا تو ہر کام عبادت ہوتا ہے، اُس کا چلنا پھرنا، سونا جاگنا بھی عبادت ہوتا ہے، لیکن! جن کاموں کو ہم عبادت کہتے اور سمجھتے ہیں کم اَز کم اُن کو تو عبادت کے طریقہ پر کریں، اُن میں سے ایک نکاح بھی ہے، اِس کو عبادت سمجھ کر، عبادت کے طریقہ پر مسجد میں کرنا چاہیے۔ دعا کرو اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کے مطابق عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

مسجد میں نکاح کی مشروعیت اِسی وجہ سے ہے کہ اِس میں طرح طرح کی خرافات اور رسوم ورواج کی نوبت ہی نہ آئے

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کا "کانپور" میں پروگرام تھا، عشاء کے بعد ایک نکاح میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو شریک ہونا تھا، احقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ تھا، لیکن! والد صاحب تشریف لائے ہوئے تھے، اِس لیے ملاقات کی وجہ سے عشاء کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نہ جا سکا۔

احقر چوں کہ حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کی زیرِ نگرانی حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات اور اِصلاحی باتیں لکھتا رہتا تھا، اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت تھی کہ احقر کی غیر موجودگی میں کوئی اَہم بات فرماتے تو احقر کو بلوا لیتے، اگر وقت موجود نہ ہوتا تو دوسرے وقت احقر کے سامنے اُس کا اِعادہ اور خلاصہ بیان فرماتے، اور کبھی یہ فرماتے کہ: اِس کو بھی لکھ لینا۔ اِس موقع پر احقر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ نکاح میں شریک نہ ہو سکا، لیکن! دوسرے روز حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ: کل نکاح میں تھوڑی دیر تقریر ہوئی تھی، اللہ تعالیٰ نے کام کی بات کہلوا دی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طور خلاصہ کے اُس کا اِعادہ فرمایا تا کہ احقر اُس کو لکھ لے۔ وَھُوَ ھٰذَا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مَیں نے عرض کیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

أَعْلِنُوا هٰذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ۔[1]

"یعنی نکاح اِعلان کے ساتھ کیا کرو (خفیہ طور پر چپکے سے نہ کرو) اور نکاح مسجد میں کیا کرو"۔ غور کرنے کی بات ہے کہ!!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسجد میں نکاح کرنے کا حکم کیوں فرمایا ہے؟!! وجہ اِس کی یہ ہے کہ نکاح ایک عبادت ہے، مسجد میں نکاح کرنے کا حکم اِس لیے فرمایا تا کہ اِس کا

[1] (مشکوۃ المصابیح، کتاب النکاح، باب اعلان النکاح والخطبۃ والشرط، الفصل الثانی، ج ۲، ص ۱۷۲، طبع میزان، لاہور)

عبادت ہونا معلوم ہو جائے، کیوں کہ عبادت کے علاوہ کوئی دوسرا کام مسجد میں کرنا جائز نہیں، دنیا کی باتیں کرنا بھی مسجد میں جائز نہیں، معتکف کے لیے بھی مسجد میں "بَیع وَ شِرَاء" (خرید وفروخت) جائز نہیں۔ مسجد میں دنیاوی باتیں کرنے والے کی نیکیاں ایسی ختم ہو جاتی ہیں جیسے آگ لکڑی کو ختم کر دیتی ہیں۔ کہاں تو مسجد میں دنیاوی باتون کی اِتنی سخت ممانعت اور سخت وعید اور نکاح کے لیے اِتنی ترغیب کہ نکاح مسجد ہی میں کیا جائے، یہ اِسی واسطے تاکہ معلوم ہو جائے کہ نکاح کرنا ایک عبادت ہے، اِس کو عبادت سمجھ کر ہی کرنا چاہیے، جب نکاح کو عبادت سمجھ کر کیا جائے گا تو اُس میں اپنی عقل اور خاندانی رسم ورواج کو بھی دخل نہ ہوگا بل کہ شریعت کے مطابق ہوگا، جس طرح اور عبادات میں ہوتا ہے۔ مثلاً: فجر کی نماز چودہ سو (۱۴۰۰) برس پہلے بھی چار (۴) رکعات تھیں، آج بھی چار (۴) ہی رکعات ہیں، ایک رکعت بھی نہ کوئی کم کر سکتا ہے نہ زیادہ۔ اِسی طرح حج ایک عبادت ہے، اِس کا جو طریقہ پہلے تھا آج بھی وہی طریقہ ہے، اِس میں کمی بیشی جائز نہیں، کیوں کہ عبادت ہے اور عبادت میں اپنی عقل ورسم ورواج کو دخل نہیں ہوتا۔ اِسی طرح نکاح بھی چوں کہ ایک عبادت ہے ورنہ مسجد میں کرنے کو حکم نہ دیا جاتا، اور جب اِس کو عبادت سمجھ کر کیا جائے گا تو نہ تو اِس میں اپنی عقل ورسم کا دخل ہوگا اور نہ ہی اپنی طرف سے کوئی طریقہ تجویز کی جائے گا، بل کہ شریعت کا بتایا ہوا طریقہ اِختیار کیا جائے گا، نہ اُس میں ناچ گانا ہوگا، نہ جہیز میں اسکوٹر اور ٹی وی کا مطالبہ ہوگا، کیوں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں نکاح میں یہ سب کچھ نہ ہوتا تھا۔

بعد میں معلوم ہوا کہ: یہ بیان کافی مفصل اور بہت مؤثر ہوا تھا، اَفسوس کہ نقل سے رہ گیا۔ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے بہ طور خلاصہ کے چند باتیں احقر کے سامنے بیان فرمائیں اور فرمایا: اِس کو لکھ لیا جائے تو بہتر ہے۔ چناں چہ احقر نے لکھ لیا اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ اِرشاد فرمایا تھا وہ اَمانت اُمّت کے سپرد کر دی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اِس کے مطابق عمل کی توفیق نصیب فرمائے۔ (آمِین)

بیاہ شادی وغیرہ کے موقع پر دینی پروگرام بھی بنالینا چاہیے

ایک جگہ نکاح تھا، وقت کی قلّت تھی، حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اُس موقع پر تقریر تو نہیں فرمائی، لیکن! خطبہ نکاح سے قبل اِرشاد فرمایا کہ: یہ اِتنا بڑا مجمع ہے، آپ حضرات کیسے ضروری ضروری کام چھوڑ کر یہاں آئے ہیں، اور اِس مجمع میں کتنے اَہم لوگ بھی ہوں گے، جن کا آسانی سے جمع

ہونا مشکل ہے، لیکن! شادی کے موقع پر جمع ہو جاتے ہیں، تو اُس کو وصول بھی کرنا چاہیے۔ اِتنا بڑا مجمع اور دین کی بات نہ ہو کتنے اَفسوس کی بات ہے!!! اللہ کا کوئی بندہ دین کی بات کہنے والا ہوگا، اُس کی بات سنیے، کوئی نہیں تو کوئی دینی کتاب تو پڑھ کر سنائی جاسکتی ہے، یہاں اِتنے علماء اور پڑھے لکھے لوگ موجود ہیں، کیا یہ سب خالی بیٹھے تھے، اِن کے پاس کوئی ضروری کام نہ تھا، لیکن! یہاں آکر جمع ہو گئے ہیں تو اِن کو وصول کرنا چاہیے۔ آئندہ اِس کا خیال رکھیں کہ جب کوئی نکاح وغیرہ کی تقریب ہو تو دین کی بات بھی ضرور کہی سنی جائے۔

رشتہ طے کرنے سے پہلے لڑکے کا مزاج بھی دیکھنا چاہیے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: میری بیٹی کو اُس کا شوہر ساس وغیرہ بہت پریشان کرتے ہیں، شوہر غصہ کا بہت تیز ہے، بات بات میں ناراض ہوتا ہے، ویسے تو لڑکی کو کوئی تکلیف نہیں آرام سے ہے، تکلیف یہی ہے کہ شوہر غصہ کا تیز ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تو پھر آرام کیا ہے؟!! آرام صرف یہ ہے کہ بلڈنگ اور ایرکنڈیشن مکان میں رہتی ہے؟!! اَچھا کھاتی پیتی ہے، یہ آرام ہے؟!! آخر آرام کس چیز کا ہے؟!! جب شوہر بدمزاج ہو تو پھر آرام کہاں؟!! بلڈنگ میں رہنے اور عمدہ کھانے کو آپ آرام کہتے ہوں گے، مَیں کہتا ہوں اِس سے لڑکی کو آرام نہیں ملتا۔ آپ لوگ شادی سے پہلے صرف ایک چیز دیکھتے ہیں کہ کھاتا پیتا گھرانہ ہے، بلڈنگ اَچھی ہے، کاروبار بڑا ہے، ایرکنڈیشن مکان ہے، گاڑی ہے، بس! ظاہری ٹیپ ٹاپ دیکھ کر شادی کر دیتے ہیں، لڑکے کا مزاج، اُس کے اَخلاق ومعاملات چاہے جیسے ہوں اُس کی تحقیق نہیں کرتے۔ ارے! مَیں کہتا ہوں کہ چاہیے چٹنی روٹی کھائے اور کھلائے لیکن! خوش مزاجی سے رکھے، یہ ہے اُس کے لیے آرام کی بات، لڑکی کو اَچھا کھانے سے سکون نہیں ملتا، اُس کو خوش مزاجی سے سکون ملتا ہے، لیکن! اِس کو تو آپ لوگ دیکھتے نہیں، آپ لوگ تو پہلے روٹی کپڑا اور مکان دیکھتے ہیں اور بعد میں تعویذ مانگتے پھرتے ہیں۔

نیک عورتوں کا حال اور اُن کے اَوصاف

فرمایا: بعض عورتوں کی عادت ہوتی ہے کہ دن بھر تو ٹرٹر کرتی رہیں گی (یعنی خوب بکواس

کرتی رہیں گی) اور جہاں شوہر آیا اُس کے سامنے بیمار بن گئیں، لیٹ گئیں، اونھ، اونھ کرنے لگیں۔ حدیث پاک میں آیا ہے کہ: بہترین عورت وہ ہے: "إِنْ نَظَرَ إِلَيْهَا سَرَّتْهُ"۔ [1] اگر اُس کا شوہر اُس کو دیکھے تو اُس کو خوش کر دے، یعنی اِس طرح خوش مزاجی سے دیکھے کہ اُس کا جی خوش ہو جائے، بیماری اور غم کی حالت میں بھی یہی ہونا چاہیے، یعنی اگر عورت بیمار ہو تو بھی شوہر کو اِس طرح دیکھے کہ اُس کا جی خوش ہو جائے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا قصہ مشہور ہے کہ اُن کا لڑکا بیمار تھا، اُسی بیماری میں اِنتقال ہو گیا، یہ بیچارے محنت مزدوری کرتے تھے، شام کو واپس آئے پوچھا بیٹے کی کیسی طبیعت ہے؟!! کہا: ٹھیک ہے! سب دنوں سے زیادہ آرام سے ہے، آرام سے سو رہا ہے، اُن کو اِطمینان ہوا، اپنے شوہر کو اُنہوں نے اُس وقت اِطلاع تک نہیں دی کہ اِنتقال ہو گیا، کہ کہیں اِن کو پریشانی نہ ہو، یہاں تک لکھا ہے کہ ہم بستری تک ہوئی۔ اللہ کی بندی کیسی عورت تھی!! اور کیسا اُن کا دل، اور کیسا اُن کا صبر تھا!! صبح ہوئی تو شوہر کو بتایا اور عجیب اَنداز سے خبر دی۔ پوچھا کہ: بتایئے کہ اگر کسی کے پاس کسی کی اَمانت ہو اور وہ اپنی اَمانت لینا چاہتا ہے تو کیا اُس کو وہ اَمانت واپس کرنی چاہیے یا نہیں؟!! حدیث پاک میں حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا یہ پورا قصہ منقول ہے، اِس طرح سمجھا کر مطمئن کر کے بیٹے کے اِنتقال کی خبر دی۔ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ قصہ معلوم ہوا تو بہت دعائیں دیں۔ [2]

لکھا ہے کہ: اُس رات جو ہم بستری ہوئی اور اُس سے جو نطفہ قرار پایا، سات (۷) پشت تک اُس نسل میں غوث وقطب (بزرگانِ دین) پیدا ہوتے رہے۔

اِس سے بہت سی باتیں معلوم ہوئیں:

① ایک تو یہ کہ صبر کا بدلہ یہ ملا کہ اُن کی نسل میں غوث وقطب پیدا ہوئے۔

② دوسرا اُس اللہ کی بندی کا صبر معلوم ہوا کہ اِس قدر رنج وغم کی حالت میں کس طرح اپنے شوہر کو تسلی دلائی، اگر رات ہی کو بتلاتی تو پوری رات کی نیند خراب ہوتی۔ نیک عورت کا یہی حال ہوتا ہے۔

---

[1] (سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب افضل النساء، ص ۱۳۳، طبع قدیمی، کراچی)

[2] (صحیح البخاری، کتاب العقیقۃ، باب التسمیۃ المولود، ج ۲، ص ۸۲۲، طبع یادگار شیخ، کراچی)

نیک عورت کی شان میں حدیث پاک میں آگے فرمایا: جب اُس کا شوہر غائب ہو تو اُس کے مال اور اپنے نفس میں خیانت نہ کرے۔ (۱)

یہ نہ کرے کہ وہ غائب ہو تو کسی سے ساز باز کر لی، اور یہ بھی نہ ہو کہ وہ تو بے چارہ کمانے گیا اور یہاں خوب اللّے تللّے ہو رہے ہیں، جلیبی اُڑ رہی ہیں، ٹھیلے والا آیا، اُس سے کپڑے خریدے جا رہے ہیں، خونچہ والا آیا اُس سے چاٹ خریدی جا رہی ہے، شوہر بے چارہ قرض میں ڈوبا ہوا ہے اور یہ اپنے اوپر زیور لادے چلی جا رہی ہے، ایسی عورت نیک عورت نہیں ہو سکتی۔

عورت بد دین ہو تو پورا گھرانہ بد دین ہو جائے گا

فرمایا: تحصیل دار صاحب بڑے دین دار تھے، رشوت بالکل نہ لیتے تھے، اِتفاق سے اُن کے چپراسی کے یہاں شادی ہوئی، وہ بے چارہ پیچھے پڑ گیا کہ اپنی بیگم صاحبہ کو ہمارے یہاں شادی میں بھیج دیجیے، میری عزّت بن جائے گی، اور وہ تحصیل دار صاحب اپنی بیوی کو کسی کے یہاں بھیجتے نہ تھے، بہت سادگی سے زندگی بسر کرتے تھے، کپڑے بھی بہت معمولی درجے کے اِستعمال کرتے تھے۔ چپراسی کے بہت اِصرار کی بنا پر وہاں بھیج دیا، بیگم صاحبہ وہاں پہنچیں تو دیکھا کہ عورتیں ایک سے ایک بہترین زرق برق لباس اور زیور سے آراستہ ہیں، اور اُن کے کپڑے بالکل سادہ تھے، بڑی شرمندہ ہوئیں۔ گھر واپس آئیں تو اپنے شوہر پر برس پڑیں اور کہا کہ: میری توہین کر ڈالی، مجھے رسوا کیا، وہاں دیکھا کہ ایک چپراسی اور آپ سے کم درجہ کے لوگ اور اُن کی عورتیں ایسے ایسے کپڑے پہنے ہیں، زیور سے آراستہ ہیں؟!! تحصیل دار صاحب نے سمجھایا کہ جتنی تنخواہ ہے اُسی سے خرچ چلاتا ہوں۔ بیگم فرماتی ہیں کہ: اُن کی تنخواہ تو آپ سے بھی کم ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ: ارے! وہ رشوت لیتے ہیں، حرام خوری کرتے ہیں۔ فرماتی ہیں کہ: کیا آپ کے لیے اِس کا دروازہ بند ہے؟!! آپ کیوں نہیں لیتے؟!! تحصیل دار صاحب اِتنے بڑے دین دار تو تھے نہیں، عورت ایسی پیچھے پڑی کہ تحصیل دار صاحب نے بھی رشوت لینا شروع کر دی۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے کہ: عورتیں ایسی ہیں کہ عقل مند اور ہوشیار شخص کی عقل پر بھی غالب آ جاتی ہیں۔ (۲)

(۱) (سنن ابن ماجہ، ابواب النکاح، باب افضل النساء، ص ۱۳۳، طبع قدیمی، کراچی)

(۲) (صحیح البخاری، کتاب الحیض، باب ترک الحائض الصوم، ج ۱، ص ۴۴، طبع یادگار شیخ، کراچی)

پھر فرمایا کہ: عورتوں کی بات ماننا، اُن کی فرمائش پوری کرنا، کوئی ناجائز نہیں، اُن کی جائز فرمائشیں پوری کرنی چاہئیں، اُن کی راحت و آسائش کا بھی لحاظ رکھنا چاہیے۔

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: خَيْرُكُمْ خَيْرُكُمْ لِأَهْلِهٖ وَأَنَا خَيْرُكُمْ لِأَهْلِيْ۔ [1]

بہترین انسان وہ ہے جس کا برتاؤ اپنے اہل کے ساتھ اچھا ہو۔ الغرض! اللہ نے وسعت دی ہو تو اُن کی آسائش کا بھی لحاظ رکھے، بس! صرف اِس کو دیکھ لے کہ اِس میں اللہ اور اُس کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی نافرمانی تو نہیں ہے!! شریعت کے خلاف تو نہیں ہے!! اگر شریعت کے خلاف ہو تو ہرگز ایسی فرمائش پوری نہ کرے، ایسے ہی وقت میں بندہ کی آزمائش ہوتی ہے کہ بیوی نے اگر ناجائز چیز کی فرمائش کی ہے اُس وقت وہ کس چیز کو ترجیح دیتا ہے؟!! اگر اللہ کے حکم کو ترجیح دیتا ہے تو کامیاب ورنہ ناکام۔

معاملات کی درستگی اور اِنتظامی اُمور انبیاء کرام علیہم السلام کی تعلیم

فرمایا: انبیاء کرام علیہم السلام صرف مسائل بیان نہیں کرتے بل کہ لوگوں کے معاملات بھی درست کراتے ہیں، اِیسی تدبیر بتلاتے ہیں، جس سے دوسروں کو تکلیف نہ پہنچے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ایک موقع پر عصا مارا، جس سے بارہ (۱۲) چشمے پھوٹے، چوں کہ بنی اسرائیل کے بارہ (۱۲) قبیلے تھے، اس لیے بارہ (۱۲) گھاٹ بنے تا کہ ہر قبیلہ اپنے گھاٹ پر پانی پیے، ہر خاندان کا انتظام الگ الگ تھا، یہ اس لیے تا کہ باہم لڑائی جھگڑا نہ ہو۔

اِس معلوم ہوا کہ اِنتظامی اُمور میں حَتَّی الْاِمْکَان ہر چیز علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیے۔ مثلاً: کئی بھائی ہیں تو سب ایک ہی گھر میں نہ رہیں، ممکن ہو تو سب کا مکان علیحدہ علیحدہ کر دے، اور اِتنی بات کافی نہیں کہ سب کا کمرہ الگ کر دیا جائے باقی کا راستہ، بیت الخلاء، غسل خانہ سب مشترک ہو، کیوں کہ اس میں بھی جھگڑا ہوتا ہے، ممکن ہو تو دروازہ بھی سب کا علیحدہ ہونا چاہیے، کوئی مجبوری ہو تو دوسری بات ہے، باپ کو چاہیے کہ: اس کی فکر کرے۔ اِس طرح مدرسہ کے منتظم و مہتمم کو چاہیے کہ طلباء کے لیے ایسا اِنتظام کرے جس سے باہم اِختلاف نہ ہو۔ مثلاً: کتابیں تقسیم کرنی ہیں تو

---

[1] (جامع الترمذی، ابواب المناقب عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، باب فی فضل ازواج النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ج ۲، ص ۲۲۸، طبع قدیمی، کراچی)

اگر گنجائش ہو تو ہر لڑکے کو کتاب علیحدہ علیحدہ دے، یہ نہیں کہ ایک ایک کتاب میں پانچ، پانچ (۵،۵) آدمی مشترک ہوں، اس میں پریشانی ہوتی ہے، مجبوری ہو تو بات دوسری ہے۔ انبیاء کرام ﷩ لوگوں کے معاملات بھی درست کراتے تھے، جن میں یہ صورتیں بھی شامل ہیں۔

ماں کے بعد خالہ کی اہمیت

فرمایا: ماں کے بعد جو تعلّق اولاد سے "خالہ" کو ہوتا ہے وہ کسی کو نہیں ہوتا، "خالہ" اپنے بھانجہ کو بہت چاہتی ہے، میری دو (۲) خالہ تھیں، حقیقی خالہ کوئی نہ تھیں، لیکن! میری والدہ کی حقیقی چچازاد بہنیں تھیں جو مجھ سے بہت محبت کرتی تھیں، کافی دُور سے سفر کر کے صرف مجھے دیکھنے اور خیریت معلوم کرنے آیا کرتی تھیں، اور دو، چار (۲، ۴) روز رہ کر چلی جاتی تھیں، اُس وقت مَیں بالکل بچہ تھا، میری ماں نے مجھے اِتنا لاڈ پیار نہ کیا ہوگا جتنا میری خالہ نے کیا ہوگا، گود میں لے کر ہاتھ پیر سب چوما کرتی تھیں۔

ایک مرتبہ مَیں نے اُن کو خواب میں دیکھا ہے، دیکھا کہ قیامت آگئی، میدان حشر قائم ہے، میری خالہ بھی وہاں موجود ہیں، مَیں نے اُن سے کہا کہ: قیامت آگئی۔ فرمایا کہ: اَچھا قیامت آگئی؟!! مجھے بھی ساتھ لیتے چلو!! مَیں نے کہا کہ: آؤ چلو! میرے ساتھ۔

رشتہ داروں اور متعلقین کی اَہمیت

حضرت ﷫ سخت علیل تھے، کئی اَمراض میں مبتلاء تھے، ایک دیہات میں ایک بوڑھی عورت کا اِنتقال ہو گیا، جو دُور کی رشتہ دار بھی ہوتی تھیں۔ حضرت ﷫ وہاں جانا چاہتے تھے، حضرت ﷫ کے صاحب زادوں نے حضرت ﷫ کی بیماری اور ضعف کو دیکھتے ہوئے مشورہ دیا کہ: آپ نہ جائیے، ہم میں سے کوئی چلا جائے گا، آپ کا جانا کوئی ضروری تو ہے نہیں۔ حضرت ﷫ کو اس بات سے سخت ناگواری ہوئی اور غصہ کے لہجہ میں فرمایا: تمہاری والدہ سے زیادہ اور بھی کوئی اُن کا قریبی تھا؟!! کتنا گہرا تعلّق تھا، تم لوگوں کو اِن باتوں کا کچھ لحاظ نہیں، میرے بعد بھی تم لوگ یہی کرو گے، سب تعلقات ختم کر دو گے، تم لوگوں سے یہی اُمید ہے۔

غریب رشتہ داروں کی بھی اَہمیت

قصبہ "برولی" میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک دُور کے رشتہ دار کا اِنتقال ہوگیا، جوگم نام اور بہت غریب تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کواُن کے اِنتقال کی اِطلاع بعد میں ہوئی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اُس وقت سفر میں تھے، واپسی پر اپنے صاحب زادوں سے فرمایا کہ: تم لوگوں نے مجھ کو اِطلاع کیوں نہیں دی؟!! اگر مَیں موجود نہ تھا تو تم لوگ تو جاسکتے تھے؟!! اُن کے جنازہ میں تو شریک ہوسکتے تھے؟!! کیوں نہیں گئے؟!! خیر مَیں تو اب تعزیت میں جاؤں گا، لیکن! اُسی دن جانے کی بات ہی کچھ اور ہوتی، جنازہ میں بھی شرکت ہوجاتی۔ تم لوگوں سے اِیسی ہی اُمید ہے، منہ دیکھی بات کرتے ہو، غریب آدمی تھا بے چارہ اِس لیے نہیں گئے، اگر کوئی مال دار ہوتا تو بھاگے چلے جاتے۔

(حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے تربیت کے لیے یہ فرمایا ورنہ مخدوم زادوں کا حال یہ ہے کہ مَاشَآءَاللہ اِن سب اُمور کا بہت لحاظ فرماتے ہیں، بل کہ حسبِ ضرورت مستحقین کی مالی اِمداد بھی فرماتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مزید ترقیات سے نوازے۔ آمِین)

دین داروں اور غریبوں کی قدر اور اُن کے جنازہ میں شرکت کی فکر

"برولی" کے رہنے والے ایک صاحب کا اِنتقال ہوگیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کی اِطلاع بعد میں ملی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: مجھے اِس کی اِطلاع کیوں نہیں دی گئی؟!! مَیں کل ہی اُن کے یہاں ہوآتا، کل کے جانے کی بات ہی کچھ اور ہوتی، اِتنے اَچھے آدمی کے نماز جنازہ میں بھی شرکت نہ ہوسکی، محرومی کی بات ہے، گاؤں سے بھی کوئی نہیں گیا، صرف ایک آدمی یا دو (۲) آدمی گئے، اِس وجہ سے کہ بے چارہ غریب تھا نا!!! کوئی پیسہ والا ہوتا تو گاڑی کی گاڑی بھر کر جاتیں، عورتیں برقعہ اوڑھے تیار رہتیں۔ اپنی اولاد سے فرمایا: تم لوگ بھی مال داروں کا منہ دیکھتے ہو، کچھ نہیں!!! دین رہا ہی نہیں!!! لوگ پیسوں کو دیکھتے ہیں، پیسہ کے پیچھے بھاگتے ہیں، تم لوگوں کو تو جانا چاہیے، بے چارے کتنے اَچھے آدمی تھے!!! بالکل شروع شروع میں اُنہوں نے میرا ساتھ دیا ہے اور آخیر تک ساتھ دیتے رہے، چالیس (۴۰) سال تک اُنہوں نے دین کی تعلیم دی ہے، جو مل گیا کھالیا،

پی لیا، نہیں ملا ایسے ہی پڑے ہیں، کبھی چٹنی روٹی کھالی، شروع شروع میں "بھوانی پور" میں مکتب قائم کیا گیا تھا، وہاں پڑھاتے تھے، ماہانہ صرف ڈھائی آنہ تنخواہ ملتی تھی تاکہ صابن وغیرہ کا اِنتظام ہوجایا کرے، وہ بھی اُن لوگوں سے نہ ہوسکا، یہ ہے "باندہ" کا علاقہ، پھر وہ مکتب بھی ٹوٹ گیا۔

جدید تہذیب کی چیزوں میں دو (۲) چیزیں مجھے بہت پسند ہیں

کانپور میں ایک صاحب کے یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، کھانے کے وقت جب ہاتھ دھونے کا نمبر آیا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِرشاد فرمایا: جدید تہذیب میں مجھے دو (۲) چیزیں بہت پسند ہیں: ① ایک تو یہ فلش پاخانہ۔ ② دوسرا ہاتھ دھونے کا یہ نل (واش بیسن)۔ دیہات کے قدمچہ دار پاخانوں میں بڑی گندگی ہوتی ہے، پاخانہ جمع ہوتا رہتا ہے، مکھیاں بھن بھنایا کرتی ہیں، بد بو ہوتی ہے، اَندر جانے کا جی نہیں چاہتا، پاخانہ کرنے کی طبیعت نہیں چاہتی، مجبوری میں آدمی جاتا ہی ہے، اور یہ جو نئے پاخانے اِیجاد ہوئے ہیں اِن کے قدمچے بالکل صاف ہوتے ہیں، گندگی سامنے جمع نہیں ہوتی، صفائی رہتی ہے، اِتنی بد بو بھی نہیں ہوتی، اِجابت ہوجاتی ہے، ورنہ بعض طبیعتیں ایسی ہوتی ہیں کہ گندگی میں اُن کو پاخانہ ہوتا بھی نہیں۔

حضرت مولانا علی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا بھی یہی مزاج تھا، اِسی لیے وہ "تکیہ" میں جنگل میں پاخانہ کرنے جایا کرتے تھے، ہم لوگ جب "تکیہ" جاتے تو ہم لوگ بھی جنگل جایا کرتے تھے، گھر میں بیت الخلاء صرف عورتوں کے لیے تھا، مرد سب باہر جاتے تھے، لیکن! بعد میں جب مہمانوں کی آمد ورفت شروع ہوگئی تو اِنتظام کرنا پڑا۔

دوسرے وقت میں احقر نے عرض کیا کہ: حضرت! آپ نے فرمایا تھا کہ جدید تہذیب میں مجھے دو (۲) چیزیں بہت پسند ہیں: ① ایک فلش بیت الخلاء۔ ② دوسرا ہاتھ دھونے کی نل (واش بیسن)۔ تو اِن میں کون سی خوبی اور اَچھائی ہے؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہاتھ دھونے کے لیے ہر جگہ طشت کہاں ملتا ہے؟!! پھر اُس میں بھی کچھ نہ کچھ چھینٹیں پڑ ہی جاتی ہیں، بسا اَوقات ہاتھ طشت میں لگ جاتا ہے، ایک آدمی دھلانے والا ہو اِس میں بڑا تکلّف بھی معلوم ہوتا ہے، کبھی جھک کر ہاتھ دھونا پڑتا ہے، دِقّت ہوتی ہے، اور اِس نل (واش بیسن) میں آسانی سے ہاتھ دھل جاتے ہیں چھینٹیں نہیں پڑتیں، سب پانی نیچے چلا جاتا ہے، آسانی سے ہاتھ دھل جاتے ہیں، جھکنا نہیں پڑتا۔

گھروں کے دروازہ پر گھنٹی لگانے کی اَہمیت وضرورت

احقر نے عرض کیا کہ: جدید چیزوں میں گھنٹی (بیل) کے منافع ومصالح حضرت مفتی شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے "معارف القرآن" میں بیان کیے ہیں، اور اِس کو بہت پسند فرمایا ہے، "اِسْتِیْذَان" کا جو شرعی حکم ہے (یعنی یہ کہ اِجازت لے کر اَندر داخل ہونا) اِس پر پوری طرح اِس سے عمل ہو جاتا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو پسند فرمایا اور فرمایا کہ: ایک تو "اِسْتِیْذَان" کی سنّت اَدا ہوتی ہے، دوسرا اگر کبھی رات کے وقت کسی کو آواز دینی ہو یا جگانا ہو تو محلہ کے دوسرے لوگوں، پڑوسیوں کی نیند خراب ہوتی ہے، گھنٹی سے یہ فائدہ ہے کہ جس کو جگانا ہے صرف وہی جاگے گا، کیوں کہ گھنٹی کی آواز اَندر پہنچ جائے گی، شور نہ ہوگا، اور لوگوں کی نیند خراب نہ ہوگی۔

دین سے اور اللہ سے بے تعلقی کا اَنجام

"جلالین شریف" کا دَرس دیتے ہوئے فرمایا: زمانۂ جاہلیت میں بعض لوگوں نے پیشہ ہی یہ بنالیا تھا کہ باندیوں کو خریدتے اور اُن سے بدکاری کراتے اور اُس کی فیس خود لیتے تھے۔ ایک شخص نے کئی باندیاں خریدیں اور ہر ایک کی علیحدہ علیحدہ فیس مقرر کردی، اِس باندی کی فیس اِتنی اور اِس کی اِتنی۔ صحت وقوّت اور حسن وجمال کے فرق سے ہر ایک کی فیس علیحدہ علیحدہ مقرر کر رکھی تھی۔ جب آدمی اللہ سے بے تعلّق ہوتا ہے تو اُس کا یہی حال ہوتا ہے کہ اُس کا کوئی کام ڈھنگ کا نہیں ہوتا، وہ تاریکیوں میں بھٹکتا ہے، ایسے شخص کو پھر ہر عیب اَچھا لگنے لگتا ہے، برائی میں اَچھائی نظر آنے لگتی ہے، وہ تاریکی میں بھٹکتا ہے خواہ سانپ پکڑے یا لکڑی پکڑے، کسی کو زہر تریاق نظر آنے لگے تو اُس کا کیا علاج؟!! یہ ہے وَلَا تَكُونُوا كَالَّذِينَ نَسُوا اللّٰهَ۔۔۔ الآیۃ (1) جو آدمی اللہ کو بھولتا ہے وہ اپنے کو بھی بھول جاتا ہے، خدا فراموشی کا یہی نتیجہ ہوتا ہے کہ جب خدا کو بھولتا ہے تو پھر اپنے کو بھی بھول جاتا ہے۔

ظالم بیٹا مظلومہ ماں

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس ایک عورت ایک گاؤں سے تنہا آئی تھی، مصیبت زدہ پریشان حال تھی۔

---

(1) (سُوْرَۃُ الْحَشر، ۱۹)

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کی مدد فرمائی اور اُسی کے گاؤں کا ایک لڑکا جو مدرسہ میں پڑھتا تھا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کو بلوا کر اُس کے ساتھ اُس کے گاؤں واپس کرا دیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: یہ عورت مصیبت زدہ ہے، اِس کے پاس سو (۱۰۰) بیگہ زمین ہے۔ اِس کا لڑکا اِس کو مارتا ہے، مار کر گھر سے نکال دیتا ہے، بے چاری یہاں آئی ہے۔ فرمایا یہ ہے کہ: أَنْ تَلِدَ الْأَمَةُ رَبَّتَهَا۔ ❶ کہ قیامت کے قریب عورت اپنے آقا کو جنے گی۔ ایک مطلب اِس کا شراح نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ: "اولاد نافرمان اور ظالم ہوگی" ۔لڑکا آقا بنا ہے اور ماں کو گویا باندی بنایا ہے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس طالبِ علم سے فرمایا: گاؤں پہنچا آؤ، تمہاری شادی بھی اُسی گاؤں میں لگ رہی ہے، ذرا کپڑے بدل کر اَچھے بن کر جانا۔

مہمان کے لیے جائز نہیں کہ ناشتہ یا کھانے میں کسی کو شریک کرے

ایک معزز مہمان عالم دین دوسرے صوبہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں ملاقات کے لیے تشریف لائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے شایانِ شان خصوصی ناشتہ کا اِہتمام فرمایا، ناشتہ میں مٹھائیاں بھی رکھیں، اُن حضرت نے یہ حرکت کی کہ قریب میں جو حضرات موجود تھے، جن میں بعض طلباء بھی تھے اُن سے بھی ناشتہ میں شریک ہونے کو کہا، بالآخر خود تو کھایا اور پاس بیٹھنے والوں کو مٹھائی تقسیم فرمائی۔

احقر راقم الحروف نے اُن کی اِس حرکت پر اُن کو توجہ دلائی کہ مہمان کے لیے کسی کو ناشتہ یا کھانے میں شریک کرنا یا کسی کو اُس میں سے کھلانا جائز نہیں۔ اُن صاحب کو ناگواری ہوئی اور فرمانے لگے کہ: میرے اور مولانا کے گہرے تعلقات ہیں، تم کو کیا معلوم؟!! احقر نے حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے اِس کا تذکرہ کیا۔ مہمان کی اِس حرکت پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سخت ناراض ہوئے اور فرمایا کہ: پڑھے لکھے ہیں، کوئی اِن سے مسئلہ پوچھے کہ: کیا مہمان کے لیے اِس طرح دوسروں کو پوچھنا اور کھلانا جائز ہے؟!! اگر اَبھی اِن سے کہہ دوں تو ناراض ہو جائیں گے، برا لگ جائے گا۔

---

❶ (الصحیح لمسلم، کتاب الایمان، ج۱، ص۲۷، طبع یادگار شیخ، کراچی)

ایک مہمان کو تنبیہ، دلچسپ واقعہ

"بمبئ" سے ایک مہمان تشریف لائے، جو بہ ظاہر عالم اور کسی مسجد کے اِمام وخطیب معلوم ہوتے تھے، معمر تھے، داڑھی کے بال کسی قدر سفید ہو چلے تھے، آ کر حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے کافی دیر تک گفتگو کی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ مروّت میں اُن سے باتیں فرماتے رہے۔ اُس کے بعد یہ مہمان صاحب فرماتے ہیں کہ: حضرت! آپ "بمبئ" تشریف لائیے گا، اپنے یہاں بلانے پر کافی اِصرار کیا، اُن کے اِصرار کی بنا پر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمادیا کہ: جب "بمبئ" آنا ہوگا تو آپ کے یہاں آجاؤں گا۔ اُن صاحب نے کہا کہ: حضرت! آپ مجھ کو پہلے سے اِطلاع کردیں کہ مَیں فلاں تاریخ کو آرہا ہوں، میرا پتہ نوٹ کرلیں، مَیں آپ کو اپنا فون نمبر دے رہا ہوں، جب آپ "بمبئ" تشریف لائیں مجھ کو فون کردیں کہ مَیں آگیا ہوں، مَیں آپ سے ملاقات کرلوں گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اُن کے اِس طرزِ گفتگو سے ناگواری ہوئی، لیکن! کچھ فرمایا نہیں، یہ صاحب حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد بھی تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے احقر سے فرمایا: اِن کو لے کر جاؤ! کھانا کھلادو۔ احقر اُن کو لے کر گیا اور راستہ میں اُن سے نہایت ادب اور نرمی سے عرض کیا کہ: بڑوں سے اِصرار کرنا بے ادبی ہے، درخواست کرنے میں مضائقہ نہیں، اِس قدر اِصرار نہیں کرنا چاہیے، اور اُن کو کسی بات کا مکلّف نہیں بنانا چاہیے، ضرورت ہماری اور حضرت ہم کو فون کریں کہ مَیں "بمبئ" آگیا ہوں؟!! حضرت کو سیکڑوں کام رہتے ہیں، کہاں تک حضرت یاد رکھیں گے؟!! یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔ اِس انداز کی بات احقر نے اُن سے نہایت ادب کے ساتھ عرض کی، بس! اِتنا کہنا تھا کہ وہ آپے سے باہر ہوگئے، سخت برہم ہوگئے، اور مجھ سے فرمایا کہ: جانتے نہیں مَیں کون ہوں؟!! دسترخوان پر سے اُٹھ گئے کہ مَیں نہیں کھاتا کھانا، آپ مجھ کو پہچانتے نہیں۔ محض اِس وجہ سے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو تکلیف نہ ہو احقر اُن کی خوشامد کرنے لگا کہ واقعی!! مَیں آپ کو نہیں پہچانتا تھا، میری غلطی معاف کردیجیے، کھانا تو کھالیجیے، اُن کو بہت منایا، یہاں تک کہا کہ: مَیں ہاتھ جوڑتا ہوں، پیروں میں گرتا ہوں، آپ کھانا کھالیجیے۔ لیکن! مَیں جتنی خوشامد کروں اُن کے نخرے بڑھتے جائیں۔ فرمانے لگے: جائیے!! مَیں کھانا نہیں کھاتا، آپ جانتے نہیں میرے، حضرت کے کیا تعلقات ہیں؟!!! الغرض! میرے معافی مانگنے کے بعد بھی وہ صاحب دسترخوان سے اُٹھ کر

چلے آئے۔ احقر بھی باہر آیا اور آکر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے پوری بات عرض کردی کہ: یہ بات ہوئی ہے، آپ سے اُنہوں نے اِس طرح گفتگو کی تھی، مَیں نے اُن سے عرض کیا کہ: یہ طریقہ مناسب نہیں ہے کہ بڑوں سے اِس طرح کہا جائے۔ اِس پر وہ خفا ہوگئے، مَیں معافی مانگ رہا ہوں، وہ کھانا نہیں کھا رہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو سخت جلال آیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمایا: بلاؤ! کہاں ہے؟!! جب وہ آئے تو حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اَچھا! مَیں آپ سے کہتا ہوں کہ آپ کو مجھ سے اِس طرح کہنا چاہیے؟!! مَیں آپ کو فون کردوں؟!! آپ کو تہذیب وسلیقہ نہیں؟!! اِنہوں نے آپ کو تہذیب اور ادب سکھلایا اِس کی آپ نے یہ قدر کی؟!! آپ جانتے نہیں یہ کون ہیں؟!! آپ سمجھتے ہوں گے یہ چپراسی ہے، یہ مدرّس ہیں، عالم ہیں، مدرسہ کے مفتی ہیں، آپ نے اِن کو پہچانا نہیں، جائیے!! اب مَیں آپ کو کھانا نہیں کھلانا چاہتا، مَیں آپ سے بات نہیں کرتا۔ اب وہ بہت پریشان ہوئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے معافی مانگی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے معاف کردیا، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مجھ سے فرمایا: جاؤ! اِن کو کھانا کھلادو، چناں چہ احقر نے اُن کو کھانا کھلایا اور وہ رخصت ہوگئے۔

مہمان کو کھلانے کے لیے دوسروں سے کھانا مانگنا

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں مدرسہ میں مخصوص مہمان آگئے، اُن کے کھانے کے لیے عمدہ کھانا جیسا حضرت رحمۃ اللہ علیہ کھلانا چاہتے تھے موجود نہ تھا اور اُس وقت کوئی اِنتظام بھی نہ ہوسکتا تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عادت یہ تھی کہ ایسے وقت میں بلاتکلّف اپنے لوگوں سے مہمانوں کے لیے کھانا مانگ لیا کرتے تھے۔ اِس موقع پر بھی احقر نے عرض کیا کہ: فلاں اُستاد کے یہاں گوشت پکا ہوا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ہر ایک سے تھوڑی یہ تعلّق ہے اور ہر ایک سے تھوڑی میں لیتا اور مانگتا ہوں، وہ تو صرف چند گھر ہیں اور اپنے ہی گھر ہیں اُن سے لے لیتا ہوں اور بعد میں کسی بہانہ سے اُس کی تلافی بھی کردیتا ہوں۔ پھر ایسے ہی ایک عزیز اُستاد کے یہاں سے سالن منگایا، لیکن! بعد میں خود بھی مہمان خانہ میں اِنتظام ہوگیا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے وہ سالن واپس کروادیا، اور فرمایا: پہلے ضرورت تھی اور اب ضرورت نہیں ہے۔ اور فرمایا کہ: حَتَّی الْاِمْکَان جتنا ہوسکے بچتا ہے، کسی کا اِحسان نہ لادے، مجبوری ہو تو بات دوسری ہے۔

غرض یہ کہ ضرورت کے وقت مہمان نوازی کے لیے دوسروں سے کھانا لینے میں مضائقہ نہیں، البتہ! حَتَّی الْاِمْکَان کسی کا اِحسان نہ لینا چاہیے۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کی سادگی و بے تکلفی

فرمایا: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ بالکل سادہ مزاج تھے، پیدل سفر کیا کرتے تھے، اور جب سفر کرنا ہوتا تھا تو تہجد کے بعد فجر سے قبل ہی سفر شروع کر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ سفر کر کے "گنگوہ" حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس تشریف لے گئے، حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اُن سے چھوٹے ہیں۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مولوی عبد الرشید! مجھے فجر سے پہلے سفر کرنا ہے۔ اُنہوں نے جواب دیا: جی حضرت! اُسی وقت ناشتہ تیار ہو جائے گا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ناشتہ تیار مت کرانا جو باسی رکھا ہو وہی دے دینا۔ حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہت اَچھا! پھر تہجد کے وقت حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ ایک پیالہ میں دال اور سوکھی روٹی لے کر آئے۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: کھاؤں گا نہیں، کھانے میں دیر لگے گی، لے جاؤں گا، آگے جا کر کھالوں گا۔ حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: بہت اَچھا! پیالہ ہی میں دال دینا چاہی۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: پیالہ میں نہیں! ماش کی دال ہے، اِسی روٹی میں رکھ لوں گا۔ پھر اُس کو رکھ کر "بانداہ" کر تشریف لے گئے۔

جب حکیم صاحب کے پاس پہنچے تو اُن سے فرمایا کہ: بھائی! مولوی رشید اَحمد بہت اَچھے آدمی ہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا: جی واقعی بڑے اَچھے بزرگ آدمی ہیں۔ پھر دوبارہ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مولوی رشید احمد صاحب بہت اَچھے آدمی ہیں۔ حکیم صاحب نے فرمایا: جی بہت اَچھے آدمی ہیں۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر تیسری بار فرمایا کہ: مولوی رشید اَحمد صاحب بہت ہی اَچھے آدمی ہیں۔ تب حکیم صاحب نے عرض

کیا کہ: آخر کون سی ایسی بات اُن میں اَچھائی کی آپ نے دیکھی بار بار فرما رہے ہیں؟!! مَیں بھی تو کہہ رہا ہوں، بہت اَچھے ہیں۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: مَیں نے اُن سے کہا کہ مجھے فجر سے پہلے جانا ہے۔ اُنہوں نے فرمایا: بہت اَچھا! رکنے پر بالکل اِصرار نہیں کیا، مَیں نے کہا: صاحب! تازہ کھانا مت بنواؤ، جو باسی رکھا ہے وہی لے آؤ۔ اُنہوں نے کہا: بہت اَچھا! مَیں نے کہا: کھاؤں گا نہیں لے جاؤں گا۔ اُنہوں نے کہا: بہت اَچھا! کسی بات پر اِصرار نہیں کیا، ہر بات کو مان لیتے ہیں، بالکل تکلّف نہیں کرتے، اِصرار نہیں کرتے، بہت اَچھے آدمی ہیں۔

بے تکلّف اور سادہ معاشرت

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں کچھ معزّز مہمان تشریف لائے تھے، اور صبح جلد اُن کو واپس ہونا تھا، اگر ناشتہ کا اِنتظام کیا جاتا تو دیر ہوجاتی اور "الٰہ آباد" جانے کے لیے صبح کے وقت ہی کی بسیں بہت اَچھی اور مناسب تھیں، اُس کے بعد کی بسوں میں زحمت تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بہتر یہی ہے کہ ساڑھے چھ "٠٦:٣٠" والی بس مل جائے ورنہ بعد کی بسیں بہت وقت لگاتی ہیں، جگہ جگہ رکتی ہیں، بڑی پریشانی ہوتی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ناشتہ کا اِنتظام کرنے میں دیر لگے گی، جو باسی رکھا ہے یہی کر لیجیے، مَیں تازہ ناشتہ پکوا رہا تھا لیکن! اِس کے چکر میں بس چھوٹ جائے گی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے "سیب، برفی، شام کی باسی روٹی اور شام کا باسی جما ہوا سالن سامنے رکھ دیا اور فرمایا: جلدی ناشتہ کر لیجیے۔ احقر نے عرض کیا کہ: روٹی اور گوشت بہت جلد گرم کر کے لاتا ہوں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! چھوڑو، اِس چکر میں نہ پڑو، بس چھوٹ جائے گی، چناں چہ وہی باسی روٹی اور شام کا جما ہوا باسی سالن کھلایا اور مہمانوں نے بڑی رَغبت سے کھایا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن مہمانوں کو پندرہ (١٥) روپے راستہ میں ناشتہ کرنے کے لیے دیئے۔

اور اُن ہی مہمانوں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مختصر وقت میں ایک واقعہ اِختصار سے بیان فرمایا کہ: حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ ایک جگہ تشریف لے جا رہے تھے۔ حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں پہنچے اور فرمایا: مولوی رشید! بھوک لگی ہے، کچھ کھانا ہے؟

اور مجھے جلدی بھی بہت ہے آگے جانا ہے۔ حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جی حضرت! کھانا ہے۔ جلدی سے تازہ بنوادوں یا شام کا بچا ہوا لے آؤں؟!! حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: شام کا بچا ہوا ہی لے آؤ۔ حضرت مولانا رشید اَحمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ گئے اور شام کی بچی ہوئی روٹی اور ماش کی دال گاڑھی گاڑھی لے آئے اور کہا کہ: شام کا بچا ہوا تو یہی ہے۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے روٹی لی اور فرمایا کہ: یہاں کھانے میں دیر لگے گی راستہ میں بعد میں کھالوں گا اور روٹی میں دال رکھ کر تشریف لے گئے۔

قناعت وکفایت شعاری

ایک مہمان حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بہ غرضِ بیعت حاضر ہوئے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو بیعت فرمایا، کچھ ہدایات فرمائیں، اور اُن سے دریافت کیا کہ واپسی کا کیا نظم ہے؟!! کب واپس جانا ہے؟!! اُنہوں نے عرض کیا کہ: صبح "کانپور" جانے والی پیسنجر سے جانا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: بس سے کیوں نہیں چلے جاتے؟!! بسیں تو بہت جاتی رہتی ہیں؟!! اُن صاحب نے عرض کیا کہ: بس میں کرایہ بہت لگتا ہے، تقریباً دوگنے کا فرق ہوگا، پیسنجر سے جانے سے کرایہ کافی کم لگے گا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسکراتے ہوئے فرمایا: اَچھا آپ بھی اِس کو سوچتے ہیں۔ پھر فرمایا: مسلمان کو ایسا ہی سوچنا چاہیے، اِن باتوں کو بہت کم لوگ سوچتے ہیں۔ بس میں جانے میں وقت کی بچت تو ہے لیکن! پیسے بہت لگتے ہیں، مسلمانوں کو وقت کی بھی قدر کرنی چاہیے اور وقت کی طرح پیسے کی بھی قدر کرنی چاہیے، البتہ! اگر وقت میں گنجائش نہ ہو تو دوسری بات ہے۔

چھٹا باب

عید میلاد النبی کے نام پر جلسہ جلوس اور سجاوٹ

"باندا ہ" شہر سے ایک معزّز مہمان جو "باندا ہ" ہی کے باشندے اور ذی اَثر عمر رسیدہ تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں تشریف لائے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے اِرشاد فرمایا: بتائیے آج سے پندرہ (۱۵) سال پہلے جلسہ، جلوس اور سجاوٹ کا کہیں وجود تھا؟!! اِس کا نام ونشان بھی نہ تھا، اور جب سے مسلمانوں نے اِس کو شروع کیا دیکھ لو اِس وقت کیا حالت ہو رہی ہے؟!! کتنے برے نتائج سامنے آ رہے ہیں۔

آج سے کئی سال پہلے جب مسلمان اِس موقع پر جلسہ کا اِہتمام نہ کرتے تھے، غیر مسلم بھی اپنے تہوار "ہولی، دسہرے" کے موقع پر ایسا اِہتمام نہ کرتے تھے، اُن کے تمام تہوار "دسہرہ، ہولی" سب ہو جاتے تھے اور کچھ نہ ہوتا تھا، پتہ بھی نہ چلتا تھا، نہ جلوس، نہ جلسہ۔ مسلمانوں نے یہ سب حرکتیں شروع کیں تو اُنہوں نے بھی شروع کر دیں، اب دیکھ لو کیا ہو رہا ہے۔ صرف "باندا ہ" میں اِس مرتبہ جلوس نکال کر اُنہوں نے ستر (۷۰) سے زیادہ مورتیاں رکھی ہیں، ورنہ اس سے پہلے تو جلوس ہی نہ نکالتے تھے، آسانی اور خاموشی سے اپنے تہوار منا لیتے تھے، یہ سب حرکتیں نہ کرتے تھے، یہ سب کچھ اُنہوں نے مسلمانوں کی حرکتوں کی وجہ سے کیا۔

مسلمانوں کی سمجھ میں نہیں آتا، اِن کی عقلوں میں پتھر پڑے ہیں، اَنجام کو نہیں سوچتے، دین کے نام پر لاکھوں کروڑوں روپے برباد کیے جاتے ہیں، سڑکوں کو سجانے، گیٹ بنانے اور روشنی کرنے، کھیل تماشہ میں لاکھوں روپیہ برباد کیا جاتا ہے۔ کوئی اِن سے پوچھے کہ: کیا اِسی کا نام ہے دین؟!! کیا اِن ہی سب باتوں کی تمہارے پیغمبر نے تم کو تعلیم دی ہے، کھیل کود، تماشہ اور ریا کاری سے دین کا کیا تعلّق؟!! یہ تو کافروں کے بارے میں کہا گیا ہے: اَلَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا وَّلَعِبًا ۔۔۔ الآیۃ [1] کہ اُنہوں نے دین کو لہو ولعب اور تماشہ کی چیز بنا رکھا ہے، یہ غیروں کے کام ہیں، دین تو یہ ہے کہ اپنے نبی کے بتائے ہوئے طریقے کے مطابق اپنے پروردگار

[1] (سُوْرَۃُ الْاَعْرَاف، ۵۱)

کی عبادت کرے، دین تو نام ہے اللہ کے سامنے رونے اور گڑگڑانے کا، اللہ کو یاد کرنے کا، جس میں خوشوع، خضوع ہو، دین نام ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اِطاعت و پیروی کرنے کا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اگر یاد منانی ہے تو اُس کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سیرت، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے حالاتِ زندگی پڑھیں، آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے اُسوہ کو سامنے رکھ کر اپنی زندگیوں کو دیکھیں، اور موازنہ کریں کہ وہ اللہ کے بندے کیسے تھے؟!! اور کیا کر کے چلے گئے، اور ہم کیا کر رہے ہیں؟!! قرآن شرف پڑھیں، اِیصال ثواب کریں، اُن کی زندگی کے ہر عمل کو دیکھ کر سبق حاصل کریں، دین تو یہ ہے!!۔

یہ "کھیل کود، تماشہ، سجاوٹ، چیخ پکار، ہلڑ بازی، نمائش ریاکاری" اِس کا نام کہیں دین ہے؟!! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تو اِن سب باتوں کو مٹانے کے لیے آئے تھے، یہ تو کفار کا طریقہ تھا، اور آج بھی یہ طریقہ اُن ہی لوگوں کا ہے جس کو مسلمانوں نے جہالت کی وجہ سے اِختیار کر لیا ہے، کوئی پوچھے اُن لوگوں سے جو اِس قِسم کے مجمعوں اور نمائشوں میں شریک ہوتے ہیں کہ کتنے لوگ نماز پڑھتے ہیں؟!! کتنی مرتبہ درود شریف پڑھتے ہیں؟!! کتنی تلاوت کرتے ہیں؟!!

دین کے نام پر لاکھوں روپیہ برباد کیا جا رہا ہے، مہینوں پہلے اِس کی فکر اور تیاری اور چندہ شروع ہو جاتا ہے، بعض جگہ سال بھر تک اِس کا چندہ ہوتا ہے، کوئی پوچھے اُن سے کہ: جتنا چندہ ہوتا ہے، کتنا وہ خرچ کرتے ہیں اور کتنا اُن کے پیٹ میں جاتا ہے؟!! بس! دین اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نام پر چندہ ہو رہا، حاصل کچھ بھی نہیں۔ ارے! یہی ہزاروں، لاکھوں روپئے جمع کر کے اگر غیریب بیواؤں کی مدد اور اُن کے نکاح میں خرچ کیا جائے تو کتنا ثواب ملے گا؟!! کتنی بڑی خدمت ہو، لیکن! اِن باتوں کو کہے کون؟!! تعجب ہے کہ!! اِن حق باتوں کو جو کہے وہی مطعون ہو، اُسی کو بدنام کیا جائے، اُسی کی مخالفت کی جائے، اِسی وجہ سے اُمّت میں جو حالات پیدا ہو رہے ہیں، اور جیسا کچھ نقصان ہو رہا ہے، سب نگاہوں کے سامنے ہے، سب بھگت رہے ہیں، لیکن! پھر بھی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ بس! اللہ ہی ہدایت دے۔ (آمین)

جہاد کا بھوت

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سخت بیمار تھے، سر میں بڑی بے چینی کا درد تھا، "کشمیر" سے بعض مہمان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کے لیے آئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے "کشمیر" کے حالات دریافت فرمائے، اُس وقت "کشمیر" میں تحریک آزادی زوروں پر تھی، مسلمان جہاد کے نام پر اپنا خون بہا رہے تھے، گردنیں کٹا رہے تھے، عورتیں بیوہ ہو رہی تھیں، بچے یتیم ہو رہے تھے، نوجوان لڑکیوں کی عصمت دری ہو رہی تھی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ لیٹے ہوئے تھے، اُن کی بعض باتیں اور یہ حالات سن کر اُٹھ کر بیٹھ گئے، اور فرمایا کہ: کوئی اِن لوگوں کو سمجھانے والا نہیں؟!! کچھ لوگ مل کر بیٹھیں اور اِن کو سمجھائیں محض گردنیں کٹانے سے کیا فائدہ؟!! محض جہاد کے نام پر گردن کٹا دی جائے، عورتیں بیوہ ہو جائیں، یہ کوئی کمال نہیں، جہاد جہاد چلا رہے ہیں، محض جہاد کا نام رکھ دینے سے کیا جہاد ہو جائے گا؟!! ارے! جہاد تو ایک اِسلامی چیز ہے، اِس کے اُصول و شرائط ہیں، جب وہ شرائط پائے جائیں، اور اُصول کے ساتھ کیا جائے تب کہیں جا کر جہاد ہوگا۔ یہ تھوڑی کہ محض جہاد کا نعرہ لگا دینے اور گردنیں کٹا دینے سے جہاد ہو جائے، اَنجام پر بھی تو نظر رکھی جائے کہ اُس کا اَنجام کیا ہوگا؟!! ایک کے پیچھے سو (۱۰۰) کی جانیں جاتی ہیں، جہاں پاتے ہیں مارتے ہیں، کتنی عورتیں بیوہ ہو جاتی ہیں، نوجوان لڑکیوں کی عزّت لوٹی جاتی ہے، دوسرے ملکوں تک اِس کا اَثر پڑتا ہے، معلوم نہیں کون اُن کو سمجھا رہا ہے کہ جہاد کرو؟!! جو بھی اُن کو مشورہ دے رہا ہے غلط مشورہ دے رہا ہے، "پاکستان" اگر مشورہ دے رہا ہے وہ بھی غلط کر رہا ہے، "پاکستان" دوسروں کی کیا حفاظت کرے گا، اپنے ملک کی حفاظت تو کر نہیں پاتا، "پاکستان" بننے کے وقت بھی کتنا خون خرابا ہوا اور بعد میں بھی چین سکون کی زندگی نصیب نہ ہوئی، وہاں بھی مارے کاٹے جاتے ہیں، اور اِس کی وجہ سے یہاں کے مسلمان بھی پیسے جاتے ہیں، کرے کوئی، بھرے کوئی۔

"کشمیر" کے متعلّق فرمایا کہ: اَچھے خاصے اِطمینان سے وہ رہ رہے تھے، نماز، روزہ کرتے، اَعمال و اَخلاق کی تبلیغ کرتے، اُن اَعمال کی تبلیغ کرتے جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، اللہ کو راضی کرتے تو "کشمیر" بھی آزاد ہو جاتا، وہ اَعمال تو کرتے نہیں جن سے اللہ راضی ہوتا ہے، اور آزادی کی کوشش کر رہے ہیں، جب اللہ کی طرف سے آزادی نہ ہو تو ہمارے آزادی حاصل کرنے سے کیا ہوتا ہے؟!!

فرقہ وارانہ فسادات کے موقع پر مظلوم مسلمانوں کے لیے اَہم ملفوظ

فرمایا: آج کل کے سیاسی حالات جن سے مسلمان پریشان ہیں، آئے دن فتنے فسادات ہوتے رہتے ہیں، اور مسلمانوں ہی کی جان و مال کا نقصان ہوتا ہے، اِس موقع پر مسلمانوں کو جو کرنا چاہیے اور جو اَصل علاج ہے وہ کرتے نہیں، اِدھر اُدھر کے "ریزلیویشن" پاس کرایا کرتے ہیں، اَخباروں میں مضامین لکھ دیتے ہیں، اسٹیجوں میں بیٹھ کر تقریریں کر دیتے ہیں، اِس سے کہیں کام بنتا ہے؟!! اِن سیاسی لیڈروں نے ایسا ناس کیا ہے کہ اللہ کی پناہ!!! یہ سب کچھ نہ ہوتا، جو آج ہو رہا ہے، جو کچھ بھی ہو رہا ہے اِنہیں لیڈروں کی بہ دولت ہو رہا ہے، "ریزلیویشن" پاس کرا کر اَخباروں میں اِشتعال اَنگیز مضامین لکھ کر سوتے ہوئے لوگوں کو جگانا، اِس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ تو سب ایک ہو گئے، اور ہم میں پارٹیاں بن گئیں، وہ سب متحد ہو کر، ایک طاقت ہو کر ہمارے سامنے آ گئے، اور ہم لوگ آپس کے اِختلاف ہی میں پڑے ہوئے ہیں، کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ لکھتا ہے، اور سب شو بازی، ہر ایک برا بننا چاہتا ہے، باقی اصل جو علاج ہے اُس کی طرف کوئی توجہ نہیں کرتا۔

آج تک کسی سیاسی لیڈر نے نہیں کہا، یا کسی اَخبار والے نے آج تک نہیں چھاپا کہ اصل علاج اِس کا یہ ہے کہ "ہم سب اللہ کی طرف متوجہ ہوں"۔ جو حالات ہم پر آتے ہیں اُس کی اصل وجہ یہی ہے کہ ہم نے اللہ کی نافرمانی کی، اُدھر سے منہ موڑا، حالات تو اوپر سے نازل ہوتے ہیں اور اَسباب یہاں بنتے ہیں، اِس بے سروسامانی کے عالم میں ہم لوگ کر ہی کیا سکتے ہیں؟!! سوائے اِس کے کہ اگر کچھ کریں تو الٹے اور پیس کر رکھ دیئے جائیں، نوجوان شہید ہوں، عورتیں بیوہ ہوں، نوجوان لڑکیوں کی بے عزّتی کی جائے، اِس کے علاوہ اور کیا اِس کا اَنجام ہوگا؟!! ارے! ایسے وقت تو اللہ کی طرف کامل اِنابت ہو، اُسی کے سامنے روئیں، گڑگڑائیں اور دعائیں کریں، نافرمانیوں کو چھوڑ دیں، شراب، جوا چھوڑ دیں، ناچ گانوں کی محفلوں سے اور بے حیائی و بے پردگی سے باز آ جائیں، نماز کو قائم کریں، مسجد کو آباد کریں، پھر دیکھیے!!! اللہ کی مدد آتی ہے یا نہیں؟!! پورانی تاریخ دیکھیں، تاریخ یہی بتلاتی ہے اور ہمیشہ سے ایسا ہی ہوتا چلا آ رہا ہے کہ اللہ کی طرف جھکنے اور توبہ و اِستغفار کرنے اور اِنابت کرنے اور اُسی سے دعائیں کرنے سے پریشانیاں دُور ہوتی ہیں،

مسائل حل ہوتے ہیں، اور یہی ایک ایسا ہتھیار ہے جس سے بڑی بڑی طاقتوں کا مقابلہ کیا گیا، حکومتوں کا مقابلہ کیا گیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سی طاقت تھی؟!! اُن کے مقابلہ میں فرعون کی پوری بادشاہی اور فوجی طاقت تھی، لیکن! اَنجام کیا ہوا؟!! اُس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کون سا ہتھیار اِستعمال کیا؟!! حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس کون سی طاقت تھی؟!! اللہ تعالیٰ نے اُن کی کس طرح حفاظت فرمائی؟!! ہمیشہ یہی ہوتا چلا آیا ہے۔ آج بھی اِسی کی ضرورت ہے، لیکن! کوئی سیاسی اور کوئی لیڈر اِن باتوں کی طرف توجہ نہیں کرتا، نہ کوئی کہتا ہے، طرح طرح کے مضامین لکھتے ہیں، لیکن! اِس قِسم کی باتوں کو اَخبار والے بھی نہیں چھاپتے، اور اگر کوئی ایسی باتیں کہے تو اُلٹے اُس پر الزام لگاتے ہیں کہ مسلمانوں کو بزدل بنانا چاہتے ہو، اور یہ گوارہ ہے کہ مسلمان پیس کر کے رکھ دیئے جائیں، عورتیں بیوہ ہو جائیں، اُن کی عزّتوں سے کھیل کھیلا جائے۔ اللہ حفاظت فرمائے۔ (آمِین)

حکمتِ عملی نہ اِختیار کرنے کا نقصان

ملائم سنگھ، وی پی سنگھ کے دَورِ حکومت میں بعض قوانین کا سختی سے نفاذ ہو رہا تھا، سڑکوں کے دونوں طرف حدودِ سڑک میں بنی ہوئی ناجائز عمارتیں اور دکانیں توڑی جا رہی تھیں۔ جس کی وجہ سے عوام میں بڑا اِنتشار و اِشتعال تھا، ہڑتال تک ہو گئی تھی، بسیں بند ہو گئیں تھیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: جو کچھ ہو رہا ہے یہ تو ٹھیک ہے، لیکن! جلدی کی، اَبھی اِس کا وقت نہیں تھا اِتنی جلدی نہیں کرنا چاہیے تھا، کچھ دن ٹھہر جاتے، حکومت میں اِستحکام ہو جاتا، پھر یہ کام شروع کرتے، جلد شروع کر دیا۔

قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکرِ خیر

فرمایا: ایک مرتبہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ یہاں تشریف لائے، مَیں سبق پڑھا رہا تھا، وہ بھی آ کر سبق میں بیٹھ گئے، سبق کے بعد کہنے لگے کہ: مَیں تو آپ کو خالی بزرگ سمجھتا تھا، مجھے نہیں معلوم تھا کہ آپ معقولی بھی ہیں۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: حضرت قاضی صاحب کو مَیں بہت پہلے سے جانتا ہوں، بڑے کام کے آدمی ہیں، اللہ پاک اُن سے کام لے رہا ہے۔

شرعی عدالت میں مسلمانوں کو اپنے مسائل حل کرنے کی ترغیب

ایک مرتبہ قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ "پٹنہ بہار" سے "ہتورا" تشریف لانے والے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے اکرام میں شہر "باندہ" میں جلسہ کا اِنتظام فرمایا تاکہ لوگ آپ کے بیان سے مستفید ہوں، لیکن! اُس وقت ملکی اور سیاسی حالات کچھ ایسے تھے کہ شہر "باندہ" میں جلسہ کرنا مناسب نہ تھا، لوگ خواہ مہ خواہ بدنام کرتے، جلسہ گاہ میں اگر ایک پتھر بھی کسی نے پھینک دیا فتنہ فساد ہو جائے گا، "بابری مسجد" کی وجہ سے حالات میں کشیدگی کچھ اِسی اَنداز کی تھی، اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: ایسے حالات میں بہتر یہی ہے کہ بجائے "باندہ" کے "ہتورا" میں جلسہ کرلیا جائے، اور عام لوگوں کو اِطلاع کر دی جائے، چناں چہ "ہتورا" میں جلسہ کا پروگرام طے ہوگیا اور اَطراف میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے لوگوں کو اِطلاع دے دی، اور فرمایا کہ: کھانے اور واپسی کی سواری کا اِنتظام بھی یہاں سے کر دیا جائے گا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ایک صاحب سے قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا تعارف کراتے ہوئے فرمایا کہ: قاضی مجاہد الاسلام صاحب رحمۃ اللہ علیہ تشریف لا رہے ہیں، "صوبۂ بہار" کے نائب اَمیر شریعت ہیں، قاضی ہیں، بہت بڑے عالم ہیں، شریعت کے مطابق شرعی عدالت میں فیصلے کرتے ہیں، اگر مسلمان اُس کو تسلیم کرلیں اور اُس کے مطابق عمل کریں تو سارے جھگڑے ختم ہو جائیں، آئے دن کچہریوں اور عدالتوں میں جا کر ذلیل وخوار ہوتے ہیں، ہزاروں روپیہ برباد کرتے ہیں، اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا، ایک مسلمان کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ اِسلامی عدالت میں جا کر شرع کے مطابق فیصلہ کروائے، اور اُس کو تسلیم کرے خواہ اُس کی مرضی کے موافق ہو یا خلاف، ہزاروں روپے بچ جائیں گے، لیکن! مسلمان اِن باتوں کو نہیں سوچتا، اللہ کرے یہاں بھی اِس کی کوئی صورت نکل آئے، اِس میں مسلمانوں کا بڑا فائدہ ہوگا۔

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر خیر

فرمایا: حضرت مولانا محمد یونس صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنی پوری زمانۂ طالبِ علمی میں بیمار رہے، اِس وقت "مظاہر العلوم، سہارن پور" میں "شیخ الحدیث" ہیں، بیماری بنی ہے، بنی رہے، موت تو ویسے

بھی آنی ہے، جب آنی ہوگی تو اُسی وقت آئے گی، بیماری کے ساتھ بھی کام ہوسکتا ہے!! کام نہ رکنا چاہیے، بیماری ہوتو رہا کرے۔

علم کی ناقدری کیوں؟

فرمایا: جو چیز جتنی محنت و مشقت سے حاصل کی جاتی ہے اُس کی اُتنی ہی زائد قدر ہوتی ہے، آج کل علم کی ناقدری اِسی وجہ سے ہوتی ہے کہ اُس کے حاصل کرنے میں محنت و مشقت نہیں برداشت کرنی پڑتی، بڑی آسانی سے علم حاصل ہوجاتا ہے، کھانے کو روٹی مل جاتی ہے، رہنے کو کمرہ مل جاتا ہے، ہر طرح کی آسائش ہے، پہلے زمانہ میں نہ رہنے کا ٹھکانا تھا، نہ کھانے کا، پڑھنے کے واسطے کتابیں تک نہ تھیں، اپنے ہاتھ سے لکھتے پھر پڑھتے تھے، کیسی کیسی مشقتیں برداشت کرکے علم حاصل کیا ہے، اُس کے بعد پھر اللہ نے اُن سے کام لیا ہے، اُنہوں نے جو کتابیں لکھی ہیں تو ایسی زبردست کہ ہمارے لیے اُن کا پڑھنا بھی دشوار ہے، اللہ تعالیٰ کسی کی محنت ضائع نہیں فرماتے۔

ساتواں باب

(اَہم حادثات)

ایک حادثہ

مدرسہ کا ایک طالبِ علم "ہردوئی" کا رہنے والا بڑا نیک، دین دار، باادب نوجوان، ہونہار فرزند تھا، "عربی، فارسی" کی پہلی منزل (سالِ اوّل) ہی میں قدم رکھا تھا، صبح کی نماز باجماعت ادا کی، قرآن پاک کی تلاوت کی، درجہ میں حاضری دی، پہلا گھنٹہ احقر راقم الحروف کے پاس تھا، دوپہر کا کھانا اپنے ایک اُستاد اور ساتھیوں کے ساتھ کھایا، کھانے کے بعد قیلولہ کیا، تھوڑی دیر بعد اُٹھ کر کھڑا ہوا، اِستنجاء سے فراغت کی، اور غسل کرنے کے لیے تالاب اپنے ساتھیوں کو اِصرار کے ساتھ لے کر تیزی سے دوڑ کر چل دیا، (کسے معلوم تھا کہ یہ ساری چستی اور تیزی اُس کو موت لیے جارہی ہے؟!!) تالاب پر پہنچ کر غسل تو باہر ہی کیا اور تالاب میں اندر جانے کے لیے تیار ہوا تو ساتھیوں سے بے تکلّف ہوکر کہا کہ: جب غسل کیا کرو تو دعا اور بِسْمِ اللّٰہ پڑھ لیا کرو۔ یہ کہہ کر بِسْمِ اللّٰہ پڑھ کر غوطہ لگایا، غوطہ لگانے کے بعد پھر اُس کے جسم نے جنبش نہ کی، کسے معلوم تھا کہ یہ مہمان رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پانی میں نہیں اب جنّت میں غوطہ لگانے جارہا ہے؟!! جب کافی دیر ہوگئی، دس، پندرہ (۱۰، ۱۵) منٹ کے بعد بھی نظر نہ آیا تو ساتھیوں کو فکر ہوئی کہ آخر گیا تو کہاں؟!! چند طلباء کودے بالآخر ڈھونڈھ ڈھانڈھ کر نکال کر باہر لائے، لیکن! اُس وقت وہ دم توڑ چکا تھا اور غوطہ لگانے کے بعد پوری طرح جنّت کے باغوں میں پہنچ چکا تھا۔ لاش لائی گئی، مہمان کے قریب گیٹ سے متصل رکھی گئی، اُن کے والدین کو اِطلاع کر کے بلایا گیا، لاش سامنے رکھی ہوئی تھی، دیکھتے ہی والد صاحب کا برا حال ہوگیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھتے ہی بے قابو ہوگئے، چمٹ کر بے تحاشا رونے لگے، آنکھوں سے آنسو جاری، گریہ طاری، سسکیاں بند گئیں، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ہاتھ بھی چومنے لگے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی آب دیدہ اور رنجیدہ تھے اور غم زدہ باپ پر دستِ شفقت پھیرتے ہوئے، اور تسلی دیتے ہوئے فرماتے جاتے تھے: "شہید مرا، شہید مرا، شہید مرا"۔ تھوڑی

دیر بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کو ٹھنڈا پانی پلایا، کچھ تسلی ہوئی، پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اللہ نے ایک طرح کی نہیں، کئی طرح کی شہادتیں نصیب فرمائی ہیں۔

حدیثِ پاک میں آیا ہے: جو حالتِ سفر میں مرتا ہے وہ شہید ہوتا ہے، طالبِ علم کا اِنتقال ہو وہ شہید ہوتا ہے، ڈوب کر مرنے والا بھی شہید ہوتا ہے۔ (۱)

یہ ساری باتیں اِس کے اَندر پائی جاتی تھیں، کئی طرح کی شہادتیں اِس کے اَندر جمع ہوگئیں۔ "تجہیز وتکفین، نمازِ جنازہ اور تدفین ہوئی"۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بڑے اِہتمام سے اُن حضرات کو کھانا کھلایا، واپسی کے وقت راستہ کا کھانا بھی ساتھ کر دیا، اور وہ حضرات واپس چلے گئے۔

جامعہ عربیہ ہتورا میں ایک طالبِ عِلم کا اِنتقال اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا طرزِ عمل

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کئی روز کے لیے سفر پر تشریف لے گئے تھے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی عدم موجودگی میں یہاں ایک بڑا حادثہ پیش آگیا کہ "آفتاب" نامی طالبِ علم مدرسہ کی دو (۲) منزلہ چھت کے اوپر سے سر کے بل نیچے گرا، گرتے ہی اُس کی حالت خراب ہوگئی، منہ، کان، ناک سے خون جاری ہوگیا، فوری ممکن علاج کرایا گیا، اور بہت دعائیں ہوئیں، لیکن! اَفاقہ نہیں ہوا، دوسرے روز بے چارہ اللہ کو پیارا ہوگیا، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کو اب تک اِس واقعہ کا علم نہ ہوا، سفر سے واپسی کا وقت ہو چکا تھا، یہاں "تجہیز وتکفین اور تدفین" کی تیاری بھی ہو چکی تھی، اب اِنتظار صرف حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی تشریف آوری کا تھا۔ لاش کو برف میں رکھ دیا گیا تھا تاکہ صحیح سالم محفوظ رہے۔ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ شام کے وقت "بانداہ" پہنچے اور "بانداہ" ہی میں آپ رحمۃ اللہ علیہ کو اِطلاع دی گئی، مت پوچھیے کہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کی حالت کیا ہوگئی!!! "بانداہ" سے "ہتورا" روتے ہی روتے آئے، نہ کسی سے بات کر رہے ہیں، نہ کسی کی طرف متوجہ ہو رہے ہیں، مغرب کے بعد "ہتورا" پہنچے اور مغرب کی نماز ادا فرمائی، اور سخت غم وکرب کے عالم میں فرمایا: نمازِ جنازہ ادا کی جائے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ مدرسہ کے وسیع میدان میں تشریف لائے، مجمع بہت زائد تھا، لوگوں کا ہجوم تھا، حفاظ، قراء، علماء سب ہی اُس میں تھے، حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اُس وقت آپ رحمۃ اللہ علیہ پر رنج وغم

---

(۱) (الصحیح لمسلم، کتاب الامارۃ، باب بیان الشہداء، ج ۲، ص ۱۴۳، طبع یادگار شیخ، کراچی)

کا اتنا اثر تھا کہ نماز جنازہ پڑھانے کے لیے جب آپ رحمہ اللہ نے تکبیر کہی تو اَللہُ اَکبَر بھی بہ آواز بلند طور پر نہ کہہ سکے، بہ ہر حال بھرائی ہوئی آواز سے نماز پڑھائی، نماز کے بعد جنازہ قبرستان لے جایا گیا، حضرت رحمہ اللہ بھی جنازہ کے ساتھ تشریف لے گئے، ایک تو مسلسل سفر کی تھکاوٹ، دوسرے بیماری اور ضعف اس قدر غالب تھا کہ چلنا بھی مشکل تھا لیکن! کسی طریقے سے بہ مشقت قبرستان تشریف لے گئے، اور جنازہ نیچے رکھ دینے کے بعد زمین پر ایک جانب آپ رحمہ اللہ بیٹھ گئے، سکتہ کا عالم تھا، آنکھوں سے آنسو جاری تھے، اور تھوڑے وقفہ سے ہچکیاں بھی بندھ جاتی تھیں، طلباء بھی رنجیدہ، خاموش حضرت رحمہ اللہ کے چاروں طرف کھڑے تھے، ہر شخص بدحواس، بدحال اور پریشان، رنج وغم اور فکر میں ڈوبا ہوا تھا، کچھ دیر کے بعد حضرت والا رحمہ اللہ واپس تشریف لائے، اور اپنے حجرہ میں آکر فرمایا: بہت نیک لڑکا تھا، آج تک کبھی اُس کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی، تم لوگوں نے مجھے سفر ہی سے کیوں نہیں بلالیا؟!! اِنْ شَآءَ اللہ شہادت کا درجہ پائے گا۔ پھر حضرت والا رحمہ اللہ تنہاء کمرہ میں ہو گئے، اور عشاء کے وقت نماز کے لیے مسجد تشریف لائے۔ حضرت رحمہ اللہ کا معمول تھا کہ روزانہ عشاء کے بعد طلباء کو کوئی دینی اصلاحی کتاب پڑھ کر سناتے تھے، یا زبانی کچھ فرمادیا کرتے تھے، طلباء سب جمع ہو گئے، حضرت والا رحمہ اللہ نے فرمایا: جاؤ! آج کچھ نہیں کہوں گا۔ لیکن! طلباء بیٹھے ہی رہے، کچھ طلباء جانے لگے، حضرت والا رحمہ اللہ فرمایا: اَچھا! بیٹھو! حضرت والا رحمہ اللہ کرسی پر بیٹھے، رنج وغم سے آپ رحمہ اللہ کی آنکھیں سرخ تھیں، تھکاوٹ سے بدن چور چور تھا، شدّتِ غم کی وجہ سے آواز نہ نکلتی تھی، اِسی کرب کے عالم میں حمد وصلوٰۃ کے بعد حضرت رحمہ اللہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی:

وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ۝ (1)

ترجمہ: "اور تم کو پورا پورا بدلہ قیامت کے دن ہی ملے گا، جو شخص دوزخ سے بچالیا گیا اور جنّت میں داخل کیا گیا سو! وہ پورا کامیاب ہوا اور دنیاوی زندگی تو کچھ بھی نہیں صرف دھوکہ کا سودا ہے"۔

---

(1) (سُوْرَۃُ آلِ عِمْرٰن: ۱۸۵)

پھر فرمایا: اِس دنیا میں جو بھی آیا ہے وہ جانے ہی کے لیے آیا ہے، کوئی بھی ایسا نہیں جو دنیا میں ہمیشہ رہنے کے لیے آیا ہو، ہر شخص کو یہاں سے جانا ہے، دنیا اس لیے ہے ہی نہیں کہ یہاں ہمیشہ رہا جائے، دنیا تو صرف اِس لیے ہے کہ چند روز یہاں زندگی کے ایام پورے کرلو، اِن ہی دنوں میں اپنی آخرت بنالو، جنّت کی تیاری کرلو، اگر دنیا رہنے کی جگہ ہوتی تو سب سے زیادہ اِس کے حق دار انبیاء کرام علیہم السلام تھے، کیوں کہ جتنا نفع انبیاء کرام علیہم السلام کی ذات سے مخلوق کو ہوتا ہے، کسی سے بھی نہیں ہوتا، لیکن! جب انبیاء کرام علیہم السلام بھی دنیا میں رہنے کے لیے نہیں آئے اور ایک وقت میں وہ بھی دنیا سے رخصت ہو گئے، تو اب کون ہے جو دنیا میں ہمیشہ رہے؟!! کسی کو کچھ پتہ نہیں کب اُس کا وقت آجائے، اِس لیے ہر وقت موت کی تیاری میں لگا رہنا چاہیے، کسی وقت غافل نہ ہونا چاہیے، ہر وقت، ہر ایک سے معاملہ بالکل صاف ہونا چاہیے اور ہر شخص کو زندگی اِیسی گذارنی چاہیے کہ جب دنیا سے جارہا ہو تو سب کو رنج وغم ہو، سب کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں۔

یہ دنیا ہے کیا چیز؟!! یہ تو ایک مسافر خانہ ہے، یہاں تو اِنسان سفر میں ہے، اگر کسی نے سفر میں تیاری نہ کی، اور پہلے سے سامان تیار نہ رکھا، عین وقت پر اُس کو اَچانک گاڑی سے اُترنا پڑ گیا، تو اُس کو بڑی دشواری ہوگی، اِس کے لیے تو پہلے سے تیاری کرنی چاہیے۔

مجھے اَفسوس اِس لیے نہیں ہو رہا ہے کہ وہ کیوں دنیا سے رخصت ہو گیا؟!! کیا وہ دنیا سے جانے کے لیے نہیں آیا تھا؟!! کیا اُس کو دنیا میں ہمیشہ رہنا تھا؟!! نہیں! ایسی بات نہیں، بل کہ اُس کی نیکی اور دین داری کی بنا پر اَفسوس ہو رہا ہے کہ ایسے لوگ جب ہوتے ہیں تو اُن کے برکات ظاہر ہوتے ہیں، اُن کی وجہ سے رحمتیں نازل ہوتی ہیں، اُس بے چارہ کو کسی سے کوئی مطلب نہ تھا، نماز باجماعت کا پابند تھا، اَسباق میں حاضری کا پابند تھا، کبھی کسی قِسم کی کوئی شکایت سننے میں نہیں آئی، بالکل قدیم زمانہ کے طالبِ علموں جیسا تھا، اگر تم لوگ ایسا بننا چاہو تو کیا نہیں بن سکتے؟!! تم لوگ بھی اِیسے بنو، اور اِیسے ہی رہو، میرے دل پر کیا گذر رہی ہے اُس کے والدین اِس کو کیا جانیں؟!! دعا کرو! اللہ تعالیٰ اُس کے والدین کو صبرِ جمیل نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اُمید ہے کہ اُس کو شہادت کا درجہ نصیب ہوگا، ایک تو طالبِ علم تھا، حالتِ سفر میں تھا، اللہ کے راستہ میں تھا، چھت سے گر کر مرا ہے، ضرور شہید ہوگا۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ: "جو دیوار کے نیچے دب کر مر جائے وہ شہید ہوتا ہے"۔[1]
سب لوگ "سُوْرَۃُ الْاِخْلَاص" پڑھ کر اُس کے لیے اِیصالِ ثواب کرو، اور اُس کے لیے دعا کرو۔ پھر دوسرے روز ایک نماز کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کے درجات کی بلندی کے لیے دعا فرمائی، اور اِعلان فرمایا کہ: اُس پر اگر کسی کا قرض ہو تو مجھ سے آ کر لے لے۔
آج دوسرا روز ہے، لیکن! حضرت اَقدس بہت غم زدہ ہیں، آواز بھی پورے طور سے نہیں نکل رہی، اور اب بیمار پڑ گئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ایک ہمدرد عزیز کا ذکرِ خیر

فرمایا: ہمارے عزیز عبدالرؤف بھائی بڑے مخلص تھے، مدرسہ میں اُنہوں نے بڑی قربانی دی ہے، میرا بہت ساتھ دیا ہے، شروع ہی سے میرے ساتھ کام میں شریک رہے، مدرسہ کی عمارت بنوانے میں اُن کا بڑا حصہ ہے، پہلے "نومیل" سے یہاں تک راستہ تو تھا نہیں، ٹرک بھی نہیں آ سکتا تھا، ٹرک والے "نومیل" ہی میں سڑک پر اینٹیں ڈال دیا کرتے تھے، بے چارے عبدالرؤف بھائی گاؤں بھر سے بیل گاڑی مانگ کر لے جایا کرتے اور وہاں سے بیل گاڑی میں اینٹیں لاد کر لاتے، روز کا معمول تھا کہ گھر سے صبح ناشتہ کر کے آ جاتے، اور شام تک یہیں رہتے، تعمیری کام کی پوری نگرانی کرتے، بہت بڑی قربانی دی ہے، اور مدرسہ کا ایک لقمہ نہیں کھایا، ایک پائی مدرسہ سے نہیں لی۔ اللہ تعالیٰ اُن کو اِس کا بہترین صلہ عطا فرمائے۔ (آمین)
(اَبھی پرسوں اُن کا اِنتقال ہوا ہے) اِنتقال ہونے پر صدمہ ہوتا ہے، واقعی میرے بڑے ہمدرد تھے، ہر موقع پر اُنہوں نے میرا ساتھ دیا، میری پوری حمایت کی، اللہ اُن کو بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ (آمین)

تقدیر کے آگے تدبیر کی ناکامی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چچا کی وفات کا حال

فرمایا: احقر کے چچا نماز کے بڑے پابند تھے، اور خود بڑے حکیم بھی تھے، ایک مرتبہ رمضان کی چودہ (۱۴) تاریخ کی تراویح پڑھی اور گاؤں کے کنارے، جہاں اب مدرسین کے

---

[1] (کنز العمال فی سنن الاقوال والافعال، حرف الجیم، کتاب الجہاد، الباب الخامس، الفصل الثانی فی شہادۃ الحکمیۃ، ج ۴، ص ۴۱۵، طبع موسسۃ الرسالۃ، بیروت)

مکانات بنے ہیں، پہلے وہاں ایک چھوٹا سا تالاب تھا، رات کے وقت وہیں قضاء حاجت کے لیے آئے تھے، وہیں ایک زہریلے جانور نے کاٹ لیا، جس کو "بچھکا پڑ" کہتے ہیں، واقعی بڑا زہریلا جانور ہوتا ہے، اُس میں آدمی بچتا نہیں، حکیم تھے فوراً سمجھ گئے، گھر آئے زبان تو اُسی وقت بند ہوچکی تھی، بات نہیں کر سکتے تھے، لیکن! خود بڑے حکیم تھے، اِس کا علاج بھی جانتے تھے، جلدی سے قلم، کاغذ منگا کر نسخہ لکھا کہ یہ یہ دوا منگالی جائے، اِتفاق کی بات کہ جس جس دوا اور جڑی بوٹی کی ضرورت تھی سب آسانی سے مل گئیں، ایک چیز "مور کی بیٹ" وہ نہیں مل رہی تھی، رات کے وقت کچھ لوگ روشنی کر کے جنگل کی طرف "مور کی بیٹ" تلاش کرنے گئے، اُس زمانہ میں مور یہاں بہت رہتے تھے، اِتفاق کی بات کہ "مور کی بیٹ" بھی لے آئے، لیکن! وقت آہی چکا تھا اور وقت کے آجانے کے بعد پھر کوئی تدبیر کام نہیں کرتی، اِسی میں اِنتقال ہوگیا، مَیں اُس وقت "باندہ" میں تراویح پڑھا رہا تھا، اُسی دن ختم ہونے والا تھا،، جب مجھے معلوم ہوا فوراً آیا اور تجہیز و تکفین ہوئی۔

امرودھا، ضلع کانپور میں دَوران جلسہ پتھر پھینکنے والا قصہ

تقریباً ۱۳۹۷ھ کا واقعہ ہے کہ احقر کے وطن "قصبۂ امرودھا، ضلع کانپور" میں جہاں اہل بدعت کا غلبہ ہے، بدنصیبوں نے حضرت اَقدس مولانا سیّد صدیق اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پتلا بنا کر پورے قصبہ میں گھمایا، اُس کی توہین کی، اور پھر جلا دیا۔ حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بعض مریدین اور احقر کے والدین وغیرہ بڑی تنگی اور گھٹن کی زندگی بسر کر رہے تھے، قتل تک کی دھمکیاں دی گئیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کو مسجد میں نماز نہ پڑھ سکنے کا سخت اَفسوس ہوتا تھا، محلہ کی دو (۲) قدم پر مسجد، لیکن! مسجد میں نماز نہیں پڑھ سکتے تھے، ایک مرتبہ بعض جماعت کے لوگ نماز پڑھ کر نکلے تو اُن کو اِتنا مارا گیا کہ ایک صاحب کا ہاتھ ٹوٹ گیا، بندن زخمی ہوگیا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین و مریدین نے اپنے مکان کے اَحاطہ میں جلسہ کا نظام بنایا اور اپنی علیحدہ مسجد تعمیر کرنے کا منصوبہ بنایا، جلسہ کی شہرت ہوئی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا نام سن کر اَطراف و دُور دَراز سے لوگ جمع ہوگئے، مشورہ ہوا، تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مسجد بنانے سے منع فرمایا، اور فرمایا کہ: اِتنے قریب مسجد موجود ہے، ایک

وقت آئے گا اِنْ شَآءَ اللّٰه مسجد آپ حضرات کے قبضہ میں ہوگی، اَبھی آپ لوگ گھر ہی پر نماز پڑھتے رہیں، البتہ! مدرسہ بنانا مناسب ہے، چناں چہ مکتب کی شکل میں ایک مدرسہ قائم ہوگیا۔

عشاء کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا پروگرام ہونا تھا، دو (۲) منزلہ مکان کی چھت پر مستورات کا نظم تھا، نیچے میدان میں مَردوں کا کافی مجمع تھا۔ جلسہ کا آغاز ہوا، قاری صاحب نے قرأت فرمائی، ایک مقرر صاحب نے تقریر شروع فرمائی، گرمی کا موسم تھا، پنکھا چل رہا تھا کہ یکا یک لائٹ گل، اَندھیرا چھا گیا، اور چاروں طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی، مکان کی چھت پر عورتوں کے مجمع میں بھی پتھر برسائے گئے، نشانہ لگا کر ٹھیک اسٹیج پر اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو نشانہ بنا کر پتھر برسائے گئے۔ ایک اللہ کا بندہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اوپر جھک گیا، اور جھکا ہی رہا، جتنے پتھر آتے اُس شخص کی پیٹھ پر گرتے، اِس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حفاظت فرمائی، کافی دیر تک پتھراؤ ہوتا رہا، ظالم لوگ مسجد کی چھت پر سے پتھر برسا رہے تھے، جلسہ تو درہم برہم ہوگیا، سارا مجمع منتشر ہوگیا، بعض جواں مرد بہادر لوگوں نے کہا کہ: اب تو ہم جلسہ ضرور کریں گے، ہم بندوق لے کر آرہے ہیں، دیکھیں کون منع کرتا ہے؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اِس کو منع فرمایا اور کہا کہ: اِنْ شَآءَ اللّٰه یہ ہماری "فَتْحِ مُبِیْن" ہوگی، مجمع منتشر ہوجانے کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے موجود لوگوں کو ایک کمرہ میں جمع فرمایا اور مختصر تقریر فرمائی کہ:

ہم کھانے پینے کی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بہت سی سنتیں ادا کرتے ہیں، پتھر کھانا یہ بھی تو ایک "طائف" کی سنّت ہے، اللہ کا شکر ہے کہ آج اُس نے اِس سنّت کی اَدائیگی کی توفیق نصیب فرمائی۔ اِس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے دیر تک دعا فرمائی، لوگوں نے آمِین کہا، اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ راتوں رات بجائے سڑک کے کھیت کے راستہ سے موٹر سائیکل سے واپس تشریف لے گئے۔ بعد میں معلوم ہوا کہ سڑک پر لوگ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو مارنے کے لیے بیٹھے ہوئے تھے، چند سالوں بعد اللہ تعالیٰ نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے متعلقین کو عزّت نصیب فرمائی، اُن کا بول بالا ہوا، اور جن صاحب کے توسط و اِعانت سے پتھراؤ ہوا تھا وہ سب ذلیل ہوئے، اُس گھر کے بعض لوگوں نے خود کشی کی، بعضوں کا اکسیڈنٹ میں برا حال ہوا۔

"للولی" میں دورانِ تقریر پتھراؤ کا قصہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سے چند ماہ قبل کا واقعہ ہے، جس کو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی وفات سے چند روز قبل بیان فرمایا کہ: "للولی، ضلع فتح پور" میں بھی اہلِ بدعت کا غلبہ ہے، ایک زمانہ تو وہ تھا کہ ایک آدمی بھی اپنے خیال کا نہ تھا، راستہ چلتے پتھر پھینکے جاتے، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! مَیں برابر جاتا رہا، لوگوں سے ملتا رہا، رفتہ رفتہ حالات میں تبدیلی آئی، اَلْحَمْدُ لِلّٰہ! اب اَچھے خاصے لوگ اپنے ماننے والے ہیں، اور اپنا مدرسہ بھی قائم ہے، جلسہ بھی ہوتا ہے۔

اَبھی چند روز قبل جلسہ میں گیا تھا، بعض شریر لوگوں نے دَورانِ تقریر پتھراؤ شروع کردیا، مجمع منتشر ہونے لگا، مَیں نے اُن لوگوں کو منع کیا، اور اِسی پر تقریر کی کہ اگر واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے آپ کو سچی محبت ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اِتباع کرو، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پتھر کھائے ہیں، پتھر کھانا نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنّت ہے، ہم اِس سے گھبراتے نہیں، پتھر مارنا دوسروں کا طریقہ ہے ہم حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہیں، ہم کو مایوس نہ ہونا چاہیے، اگر واقعی میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ماننے والے ہو تو کوئی اُٹھے نہیں۔ چناں چہ پورا مجمع بیٹھا رہا اور پتھر آنا بھی بند ہوگئے، وہ لوگ خود نادم ہوئے ہوں گے۔ اِسی نوع کا "گھاٹم پور، ضلع فتح پور" میں بھی قصہ پیش آیا تھا۔

ایک اور حادثہ

اِسی نوع کا ایک اور واقعہ کہ: حضرتِ اَقدس رحمۃ اللہ علیہ ایک مرتبہ "جہان آباد، ضلع فتح پور" کے قریب تشریف لے گئے تھے، واپسی میں رات کا وقت ہوگیا، لیکن! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ جلسہ سے فراغت کے بعد قیام نہیں فرماتے تھے، بل کہ کتنی ہی رات ہوجائے جلد اَز جلد مدرسہ واپسی کی کوشش فرماتے تھے تاکہ سبق کا ناغہ نہ ہو، چوں کہ سواری کا نظم تھا، اِس لیے حضرت رحمۃ اللہ علیہ جیپ گاڑی سے رات ہی کو چل دیئے، راستہ میں دیکھا کہ گاڑیوں کی لمبی قطار ہے، راستہ جام ہے، کوئی گاڑی نہ آرہی ہے نہ جارہی ہے، آگے جانے کا راستہ نہیں، لیکن! اِس کا سبب نہ معلوم ہوسکا۔ ڈرائیور بہت ہوشیار تھا، سڑک کے کنارے تھوڑی سی جگہ پاکر گاڑی آگے نکال لایا، آگے دیکھا بدمعاشوں، ڈاکوؤں کا ایک قافلہ سینہ پر سوار ہے، ڈرائیور نے جلدی گاڑی نکالنے کی کوشش کی،

ڈاکوؤں نے زور سے آواز دی، گاڑی روکنا چاہی، لیکن! ڈرائیو صاحب نے ہمت کر کے گاڑی آگے بڑھادی، اِتنے میں ایک ڈاکو نے گولی چلادی، اور گولی آکر گاڑی کے اَگلے شیشہ پر لگی، شیشہ ٹوٹ کر چور چور ہو گیا، اور اُس کی کرچیں ڈرائیور کے چہرے اور جسم میں گھس گئیں، جس سے چہرہ زخمی ہو گیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی اُس میں بیٹھے ہوئے تھے، لیکن! حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے چوٹ نہیں آئی۔ گولی لگتے ہی ڈرائیور نے گاڑی روک دی، اور بدمعاش غنڈے گاڑی پر ٹوٹ پڑے، دیگر رفقاءِ سفر کے پاس جو کچھ روپیہ پیسہ تھا سب وصول کر رہے تھے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرمارہے تھے: کیا بات ہے؟!! بتاؤ تو تم کیا چاہتے ہو؟!! اِتنے میں کسی نے کہہ دیا کہ: جانتے ہو یہ کون ہیں؟!! "ہتورا" والے بابا ہیں۔ اور اُن ڈاکوؤں میں سے بعض نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو پہچان بھی لیا، ڈاکوؤں کا سردار آگے آیا پیروں میں گر پڑا، معافی مانگی، اور تمام بدمعاشوں کو بلایا، سب نے معافی مانگی، اور جتنا روپیہ لیا تھا سب واپس کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: تم لوگوں کو اِس طرح کرنا چاہیے؟!!

الغرض! وہاں سے روانہ ہوئے، ڈرائیور صاحب کو "کانپور" ہسپتال میں داخل کیا گیا، چند روز بعد "ہتورا" تشریف لائے تھے، احقر نے دیکھا اُس وقت بھی اُن کا چہرہ زخمی تھا، اِس قصہ کی بڑی شہرت ہوئی، "ہتورا" فون پر فون، تار پر تار آنے لگے، یہ زمانہ ملائم سنگھ کی وزارت کا تھا، ملائم سنگھ نے فون کیا، اور عیادت کے لیے آنے کی اِجازت چاہی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جواب دیا کہ: مَیں اَچھی طرح خیریت سے ہوں، آنے کی ضرورت نہیں، آپ زحمت نہ فرمائیں، آپ کو تکلیف ہوگی۔ ملائم سنگھ نے "فتح پور" اور اُس کے اَطراف کے تمام تھانوں میں آڈر بھیج دیا کہ چوبیس (۲۴) گھنٹے کے اَندر بدمعاشوں، ڈاکوؤں کے سردار اور پوری جماعت کو گرفتار ہونا چاہیے، اور فوراً سزا ملنی چاہیے۔ پورا عملہ حرکت میں آگیا، چاروں طرف پولیس پھیل گئی، بالآخر گرفتار کیا گیا، اور اُس کو گولی ماری گئی، اور پولیس نے پیچھا کر کے اُس کو ڈھیر کر دیا، وہ ڈاکو جس کے گرفتار کرنے اور مارنے پر اِنعام مقرر تھا، لیکن! اب تک کوئی نہ مار سکا تھا، آج مار دیا گیا۔ لوگوں میں بڑی خوشی ہوئی، اَخبار والوں نے مضمون نکالا کہ "ہتورا" والے بابا کی بددعا نے اُس کو ہلاک کر دیا۔

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت

حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کی حکایت ہے کہ: ایک مرتبہ سفر میں تشریف لے جارہے تھے، رات ہوگئی، ایک سرائے میں قیام فرمایا، رات میں کسی بنیا کی چوری ہوگئی، اُس کے کڑے کسی نے چوری کر لیے، حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا معمول صبح جلدی سفر کرنے کا تھا اِس لیے اُٹھ کر چل دیئے۔ یہ اُٹھا! دیکھا کہ کڑے غائب ہیں، پریشان ہوا اور سوچا کہ ہو نہ ہو، وہی مولوی صاحب کڑے چوری کر کے لے بھاگے، جلدی جلدی پیچھا کیا اور جاتے ہی ایک گھونسہ رسید کیا، اور کہا کہ: چوری کر کے بھاگا جارہا ہے، نکال میرے کڑے، بڑی سختی سے پیش آیا، اور تھانہ چلنے پر مجبور کیا کہ تجھے پولیس کے حوالہ کروں گا۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ تشریف لے گئے، تھانے دار حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا مرید و معتقد تھا، اُس نے دُور سے دیکھتے ہی حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا اِستقبال کیا، ملاقات کے لیے آگے بڑھا۔ اب یہ تو بہت پریشان ہوا، سمجھا کہ یہ کوئی بہت اَہم آدمی ہیں، ڈرا کہ اب میری خیر نہیں۔ حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ نے تھانے دار سے پہلے ہی کہہ دیا کہ: پہلے وعدہ کرو کہ اِس شخص کو کچھ نہ کہو گے، یہ بے چارہ مجھے جانتا نہیں تھا ورنہ ایسی حرکت نہ کرتا، اور اُس سے کہا: جلدی بھاگ جا۔ پھر تھانے دار نے حضرت مولانا مظفر حسین صاحب کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ کا بڑا اِحترام کیا اور عزّت سے رخصت کیا۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہمارے اَکابر تو ایسے تھے، اور ایک ہم ہیں کہ ذرا کوئی بات ہوجائے تو فوراً لڑنے مرنے کو تیار ہوجاتے ہیں۔

آٹھواں باب

(علمی نکتے اور متفرق اِرشادات)

عقل کی فضیلت

① جو زیادہ عقل مند ہے وہ دنیا اور آخرت میں کم عقل سے فضیلت رکھتا ہے۔
② شیطان پر کوئی چیز ایک عاقل مؤمن سے شاق نہیں حال آں کہ وہ سو (۱۰۰) جاہلوں کو برداشت کرلیتا ہے۔
③ حضرت لقمان علیہ السلام کا قول ہے: اللہ کے معاملہ میں سب سے زیادہ عقل سے کام لینے والے کے اَعمال بھی سب سے اَچھے ہوتے ہیں، جس عبادت میں عقل کو کام میں لایا گیا اُس سے زیادہ کوئی عبادت اللہ تعالیٰ کی نہیں ہوسکتی۔
④ مطرف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: بندہ کو اِیمان کے بعد عقل سے زیادہ کوئی اَفضل چیز نہیں دی گئی۔
⑤ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: لوگ "حج، عمرہ، جہاد، نماز، روزہ" سب ہی کچھ کرتے ہیں، مگر اَجر میں سب برابر نہیں، قیامت میں عقلوں کی تعداد کے مناسب ہی اُن کو اَجر دیا جائے گا۔[1]

اِشتقاق عقل

ثعلب کا قول ہے کہ: اِس (یعنی عقل) کے اصل معنیٰ "اِمْتِنَاع" (روکنا) ہیں۔ کہا جاتا ہے: "عَقَلْتُ النَّاقَةَ" اور "عَقَلَ بَطْنَ الرَّجُلِ"۔[2]

عقل کی حقیقت

✲ حضرت اِمام اَحمد ابن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: "عقل اِنسان کی طبعی صفت ہے، جو اُس کی ماہیت کے ساتھ گڑی ہوئی شئ ہے"۔

---

[1] [2] (بیاضِ صدیقی)

❊ اور یہی تعریف محاسبی رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، محاسبی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک روایت یہ بھی ہے کہ:
"عقل نور ہے"۔

❊ دوسرے حضرات نے تعریف کی ہے کہ: "عقل علوم ضروریہ کی ایک نوع ہے اور وہ اِیسا علم ہے جس سے جائز اُمور کا جواز اور محالات کا محال ہونا منکشف ہو جائے"۔

❊ بعض کے نزدیک "عقل جوہر بسیط ہے"۔

❊ بعض کا قول ہے کہ: "عقل ایک شفاف جسم ہے"۔

❊ ایک اَعرابی نے کہا کہ: "عقل تجربات کا نچوڑ ہے، جو بہ طور غنیمت ہاتھ لگ جائے"۔

❊ تحقیق یہ ہے کہ: عقل کا اِطلاق مشترکہ طور پر چار (۴) معنوں پر ہوتا ہے:

① عقل وہ وصف ہے جس کے ذریعہ سے اِنسان دیگر بہائم سے ممتاز ہو جائے، اور یہ اِیسا وصف ہے جس سے اِنسان میں علوم نظریہ کے قبول کرنے کی اِستعداد ہوتی ہے۔

② عقل کا اُس علم پر اِطلاق ہوتا ہے جو طبیعت اِنسانی مین رکھا گیا ہے، جس سے جائز شئی کا جواز اور محال کا محال ہونا ثابت ہوتا ہے۔

③ عقل کا اُس علم پر اِطلاق ہوتا ہے جو تجربات سے حاصل ہوتا ہے۔

④ عقل کا اُس قوّت کے منتہاء پر بھی اِطلاق ہوتا ہے جس کو گڑی ہوئی چیز کہا گیا ہے۔ (۱)

عقل کا محل و مقام

❊ اِمام اَحمد رحمۃ اللہ علیہ سے مروی ہے کہ: "عقل کا مقام دماغ ہے"۔ یہی اِمام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے۔

❊ ایک جماعت کی رائے ہے کہ: "عقل کا مقام دل ہے"۔ یہ حنابلہ کا قول ہے، اِمام شافعی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی یہی قول مروی ہے۔ وہ حق تعالیٰ کے اِس قول سے اِستدلال کرتے ہیں:

فَتَكُونَ لَهُمْ قُلُوبٌ يَّعْقِلُونَ بِهَآ (اِلٰی قَوْلِهٖ تَعَالٰی) وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوبُ الَّتِي فِي الصُّدُورِ ۝ (۲)

یہاں "قَلْب" عقل کے معنی میں ہے، جس طرح ظرف بول کر مظروف مراد لیتے ہیں، اِس لیے "قَلْب" عقل کا محل ہے۔ (۳)

---

(۱) (بیاض صدیقی) (۲) (سُوْرَةُ الْحَجِّ: ۴۶) (۳) (بیاض صدیقی بہ حوالہ از لطائف علمیہ)

عاقل اور ذکی کی علامات

یہ علامات دو (۲) قِسم کی ہیں: ① جو بہ اِعتبار صورت کے ہیں۔
② جو معنوی ہیں اور اَحوال واَفعال سے متعلّق ہیں۔

بعض حکماء کا قول

❊ حکماء کا قول ہے کہ: "معتدل مزاج اور اَعضاء میں تناسب کا ہونا عقل کی قوّت اور ذہانت کی دلیل ہے، موٹی گردن دلالت کرتی ہے دماغی قوّت اور اُس کی زیادتی پر، جس کی آنکھ جلدی جلدی حرکت کرتی ہو وہ مکار اور حیلہ باز چور ہے، اور سیاہ پتلی والی آنکھ زیادہ اَچھی ہے، جب سیاہ آنکھ زیادہ چمکیلی نہ ہو اور اُس میں زردی اور سرخی نہ ظاہر ہوتی ہو تو وہ بلند حوصلہ طبیعت پر دلالت کرتی ہے۔ چھوٹی آنکھ اور اَندر کو گڑی ہوئی ہو وہ مکار اور حاسد ہوگا، لاغر چہرہ اور پستہ قد میں مہربانی کا زیادہ اِظہار ہوتا ہے، معتدل قد والے لوگوں کے حالات صالح ہوتے ہیں۔

(نوٹ: یہ بعض حکماء کا قول ہے جو تجربات پر مبنی ہے، یقینی نہیں، اِس کے خلاف بھی ہوسکتا ہے۔)

❊ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ کا اِرشاد ہے کہ: جس میں پانچ (۵) صفات پاؤ اُس کے لیے سعادت کی اُمید رکھو، خواہ موت سے دو (۲) گھڑی قبل اُس کو نصیب ہوئی ہوں:

① "اِسْتِوَآءِ خَلْق" یعنی اَعضاء کا تناسب اور مزاج معتدل ہونا۔
② "رَوْح" یعنی خون کا ہلکا ہونا۔
③ عقل رسا۔
④ صاف توحید جو شائبۂ شرک جلی وخفی سے پاک ہو۔
⑤ پاکیزہ طبیعت۔

عقل مند کی علامتیں

❊ کسی عاقل کی عقل پر اُس کے مناسب اور موقع کے اِعتبار سے "خاموشی، سکون، نیچی نگاہ، برمحل حرکات" سے اِستدلال کیا جاسکتا ہے۔ عقل مند اپنے فیصلہ میں خواہ "کھانے، پینے" کے بارے میں ہو یا اور کسی قول وفعل میں اُسی اَمر کو اِختیار کرے گا جو اَنجام کے اِعتبار سے اَعلیٰ ہو اور بہتر ہوگا، نقصان دہ چیزوں کو ترک کرے گا۔

❊ حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ نے عاقل کی یہ علامات بیان فرمائی ہیں:

① بڑے کے ساتھ تواضع سے پیش آئے۔

② چھوٹے کو حقیر نہ سمجھے۔ ③ گفتگو میں بڑائی کا اِظہار نہ ہو۔

④ لوگوں کے ساتھ معاشرت میں اُن کے آدابِ معیشت کو ملحوظ رکھے۔

⑤ اپنے اور خدا کے درمیان تعلّق کو مضبوط رکھے۔

❊ حضرت وہب بن منبہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ: حضرت لقمان علیہ السلام نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ: بغیر دس (۱۰) صفات کے عقل کامل نہیں ہوتی:

① کبر نہ ہو۔ ② نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔

③ دنیاوی سامان میں سے صرف بہ قدر بقاء حیات پر اِکتفاء کرے۔

④ زائد کو خرچ کردے۔ ⑤ تواضع کو اَچھا سمجھے۔

⑥ اپنا پہلو گرا لینے کو (یعنی تواضع اِختیار کرنے کو) عزّت اور سربلندی پر ترجیح دے۔

⑦ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے۔

⑧ کسی سے اپنی حاجت کے لیے تَحَکُّم اور بدمزاجی نہ اِختیار کرے۔

⑨ دوسرے کے تھوڑے اِحسان کو زیادہ سمجھے، اور اپنے بڑے اِحسان کو کم سمجھے۔

⑩ تمام اہلِ دنیا کو اپنے سے اَچھا اور اپنے کو سب سے بُرا سمجھے، اگر کسی کو اپنے سے اَچھا دیکھے تو خوش ہو اور اِس بات کا خواہش مند ہو کہ اُس کی عمدہ صفات خود بھی اِختیار کرے، اور کسی کو بری حالت میں پائے تو خیال کرے کہ اَنجام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ ہم کو کیا خبر یہ بھی ممکن ہے کہ یہ شخص نجات پاجائے، اور مَیں ہلاک ہوجاؤں؟!!

❊ حضرت مکحول رحمۃ اللہ علیہ سے حضرت لقمان علیہ السلام کا یہ قول مروی ہے کہ: اِنسان کے شرف اور سرداری کی بنا حسنِ عقل پر ہے، جس کی عقل اَعلیٰ درجہ کی ہوگی وہ اُس کے تمام گناہوں کو ڈھک لے گی، اور اُس کی برائیوں کی اِصلاح کردے گی، اُس کو رضائے مولیٰ حاصل ہوجائے گی۔

❊ ابن ابی صفرہ رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے کہ: بڑائی کی بات یہ ہے کہ عقل زبان سے بڑھی ہو، نہ یہ کہ زبان عقل سے بڑھی ہو۔[1]

---

[1] (بیاضِ صدیقی)

اِنسان کو بہکانے والا کون ہے؟

ایک صاحب نے بڑا طویل، گنجلک اور پیچیدہ خط لکھا، جس میں انسان کو بہکانے سے متعلّق سوال کیا تھا، غور وفکر کے بعد اُن کے سوال کا حاصل اور خلاصہ یہ سمجھ میں آیا کہ جب شیطان انسان کو بہکاتا ہے تو اُس کے بہکانے کی دو (۲) صورتیں ہوتی ہیں:

① یا تو شیطان اَز خود بہکاتا ہے۔ اگر واقعی یہ بات ہے تو پھر اِس میں اِنسان کا کیا قصور، شیطان کو اُس پر کیوں مسلط کیا گیا؟!!

② یا پھر شیطان اَز خود نہیں بہکاتا بل کہ اُس کو بھی کوئی دوسرا شیطان بہکاتا ہے، پھر اُس دوسر کو تیسرا اِس طرح سلسلہ چلتا رہتا ہے۔ تو پھر اِس صورت میں اُس بہکانے والے شیطان کا کیا قصور؟!! اور اگر اِسی طرح ہے تو پھر یہ کیوں نہ فرض کرلیں کہ اِنسان ہی اِنسان کو بہکاتا ہے؟!! (اِس طرح کی عجیب سی باتیں لکھی تھیں۔) وَاللّٰہُ اَعْلَمُ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے مندرجہ بالا سوال کا مندرجہ ذیل جواب تحریر فرمایا:

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

اِنسان کو بہکانے والا، اُس کے اَندر وسوسہ ڈالنے والا صرف اِبلیس ہے، جس کو شیطان کہتے ہیں، اُس کے کارندے بہت ہیں، وہ اِنسان اور جن دونوں ہوتے ہیں، شیطان کبھی تو کسی اِنسان کو آلۂ کار بناتا ہے، اور کبھی جن کو۔ شیطان نے مَردود ہونے کے بعد کہا تھا کہ: آدم (علیہ السلام) کی وجہ سے مجھے راندۂ درگاہ کیا گیا ہے، اِس لیے اُس کی اَولاد سے اپنا بدلہ لوں گا، اور اُن کو گمراہ کروں گا۔ اللہ پاک نے فرمایا: تُو اپنا پورا زور لگالے، جن کو مجھ سے تعلّق ہوگا وہ کبھی تیرے بہکاوے میں نہ آئیں گے۔

اِس کے بعد اللہ پاک نے انبیاء کرام علیہم السلام کا سلسلہ جاری فرمایا، جن کے ذریعہ ہر زمانہ میں اِس کا اِعلان کراتا رہا کہ: شیطان تمہارا دشمن ہے، اُس سے ہوشیار رہنا، اُس سے بچنے کی تدبیر اُن تعلیمات پر عمل کرنا ہے جو مَیں انبیاء کرام علیہم السلام کے ذریعہ تم تک پہنچا رہا ہوں۔ اِس اِنتظام کے بعد اب جو شخص عمل نہ کرے اور انبیاء کرام علیہم السلام کی راہ کو چھوڑ کر شیطان کے راستہ پر چلے تو یہ اِنسان کا قصور ہے۔

اِس کی مثال اِس طرح سمجھیے کہ: ایک مریض کو ڈاکٹر نے دوا تجویز کی اور پرہیز بتلایا، اور تاکید کردی کہ یہ دوا اِستعمال کرنا اور اِن چیزوں سے پرہیز رکھنا، اب کوئی اپنی جان کا دُشمن دوا تو اِستعمال نہ کرے اور بد پرہیزی کرتا رہے تو یہ قصور خود اُس کا ہے نہ کہ ڈاکٹر کا۔ اُمید ہے اِس سے اِشکال دُور ہوجائے گا۔ (صدیق اَحمد)

فارسی کے چند اَشعار کی تشریح

ایک صاحب نے فارسی کے چند اَشعار لکھ کر حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اُن اَشعار کا مطلب و مفہوم دریافت کیا۔ وہ اَشعار یہ ہیں ؎

① رنگ ہا دَر طبع اَرباب قیاس آمیختہ　② نکتہ ہا دَر خاطر اہل بیان انداختہ
③ دجلہ ہا دَر ساغر معنی طرازاں ریختہ　④ رشتہ ہا دَر سہ دریا و کاں انداختہ

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے اِن اَشعار کی مندرجہ ذیل تشریح فرمائی:

① اہل قیاسی یعنی فقہاء کی طبیعت میں طرح طرح کی رنگینی ملائی، یعنی فقہاء نے اپنی ذہانت اور سمجھ سے قرآن وحدیث سے مختلف قِسم کے مسائل نکال کر بیان کیے۔

② متکلمین اور واعظین کے دلوں میں مختلف قِسم کے نکات واَسرار کا اِلقاء کیا جو وہ اپنی اپنی مجالس میں بیان کرتے ہیں۔

③ معنی اور حقیقت تک جن حضرات کی رسائی ہے اُن کے پیالے میں دریا کے دریا بہا دیئے، یعنی وہ حضرات ایک ایک جملہ کی مختلف توجیہات بیان کرتے ہیں۔

④ دریا اور زمین کی کانوں کے پیالے میں ایک دراز سلسلہ جاری کیا، یعنی دریا اور کانوں میں پیدا ہونے والے جواہرات اور طرح طرح کی چیزوں کا ایک لامتناہی سلسلہ ہے جس سے لوگ نفع حاصل کررہے ہیں۔

اِس وقت جو سمجھ میں آیا تحریر کیا ہے، اگر اصل کتاب ہوتی تو پورے طور پر اِس کی وضاحت کی جاسکتی تھی۔ (صدیق اَحمد)

فقیہ و مفتی کے لیے فنِ بلاغت و معانی سے بھی واقفیت ضروری ہے

احقر نے عرض کیا کہ: فقہاء نے لکھا ہے کہ فقیہ و مجتہد کو "علم بلاغت" میں بھی مہارت ضروری ہے۔ "بلاغت و معانی" کی "فقہ" میں کیا ضرورت ہے؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: محاورات کی وجہ سے اِس کی ضرورت پیش آتی ہے، کیوں کہ محاورات کے بدلنے سے بھی اَحکام بدل جاتے ہیں، کبھی لہجہ اور اَندازِ بیان کے بدلنے سے معانی میں فرق پڑ جاتا ہے، اور یہ سب باتیں بلاغت و معانی ہی کی مدد سے اَچھی طرح سمجھ میں آتی ہیں۔

حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ایک شاگرد سے فرمایا تھا کہ: تم نے "مختصر المعانی" پڑھ لی، جاؤ بازار جاؤ، دیکھو کہ لوگ بلاغت کے اُصول اِستعمال کرتے ہیں یا نہیں؟!! چناں چہ گئے اور واپس آکر جواب دیا کہ: نہیں!۔ حضرت مولانا یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: تم نے بلاغت پڑھی ہی نہیں، ورنہ بلاغت و معانی کے اُصول تو ہر زمانہ میں اور ہر قوم میں رائج ہیں، دیہاتی اور جاہل بھی اُن کو اِستعمال کرتے ہیں۔

ڈاڑھی منڈوانے اور کترانے والے حافظوں پر یہ پابندی مت لگاؤ کہ تراویح نہ پڑھائیں بل کہ یہ کوشش کرو کہ شرع کے مطابق ڈاڑھی رکھ لیں

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ گاڑی میں تشریف لے جا رہے تھے، "کانپور" کے قاری نفیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی رفیقِ سفر تھے، درمیان میں طلباء کی بدحالی اور بداَعمالی کا ذکر ہوا۔ قاری نفیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: اب تو طلباء مدرسہ و مسجد میں ٹوپی لگاتے ہیں باہر نکلے تو سر سے ٹوپی اتار لیتے ہیں، مَیں نے اپنے یہاں شرط لگا دی ہے کہ جو میرے مدرسہ میں پڑھے گا اُس کو ہر جگہ ٹوپی لگانا ضروری ہے۔

ڈاڑھی کٹانے کا بھی رواج بہت ہوتا جا رہا ہے، ایسے حفاظ جو ڈاڑھی کٹاتے یا منڈاتے ہیں اور رمضان کے قریب تھوڑی سی رکھ لیتے ہیں۔ قاری نفیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کے بارے میں دریافت کیا؟ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ہے تو غلط (ایسے شخص کی اِمامت مکروہ تحریمی ہے) لیکن!

تراویح پڑھاتے رہیں، یہی غنیمت ہے، کسی طرح دین سے قریب تو رہیں، دین سے جڑے رہیں ورنہ سب کچھ چھوڑ بیٹھیں گے، ابھی کم از کم اسی بہانہ اُن کا قرآن محفوظ تو ہے اور کچھ لگاؤ باقی ہے، کوشش کی جائے آئندہ اِنْ شَآءَ اللّٰہ ڈاڑھی بھی رکھالیں گے، اب تو وہ زمانہ ہے کہ دین سے تھوڑا تعلق بھی ہو تو اُس کی قدر کرنی چاہیے۔

قاری نفیس صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے عرض کیا کہ: رمضان قریب آیا اور ہم لوگوں کو فکر سوار ہوگئی کہ جلدی جلدی دور کرو سنانا ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مجھے بھی فکر لگی ہے کہ پتہ نہیں بیماری کی وجہ سے اِس سال سنا سکوں یا نہیں؟!!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: ڈاڑھی کٹانے والوں کو قرآن سنانے پر پابندی نہ لگاؤ بل کہ یہ کوشش کرو کہ تراویح پڑھانے والے پوری ڈاڑھی رکھ لیں۔

اَسلاف کا اِحسان

حضرت رحمۃ اللہ علیہ "بخاری شریف، جلد اوّل" کی "کتاب الایمان" اور "کتاب العلم" کی ایک شرح تصنیف فرمارہے تھے، اُس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ: دَورانِ تحریر ذہن میں بہت سی اِیسی باتیں آتی ہیں جو کہیں نہیں ملتیں، نہ شروح میں، نہ حواشی میں، مَیں سب لکھتا جارہا ہوں، اُن کے لکھنے میں مَیں شروح وحواشی کا پابند نہیں، جو میری سمجھ میں آتا ہے وہ بھی لکھتا جاتا ہوں، لیکن! فضیلت تو بہ ہر حال اُن ہی حضرات کو ہے "اَلْفَضْلُ لِلْمُتَقَدِّمِ" جو کچھ بھی ہے سب اُنہی کا فیض ہے، ہمارے ذہنوں میں بھی جو باتیں آتی ہیں وہ بھی اُنہی کے طفیل میں، اُنہی کی باتوں کو دیکھ کر منتقل ہوتی ہیں، اُن حضرات کا بڑا اِحسان ہے کہ سب لکھ کر چلے گئے، آج ہم کو اُن سے رہنمائی مل رہی ہے۔

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے ایک بدعتی کا سوال اور حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا جواب

فرمایا: ایک مرتبہ مَیں سفر کررہا تھا، ایک بدعتی نے دعوی کے اَنداز میں مجھ سے سوال کیا۔

سوال قرآن پاک میں تو خود اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا ہے

اور اِستدلال میں یہ آیت پڑھی: وَ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ---الآیۃ ❶

"جب آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے پھینکا تو آپ (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) نے نہیں بل کہ اللہ تعالیٰ نے پھینکا"۔

مطلب یہ کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب اپنے ہاتھ سے کنکر مارے تھے تو واقعی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ہاتھ سے مارے تھے، اِس کے متعلّق فرمایا گیا کہ: اللہ نے مارا۔ تو دیکھو! اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ کو اپنا ہاتھ فرمایا؟!!

جواب مَیں نے کہا کہ: اگر اِس طرح اِستدلال سے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ ہو جاتا ہے تو پھر صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہے، کیوں کہ قرآن پاک میں ہے: فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَ لٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ---الآیۃ ❷ یہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کے متعلّق ہے کہ جب کفار کو قتل کیا تو تم نے نہیں کیا بل کہ اللہ نے قتل کیا حال آں کہ صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے اپنے ہاتھوں سے تلوار چلائی تھی اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم ہی نے کفار کو قتل کیا تھا، تو صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہاتھ بھی اللہ کا ہاتھ ہوا!!!۔

کہنے لگے کہ: کیا قرآن میں یہ آیت ہے؟ مَیں نے کہا: ہاں! کہنے لگے: کہاں؟ مَیں نے کہا: اِسی آیت سے پہلے دیکھ لو، بس! خاموش ہو گئے، کوئی جواب نہ بن پڑا۔

اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ

فرمایا: اِذَا وُجِدَ الشَّرْطُ وُجِدَ الْمَشْرُوْطُ (یعنی جب شرط پائی جائے گی تو مشروط بھی پایا جائے گا) یہ قاعدہ تو صحیح ہے، اِس میں تَخَلُّف نہ ہوگا۔ لیکن! اِذَا فَاتَ الشَّرْطُ فَاتَ الْمَشْرُوْطُ یہ ضروری نہیں ہے، اِس میں تَخَلُّف بھی ہو سکتا ہے۔ فقہاء رحمہم اللہ جو فرماتے ہیں کہ: مفہوم مخالف حجت نہیں ہے، اُس کا یہی مطلب ہے۔

بڑوں کی باتیں بعد میں یاد آتی ہیں

فرمایا: مولانا اَمیر اَحمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہم لوگوں کو پڑھایا کرتے تھے، اور اِس طرح کے جملے کثرت سے اِستعمال کرتے تھے: "اَلْمَقُوْلُ غَيْرَ مَدْفُوْعٍ، وَالْمَدْفُوْعُ غَيْرَ مَقُوْلٍ، اَلْمُثْبِتُ غَيْرَ مَنْفِيٍّ، وَالْمَنْفِيُّ غَيْرَ مُثْبِتٍ" - یہ جملے سب اُنہی سے سنے ہوئے اب تک

---

❶❷ (سُوْرَةُ الْاَنْفَال، ۱۷)

کان میں پڑے ہیں۔ بڑوں کی باتیں اور اُن کے جملے بعد میں یاد آتے ہیں، اُبھی تو تم لوگ پڑھ رہے ہو بعد میں تم کو بھی یہ باتیں یاد آئیں گی، لیکن! اگر پڑھو، پڑھاؤ گے تو یاد آئیں گی اور اگر تیل بیچنا ہے تو کوئی بات نہیں۔

اذان کے بعض کلمات میں مد

ایک صاحب نے عرض کیا کہ: "حَيَّ عَلَى الصَّلٰوة" اور "حَيَّ عَلَى الْفَلَاح" میں وقف کی صورت میں گول "ۃ" اور "حاء" ساکن ہوگی۔ اِسی طرح "اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا الله" میں بھی لفظ "الله" کی "ھَا" میں سکون عارضی کی وجہ سے مد کا قاعدہ تو پایا جاتا ہے، اِس کے کھینچنے میں تو کوئی مضائقہ نہیں ہونا چاہیے؟!!

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: وقف کی صورت میں تو مد کا قاعدہ پایا جاتا ہے، لیکن! حضرت مولانا ابرار الحق صاحب ہردوئی رحمۃ اللہ علیہ زیادہ کھینچنے کو منع فرماتے ہیں۔ پھر حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس مد کی جتنی مقدار کتابوں میں لکھی ہے اُتنا کھینچے اُس سے زائد نہ کھینچے، نیز مد ہی کی طرح مد کرے، گانے کی طرح ترنم اور لہر کے ساتھ نہ ادا کرے۔

"رَمْيَةٌ مِّنْ غَيْرِ رَامٍ" کی مثال

فرمایا: ایک بادشاہ نے محل کے اوپر ایک چھوٹا سا حلقہ کسی چیز کا رکھا جس میں چھوٹا سا سوراخ تھا اور کہا کہ: کس کا تیر اِس دائرہ کے اَندر سے نکل جائے، یعنی جس کا نشانہ اُس میں لگ جائے، اُس کے ساتھ اپنی بیٹی کی شادی کردوں گا۔ بڑے بڑے تیر اَنداز آئے اور تیر مار کر چلے گئے، کسی کا نشانہ نہ لگا، ایک چھوٹا بچہ محل کے قریب کھیل رہا تھا، کبھی اِدھر تیر مارے، کبھی اُدھر تیر مارے، اِتفاق کی بات کہ ایک مرتبہ اُس حلقہ کے اَندر سے تیر نکل گیا۔ اُس وقت لوگوں نے کہا: "رَمْيَةٌ مِّنْ غَيْرِ رَامٍ" یعنی یہ ایسا نشانہ ہے یا ایسا تیر ہے جو بغیر تیر اَنداز کے ہے۔ یعنی یہ تیر اَنداز سے نشانہ لگا کر نہیں چلایا گیا، اِتفاق سے لگ گیا۔

اُسی وقت سے یہ مثل مشہور ہوگئی اور ہر اُس کام کے لیے اور ہر اُس شخص کے لیے کہا جانے لگا جس سے اُس کام کی توقع نہ ہو، لیکن! اِتفاق سے کبھی کرلے۔ جیسے: نماز نہ پڑھتا ہو، لیکن! کبھی

اِتفاق سے پڑھ لے تو اُس کو نماز پڑھتا دیکھ کر کہہ دیں: "رَمْيَةٌ مِّنْ غَيْرِ رَامٍ" - یا مثلاً: عبارت نہ پڑھتا ہو یا غلط پڑھتا ہو اور اِتفاق سے صحیح پڑھ دے اُس وقت کہا جائے گا: "رَمْيَةٌ مِّنْ غَيْرِ رَامٍ" یہ اہلِ عرب کا محاورہ ہے اور اُن کی کہاوت ہے۔ وَاللّٰهُ اَعْلَم

"نور الانوار" و "حسامی" اور "الاشباہ والنظائر" و "شرح الوقایہ"

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ "الاشباہ والنظائر" کا دَرس دے رہے تھے، جس میں قاعدۂ اُولیٰ "إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ" کی بحث زیرِ دَرس تھی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ: اِس کتاب میں اِس کی عبارت پیچیدہ ہے، اِس بحث کو "شرح الوقایہ" میں بڑی تفصیل سے اور بہت ہی واضح لکھا ہے، مسئلہ بالکل صاف کر دیا ہے، "شرح الوقایہ" کی ساری بحثیں واضح ہیں۔

اِسی ضمن میں فرمایا: "الاشباہ والنظائر" وغیرہ کتابیں اب نصاب میں داخل کر دی گئیں ہیں اور باقاعدہ اِن کو پڑھایا جانے لگا ہے، ورنہ پہلے تو مطالعہ ہی سے اہلِ علم سمجھ لیتے تھے، اور محض مطالعہ ہی اِن کے لیے کافی ہوتا تھا۔

اِسی ضمن میں فرمایا: "حسامی" بھی اُصولِ فقہ کی اَہم کتاب ہے، لیکن! اُس کی عبارت مشکل ہے، آدھی بات عبارت میں تو آدھی خود سمجھنا اور نکالنا۔ اِس کے مقابلہ میں "نور الانوار" کی عبارت اور اُس کا مطلب بالکل صاف واضح اور آسان بھی ہے۔

غسل کرنے کا فائدہ اور اِتباعِ سنّت کی برکت

"کانپور" میں جمیل بھائی کے یہاں حضرت رحمۃ اللہ علیہ ٹھہرے ہوئے تھے، سر اور بغل کے بال صاف کروائے، ناخن ترشوائے۔ ایک مفتی صاحب جو اُس وقت موجود تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن سے دریافت کیا کہ: سینہ کے بال بنوانا کیسا ہے؟!! بڑی کھجلی معلوم ہوتی ہے۔ اُن مفتی صاحب نے عرض کیا کہ: فقہاء نے مباح لکھا ہے۔ اُس کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے غسل فرمایا اور غسل فرما کر تھوڑی دیر آرام فرمایا۔ اور فرمایا کہ: غسل کرنے سے طبیعت میں بڑا اِنْشِرَاح ہو گیا، بالکل سکون ہو گیا، جب ظاہری صفائی اور طہارت کا یہ اَثر ہے تو باطن کی صفائی کا کیا اَثر ہو گا؟!! اور جس کو باطن کی صفائی حاصل ہو اُس کو کتنا اِنْشِرَاح ہوتا ہو گا؟!! غسل کرنے سے ایک قسم کی

نورانیت سی آجاتی ہے، چستی آجاتی ہے، طبیعت میں نشاط پیدا ہوجاتا ہے، طاعات میں جی لگنے لگتا ہے، اِسی لیے ہفتہ میں کم اَز کم ایک مرتبہ غسل کرنے کو سنّت قرار دیا گیا ہے، سنّت کی نیت سے غسل کرنے میں ثواب بھی ملتا ہے، کم اَز کم ہفتہ میں ایک مرتبہ ضرور غسل کرلینا چاہیے، میرے چچا تو روز غسل کیا کرتے تھے، صبح پہلے غسل کرتے اُس کے بعد دوسرے کام کیا کرتے تھے، صحت کے لحاظ سے بھی غسل مفید ہے۔

یادداشت بھی اللہ کا فضل و اِحسان ہے

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت بعد فجر لائٹ، بلب وغیرہ بجھانے کے لیے فرمانا چاہتے تھے، لیکن! لفظِ "بجلی" وغیرہ زبان پر نہیں آرہا تھا، ذہول ہوگیا، تھوڑی دیر بعد فرمایا: اُس وقت لفظِ "بجلی" میری زبان پر نہیں آرہا تھا، بھول گیا تھا۔ ایک مرتبہ حبیب (حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ کے بڑے صاحب زادے) کا نام زبان پر نہیں آرہا تھا، بھول گیا تھا۔ ایک مرتبہ ماریہ (حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی صاحب زادی) کا نام زبان پر نہیں آرہا تھا، تھوڑی دیر تک سوچتے رہے کہ کیا کہہ کر بلاؤں؟!! عجیب حالت تھی۔ بعد میں دیکھا کہ حضرت مولانا شاہ عبدالغنی صاحب پھول پوری رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ایسا حال ہوگیا تھا، ایک مرتبہ خط لکھا تو اپنا نام بھول گئے کیا نام لکھوں؟!!

احقر راقم الحروف جامع ملفوظات عرض کرتا ہے کہ: کثرتِ مشاغل اور ہجوم اَفکار کی بنا پر کبھی ایسا ہوجاتا ہے، یہ نقص وعیب نہیں ہے۔ حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اِس نوع کے بعض واقعات لکھے ہیں، اللہ کی قدرت بہت بڑی ہے، وہ ہر چیز پر ہر وقت قادر ہے، لینے پر بھی، دینے پر بھی۔

مسافر خانہ بنوانے کی تمنا

فرمایا: عرصہ سے میری تمنا ہے کہ شہر "باندہ" میں کوئی مسافر خانہ اور اسپتال ہوجائے، لیکن! اب تک کوئی اِس کی صورت نہیں بن سکی، اسپتال بن جائے تو غریبوں کا کام چل جائے، خصوصاً عورتوں کے علاج کے سلسلہ میں بہت پریشانی ہوتی ہے۔

لوگ دوسری جگہ تو زمین اور روپے خوب دیتے ہیں، نہ معلوم کس طرح دیتے ہیں اور یہاں کیوں نہیں دیتے؟!! مولوی غلام صاحب سے لوگ کہتے ہیں کہ: ہر ماہ مسجد بنوایئے، اور ہم سے ہر مہینہ پیسے لیجیے، یہاں ایک مسافر خانہ نہیں بن پا رہا، اگر بن جائے تو بہت بڑی ضرورت پوری ہو جائے، مسلمان مسافر پریشان ہوتے ہیں۔

سفارشی خط کس کے پاس لکھا جاتا ہے؟

ایک صاحب نے حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ سے سفارشی خط لکھنے کی درخواست کی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: سفارشی خط وہاں لکھا جاتا ہے جہاں کچھ اُمید ہو بات سنی جائے گی، سفارش کا اَثر ہوگا۔ اور جہاں سفارش کا کچھ اَثر ہی نہ ہو تو سفارش کرنے سے کیا فائدہ؟!! مَیں نے اپنے کام کے لیے فلاں صاحب کے پاس بھیجا تھا، لیکن! اُنھوں نے کام نہیں کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے ضرورت مند سے فرمایا کہ: خود ہی جا کر ملاقات کرلو، اُن سے کہہ دینا کہ: ہم اِیسی مجبوری پریشانی کے حال میں آئے ہیں، مجبور آدمی تو تنکے کا سہارا لیتا ہے، ہم آپ کے پاس کچھ سہارا اور کچھ اُمید لے کر آئے ہیں، آپ تو علاقہ کے ہیں، خاندان کے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عجیب بات ہے کہ!! جو کرسی میں بیٹھ جاتا ہے پھر وہ سب کچھ بھول جاتا ہے، اُس کو بس کرسی ہی دکھائی دیتی ہے۔

بلا اِجازت دوسروں کی کتاب طبع کرلینے پر ناگواری

حضرت اَقدس رحمۃ اللہ علیہ نے "سلّم" کی شرح "اِسعاد الفہوم" کے نام سے تحریر فرمائی تھی جو ایک عرصہ تک طبع نہ ہو سکی تھی، بہ مشکل تمام کسی طرح اُس کی طباعت ہوئی۔ اللہ کی شان کہ بہت مقبول ہوئی، اب بعض دوسرے مکتبہ والوں نے اُس کو شائع کر دیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے سخت ناگواری کا اِظہار فرمایا۔ احقر نے اپنی کتاب "العلم والعلماء" کے متعلّق عرض کیا کہ: اُس کو دوسرے مکتبہ والوں نے شائع کر دیا ہے، احقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے مشورہ کیا کہ: کیا کروں، خاموش رہوں؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: نہیں! اُن کو خط لکھو۔ عجیب بات ہے!! ایک شخص محنت کرے، عرق ریزی سے کتاب تیار کرے، کسی طرح اُس کو طبع کرائے، جب چلنے لگے تو دوسرے لوگ اُس کو طبع کرالیں۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک کتاب ایک صاحب کو طبع کرانے کے لیے دی، لیکن بعض دوسرے لوگوں نے اُس کو طبع کرالیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کو اِس کا علم بھی نہ ہوا، احقر نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے اِس کا تذکرہ کیا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: عجیب لوگ ہیں!! کم اَزکم تذکرہ تو کرتے!!!! اگر اَبھی کچھ کہہ دیا جائے تو برا لگ جائے گا۔

جن لوگوں نے احقر کی کتاب "العلم والعلماء" طبع کرائی تھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُن کی خدمت میں خط لکھنے کے لیے فرمایا تھا، احقر نے خط لکھ کر دکھلایا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اُس کا کچھ حصہ کاٹ دیا کچھ اِضافہ فرمایا اور فرمایا: اِس کو بھیج دو۔ احقر نے کتابوں کی رجسٹریشن کی بابت دریافت کیا کہ: یہ مناسب ہے یا نہیں؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: مسئلہ کی مجھے تحقیق نہیں۔ احقر نے عرض کیا: مسئلہ میں تو جائز ہے، مناسب ہونا، نہ ہونا دریافت کررہا ہوں؟!! حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: اِس میں کیا حرج ہے؟!! کرالیجیے۔

جاہل کاتبوں کی حماقت

حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ کا معمول تھا کہ عشاء کے بعد روزانہ اِصلاح وتربیت سے متعلّق طلباء کو کوئی کتاب پڑھ کر سناتے تھے، کبھی وعظ ونصیحت فرماتے تھے، اکثر اپنی کتاب "آدابِ المتعلمین" پڑھ کر سناتے تھے، ایک مرتبہ عشاء کے بعد یہ کتاب پڑھ کر سنا رہے تھے، کسی مقام پر کتابت کی فحش غلطی تھی۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا: غلطی تو کتابت کی ہے، لیکن! لوگ سمجھیں گے کہ اِسی نے لکھا ہوگا۔ یہ کاتب لوگ بھی اپنی طرف سے اِصلاح کیا کرتے ہیں، آج کل کے کاتب مشاق تو ہوتے ہیں، لیکن! پڑھے لکھے نہیں ہوتے، تمیز نہیں ہوتی۔

پھر ایک واقعہ سنایا کہ: ایک جلد ساز جلد بنایا کرتے تھے، اور خود کتابت کی اِصلاح بھی کیا کرتے تھے، لوگ اُن سے عاجز وپریشان تھے۔ ایک صاحب قرآن شریف کی جلد بنوانے کے لیے گئے، اور یہ بھی تاکید کردی کہ خدا کے واسطے آپ اِس میں اپنی طرف سے کچھ اِصلاح نہ فرمائیے گا۔ وہ کہنے لگے: بہت اَچھا! مَیں تو خیر خواہی کے پیشِ نظر کرتا ہوں، ورنہ لوگ تو پیسہ لے کر اِصلاح کرتے ہیں، میری کیا غرض پڑی ہے؟!! آپ منع کرتے ہیں، بہت اَچھا! نہیں کروں گا۔

اُنہوں نے جلد بنادی، جب لینے گئے تو قرآن پاک دیا اور کہا کہ: آپ نے چوں کہ منع کیا تھا اِس لیے مَیں نے اِصلاح نہیں کی ہے، لیکن! اِس میں ایک ایسی فحش غلطی تھی مجھ سے برداشت نہیں ہوئی، اِس لیے مَیں نے وہاں تو اِصلاح بہت ضروری سمجھی، اُس کے علاوہ کچھ اِصلاح نہیں کی۔

اِس میں ایک مقام پر لکھا ہے: خَرَّ مُوْسٰی۔۔۔الآیۃ (1) "خَر" کے معنی گدھے کے ہیں۔ اُس نے کہا: "خَر" یعنی گدھا تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس گدھا کہاں تھا؟!! لہٰذا "خَرَّ عِیْسٰی" ہونا چاہیے نہ کہ "خَرَّ مُوْسٰی"، اِس لیے وہاں پر تو مَیں نے اِصلاح کر ہی دی ہے، اِس کے علاوہ کچھ نہیں کیا۔

آج کل کاتبوں کی قابلیت اِسی اَنداز کی ہوتی ہے۔ اللہ جہالت سے بچائے۔ (آمِین)

ایک لطیفہ

حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے پاس دَرس میں ایک طالبِ علم عبارت پڑھ رہے تھے، کتاب میں عبارت آئی "مَسَالِكُ" (بہ معنی مَذَاهِب) ایک طالبِ علم نے اُس کو ٹوکا اور کہا: "مَسَّالَكَ"۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ مسکرائے اور فرمایا: اِن کو دیکھو!!! پھر فرمایا: ایک صاحب تقریر کر رہے تھے، اور بڑے زور و شور سے بیان کر رہے تھے کہ قبر میں آکر جب "یاجوج، ماجوج" سوالات کریں گے۔ بجائے "منکر، نکیر" کے "یاجوج، ماجوج" کہہ رہے تھے، دوسرے صاحب زور سے کھنکارے اور کہتے ہیں کہ: "یاجوج، ماجوج" نہیں "ہاروت، ماروت"۔

لطیفہ

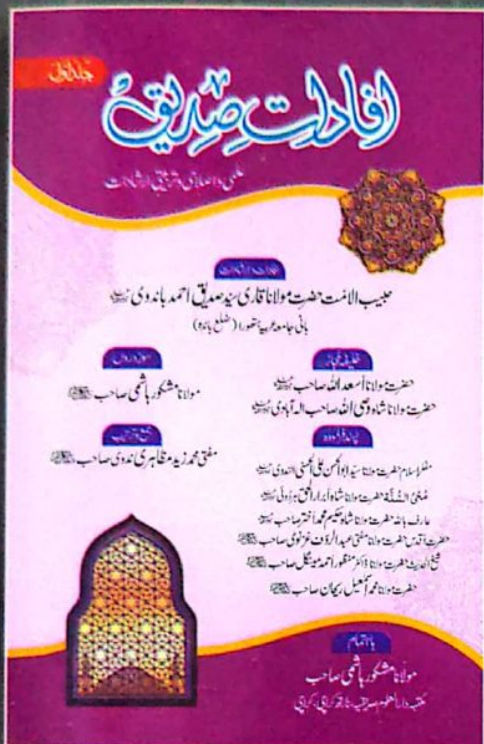
فرمایا: حضرت مولانا اَشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے مواعظ میں ایک لطیفہ لکھا ہے کہ: ایک شخص کے بہت کافی لڑکے تھے، بیسوں لڑکے تھے، اور سب کے نام اُس نے "اِلٰہی" کے وزن پر رکھے تھے، کسی کا نام "شانِ اِلٰہی" کسی کا نام "فضلِ اِلٰہی"۔ جب بہت لڑکے ہوگئے اور پھر ایک لڑکا اور ہوگیا اُس کے نام کی بھی فکر ہوئی اور "اِلٰہی" کے وزن پر کوئی نام بھی نہ مل رہا تھا، تو کہنے لگے: اِس کا نام رکھا جائے "توبہ اِلٰہی"۔

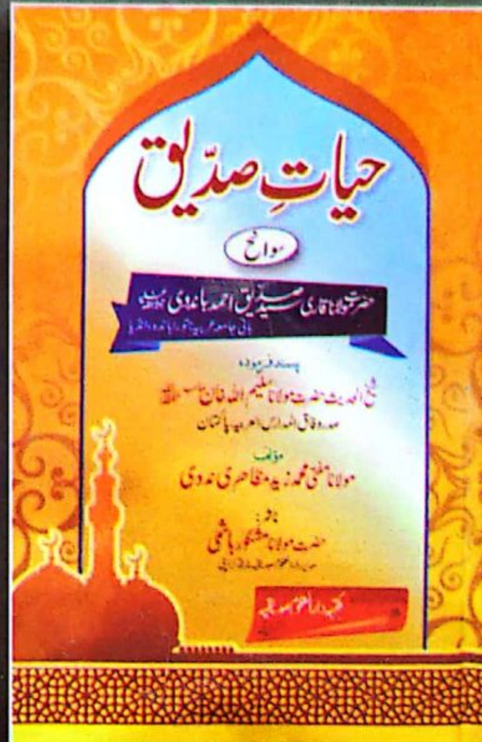
تَمَّتْ بِالْخَيْرِ

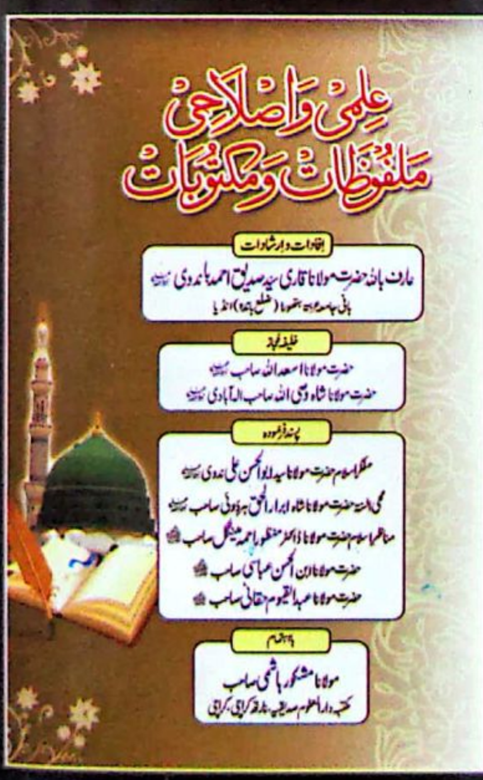
---

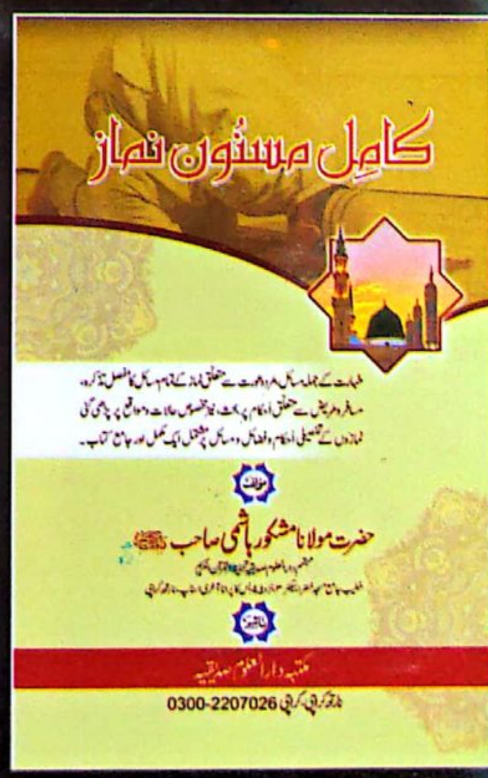
(1) (سُوْرَةُ الْأَعْرَاف: ۱۴۳)

مکتبہ دارالعلوم صدیقیہ
کی شائع کردہ دیگر کتب









- پیارے نبی ﷺ کی پیاری دعائیں
- فضائل ومسائل رمضان المبارک
- فضائل عشرہ ذی الحجہ ومسائل قربانی